بدعت اور بدعتی
حافظ مومن خان عثمانی
تلمیذ رشید
حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ
شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

بدعات کے در و بام ہلاتے چلے جاؤ

اللہ نے پامردئ مومن کو پکارا

(شورش)

بدعت اور بدعتی

قرآن وحدیث اور اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں

مؤلف

حافظ مومن خان عثمانی

فاضل مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

مدرس: مدرسہ مخزن العلوم کھائی، اوگی مانسہرہ (سرحد) پاکستان

نام کتاب	:	بدعت اور بدعتی
نام مصنف	:	مولانا حافظ مومن خان عثمانی
ناشر	:	دارالکتاب غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
کمپوزنگ	:	فضلی کمپیوٹر سنٹر توحید روڈ اوگی
باراول	:	جولائی ۲۰۰۱ء
اشاعت (اضافہ شدہ ایڈیشن)	:	جولائی ۲۰۱۰ء
صفحات	:	۴۵۶

باہتمام

حافظ محمد ندیم

0300-8099774

دارالکتاب ناشران و تاجران کتب

38- غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ 042-37235094

انتساب

امام اہل سنت قدوۃ المحدثین رئیس المفسرین مرشد العلماء والمجاہدین شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول کی اشاعت میں گذاری۔ ہر باطل کا مقابلہ کیا، سنت اور بدعت کو واضح کیا۔ جن کی مدلل عبارات سے شرک و بدعت کے مزخرف محلات میں دراڑیں پڑیں اور بدعت کدوں میں خاک اڑنے لگی، فرقۂ ضالہ کے عزائم خاک میں مل گئے، ملت بیضا پر چھائی ہوئی ظلمتیں چھٹنے لگیں، اہل ھواء کے غبارے سے ہوا نکلنے لگی۔ جنہوں نے ہر میدان میں ہر باطل کے خلاف معرکہ آرائی فرمائی، جن کے فیض سے ہزاروں علماء حق و صداقت کے علمبردار ہوئے اور ہزاروں مدارس میں نورِ حق کی شعائیں چارسو پھیلنے لگیں اور بدعات و رسومات کے بندھن ٹوٹ گئے۔

جن کا قلم ہر دجل وفریب کے خلاف تیغ بے نیام ثابت ہوا اور علوم الہیہ کے بحر بیکراں میں موجزن رہے اور تاہنوز اسی کے اندر غوطہ زن ہیں۔

الٰہی رہے ہم پہ قائم سایہ انہیں کا
جن کے فیض سے ملا علم دین متین کا

افسوس کہ امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر نور اللہ مرقدہٗ 5 مئی ۲۰۰۹ء کو دنیائے فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

فہرست

پیش لفظ جدید ایڈیشن

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اس ناچیز بندے کی علمی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازا اور قارئین میں اس کتاب کو پذیرائی عطا فرمائی۔

پہلی دفعہ یہ کتاب ۲۰۰۱ء میں منصۂ شہود پر آئی، اس کے بعد کئی دفعہ اس کی اشاعت ہوئی مگر پروف ریڈنگ میں کافی ساری غلطیاں رہ گئی تھیں، اب ان کی تصحیح کر دی گئی اور کچھ مضامین کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ابتداء میں اختصار مقصود تھا، اس لئے چند ضروری مضامین کا تذکرہ کیا گیا تھا، اب نظر ثانی کے دوران چند اور ضروری مضامین کو ضروری سمجھا گیا۔

ویسے بدعات تو ہمارے مسلمان معاشرے میں بے شمار پائی جاتی ہیں مگر کچھ بدعات ایسی ہیں جو عام ہیں اور ملک کے اکثر حصہ میں انہیں دین میں شامل کر دیا گیا ہے اور بعض بدعات ایسی ہیں کہ وہ فرائض وواجبات سے بھی زیادہ مقدم سمجھی جاتی ہیں اور فرائض سے زیادہ زوران بدعات پر صرف کیا جاتا ہے۔ بلکہ انہی چند بدعات کو ہی دین سمجھا گیا ہے اور اہل بدعت کے مقتداء پورے سال کی تمام تقریبات، پروگراموں اور کانفرنسوں میں انہی چند بدعات کی رٹ لگا کر فرائض وواجبات سے زیادہ ان کی اشاعت میں مصروف رہتے ہیں اور عوام کے ذہنوں میں ان خرافات کی اتنی اہمیت پیدا کر دیتے ہیں کہ عوام ہر حال میں ان بدعات پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اور خود ان مقتداؤں کی حالت بھی عجیب ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے اور اس اعتراف کے باوجود کہ یہ دین نہیں، آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں مگر پھر بھی بڑی سختی سے ان بدعات پر مر مٹنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم لوگوں کو کس منہ سے کہیں گے کہ یہ دین نہیں کیونکہ اتنے عرصہ سے ہمارے آباؤ اجداد اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں، اب اگر ہم لوگوں کو یہ کہہ دیں کہ یہ دین نہیں تو وہ ہمیں جوتے ماریں گے کہ اتنا عرصہ تم نے ہمیں اندھیرے اور گمراہی میں کیوں رکھا؟ اسی وجہ سے بدعت کے ہر عمل میں اہل بدعت کے مقتداء بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور کسی بدعت کا خاتمہ اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں کسی عمل میں بدعت پر عمل پیرا ہونے کی امید نہ ہو تو فرض عمل میں بھی شرکت نہیں کرتے اور جہاں اس رسم بد کی امید ہو تو وہاں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور دوسروں

کو بھی خبردار کر کے شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔

مثلاً ہمارے علاقہ میں بعض مقامات پر دور قرآن کی ایک بدعت ہے، جس جنازہ میں دور قرآن نہیں ہوتا اس میں اہل بدعت کا کوئی مولوی، علامہ یا فہامہ بدعت کا پاجامہ نظر نہیں آتا۔ لیکن جس جنازہ میں اس رسم بد کی امید ہو، وہاں پورے علاقہ سے قراقر لیا سجا کر یار لوگ پہنچ جاتے ہیں۔ نماز جنازہ فرائض میں سے ایک فریضہ اور ایک مسلمان بھائی کا اسلامی حق ہے ،اس میں شرکت تو ضروری نہیں سمجھی جاتی مگر اس رسم بد میں جہاں دس بیس روپے کی امید ہو اور اپنی بدعتی برادری کی ناک بچانے کا عنصر ہو تو وہاں شمع پر پروانوں کی طرح گر پڑنا ان کی دینی اور اخلاقی پستی کا آخری کنارہ ہے۔ یہی حالت دیگر بدعات کی بھی ہے۔ اس لئے چند دیگر مضامین کو شامل کرنا بھی ضروری سمجھا گیا۔

اب جدید اضافوں کے بعد یہ کتاب اہل بدعت کے خلاف اہل سنت کے ہاتھوں میں جدید اور مضبوط صفدری میزائل ہے جس سے بدعات کی بڑی بڑی خوشنما عمارتیں روئی کے گالوں کی طرح اڑتی چلی جائیں گی انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نواز کر اپنے دین کی حفاظت کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مومن خان عثمانی اوگی مانسہرہ

۱۳ اکتوبر ۲۰۰۹ء، ۲۳ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ

تمہید

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء

والمرسلين وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين. الى يوم الدين.

دور حاضر کے مسلمانوں پر خواہشات و بدعات کا بھوت اس قدر سوار ہے کہ ہر شخص اپنی رائے ہی کو دین سمجھتا ہے۔ اور اپنے عقیدہ ہی کو درست خیال کرتا ہے اگر چہ اس کا عقیدہ قرآنی تعلیمات کا صریح مخالف ہی کیوں نہ ہو اور اس کے اعمال کا قرآن وسنت کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق ہی نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن ہر شخص اسی پر اڑا ہوا ہے کہ جو کچھ اس نے اپنے ماحول میں دیکھا ہے، جس عقیدے اور عمل پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اور جن رسومات ورواجات کو اپنے مولویوں اور پیروں کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ بس وہی دین ہے، وہی شریعت ہے، وہی اسلام ہے اور وہی بخشش ومغفرت کا ذریعہ ہے۔ اب نہ قرآن وحدیث سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اہل حق کے پاس بیٹھ کر کچھ سننا گوارا کرتے ہیں۔

اور جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے وہ بھی مرتے مرتے اپنے بعد ان بدعات پر عمل پیرا ہونے کی وصیت کر کے اپنی آخرت تباہ کر دیتا ہے۔ اور بہت سے پڑھے لکھے بھی اس میں گرفتار ہیں۔ نہ کوئی مولوی صاحب اس کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت کر سکتا ہے، نہ کوئی پیران بدعات وخرافات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر شخص اور ہر خاندان کا دین جدا ہے، ہر علاقے کا اپنا رسم ورواج ہے، ہر آدمی اپنی خواہشات میں مگن ہے۔ جو دین تمام اقوام عالم کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے آیا تھا، آج اس کے ہزاروں ٹکڑے بن چکے ہیں۔ اور دن بدن ان میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ہر شخص اپنے ایجاد کردہ طریقے کو دین سمجھ کر کر رہا ہے اور اس طرح نبی آخر الزمان ﷺ کا آفاقی اور ابدی دین بازیچہ اطفال بن چکا ہے۔

قد نقر الناس حتى احدثوا بدعا

فى الدين بالرأى لم تبعث بها الرسل

کرید کرتے کرتے آخر لوگوں نے دین میں ایسی بدعتیں نکالدیں جنہیں پیغمبر نہیں

لائے تھے۔

حتی استخف بدین اللہ اکثرھم

وفی الذی حملوا من دینہ شغل

آخر دین مضحکہ بن کر رہ گیا

حالانکہ حقیقی دین میں کافی مشغولیت تھی

لیکن بدعت پرست ٹولے نے حقیقی دین کو ناکافی سمجھ کر اپنی طرف سے بدعات کے انبار لگا دیئے اور حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے لائے ہوئے دین پر بدعات ورسومات کے ہزاروں غلاف چڑھا کر دین محمدیہ ﷺ کے مقابلہ میں جعلی اور من گھڑت دین لا کر کھڑا کر دیا جب سے نااہلوں، جاہلوں اور اوباشوں نے منبر ومحراب پر قبضہ جمایا ہے دین پر یہ عظیم الشان مصیبتیں آنا شروع ہو چکی ہیں۔

حضرت سفیان ثوری نبطیوں کو حدیث لکھتے دیکھتے تو چہرے کا رنگ بدل جاتا پوچھا گیا یہ کیا بات ہے کہ آپ کو ان لوگوں کا لکھنا برا لگتا ہے تو انہوں نے جواب دیا علم وجیہہ لوگوں میں تھا، گھٹیا لوگوں میں چلا جائے گا تو دین میں خلل ڈال دیں گے۔ مکحول کو قول ہے کہ خانہ بدوش بدویوں میں علم دین کو بگاڑتا ہے اور اوباشوں میں علم دین کو خراب کرتا ہے۔

(العلم والعلماء ص ۱۳۰)

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ صحابہ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا امر بالمعروف اور نہی المنکر کب چھوڑ دیا جائے گا۔ فرمایا: جب تم میں وہ بات پھیل جائے گی جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں پھیل چکی ہے۔ عرض کیا گیا وہ کون سی بات ہے؟ فرمایا: جب تمہارے نیکوں میں مداہنت، تمہارے بدوں میں بدکاری، تمہاری چھوٹوں میں حکمرانی اور تمہارے رزیلوں میں علم پھیل جائے گا۔

اور عجب رزیلوں، ذلیلوں، پیٹ کے پجاریوں، خودغرض، مفاد پرستوں میں علم آئے گا تو وہ اپنے ساتھ علم کو بھی ذلیل کریں گے اور اسی علم کو کھانے وکمانے کا ذریعہ بنائیں گے۔ بدعات ورسومات کو رواج دیں گے تاکہ زیادہ سے زیادہ پیسہ کمایا جائے اور ظاہر بات ہے جتنی بدعتیں زیادہ ہوں گی اتنا ہی زیادہ مولوی صاحب کا جیب گرم ہوگا۔ اسی لئے حضرت

حذیفہؓ نے فرمایا: اس امت کی پہلی نسل ایسے راستے پر استوار ہے جس میں ذرا غبار نہیں لیکن دوسری نسل میں ظلم وخود غرضی کا ظہور ہوگا تیسری نسل میں فساد، خونریزی کا دور دورہ ہوگا چوتھی نسل میں لوگ دین سے دور جا پڑیں گے اور ہر قبیلے کا سردار وہ ہوگا جو سب سے زیادہ فاسق، سب سے زیادہ منافق ہو اور سب سے زیادہ ذلیل عالم ہوگا۔ (العلم والعلماء)

یہی وجہ ہے کہ نااہل لوگوں کو علم سکھانے سے منع کیا گیا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: میرے بھائی عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا لوگو! نااہلوں کو حکمت نہ دو یہ حکمت پر ظلم ہے اور اہلوں سے حکمت کو باز نہ رکھو کہ ان پر ظلم ہے۔ امام حدیث حضرت شعبہ فرماتے ہیں: کہ ایک دن میں ایک مجمع کو حدیث سنا رہا تھا اعمش نے مجھے دیکھ لیا کہنے لگے ارے شعبہ تو خنزیروں کے گلے میں موتی لٹکا رہا ہے۔ (العلم والعلماء ص ۸۸)

جب نااہلوں میں علم آئے گا تو دین کو بگاڑ دیں گے اس لئے ان پر علم کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا اور پھر جب آدمی نااہل بھی ہو اور علم کے ساتھ بھی اس کا کوئی واسطہ نہ ہو تو وہ جب منبر ومحراب پر قابض ہوگا تو دین کی کیا گت بنائے گا اسی وجہ سے آج دین کا نام ونشان ہی نہیں بلکہ سراسر بے دین کو دین دار سمجھا جا رہا ہے۔ ہر طرف بدعات ہی بدعات ہیں جس کی وجہ سے پورا معاشرہ بگڑ چکا ہے اور وحدت امت پارہ پارہ ہو چکی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بدعتی کی موت اسلام کی عظیم الشان فتح قرار دی گئی ہے کہ یہ خود غرض اپنی خود غرضی کے لئے اللہ تعالیٰ کے کامل ومکمل دین میں پیوند لگا کر شریعت کا حلیہ بگاڑتا ہے اور اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے اللہ تعالیٰ کا مقدس دین استعمال کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے۔ ''اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اسے اسی جگہ رکھتے تو اپنے زمانے کے سردار بن جاتے مگر انہوں نے علم کی قدر نہ جانی اور اسے دنیا والوں کے قدموں میں ڈال دیا تا کہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں، نتیجہ نکلا کہ ذلیل وخوار ہو گئے۔ میں نے تمہارے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس کسی فکروں کو ایک فکر بنا دیا خدا اس کی فکر آخرت دور کر دے گا، اور جس نے دنیا کی بہت سی فکریں

اپنے سر جمع کر لیں تو خدا بھی اسے چھوڑ دے گا کہ جس کنویں میں چاہے گر پڑے۔"

(العلم والعلماء ص ۱۲۹)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "اگر اہل علم اپنے علم کی عزت کرتے اور اپنا عمل اس کے مطابق رکھتے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور صالحین ان سے محبت کرتے اور تمام مخلوق ان کا رعب مانتی، لیکن انہوں نے اپنے علم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان سے ناراض ہو گیا اور مخلوق میں بھی بے وقعت ہو گئے۔" (العلم والعلماء ۱۳۰)

آج اسی وجہ سے عوام میں مولویت کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور اپنی مسجد کے امام کو ایک چوڑے چمار سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت سمجھا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ حضرات دین کے خادم بنتے، قرآن وسنت کی اشاعت میں لگ کر اللہ تعالیٰ ہی کو خالق ورازق، معز ومذل، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور ان کا وقار بٹھا دیتے۔ لیکن انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ راستہ ہی ذلت وخواری، ناکامی اور نامرادی کا ہے۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے: **انا كنا اذل قوم فاعزنا الله بالاسلام فمهما نطلب العز بغير ما اعزنا الله به اذلنا الله.** "ہم دنیا میں سب سے زیادہ پست و بے وقعت قوم تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ ہمیں عزت دی۔ جب بھی ہم اس کے سوا کسی اور ذریعہ سے عزت چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل کر دے گا۔"

عزت وکامیابی کی شاہراہ دین وشریعت پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اور جو شخص اس شاہراہ سے ہٹے گا وہ امت مسلمہ کے اجتماعی دائرہ سے نکل کر تفرقہ بازی میں پڑے گا۔ اسی وجہ سے آج ہر شخص نے اپنے لئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہے۔ ہر شخص دوسرے سے نالاں ہے، اس پر طعنہ زن ہے اور اپنے عقیدے اور عمل پر مطمئن ہے اور اسی وجہ سے ہر طرف شر وفتن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم. (النور : ٦٣)

"جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم (سنت) کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے

کہ کہیں ان پر زبردست مصیبت نہ آپڑے یا انہیں کوئی دکھ دینے والا عذاب نہ پہنچے۔"

سنت سے اعراض اور بدعت کی ترویج ہی اس امت مرحومہ کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے اور یہی چیز تذلیل وتحقیر کا باعث ہے۔ **ان الذین یحادون الله ورسوله اولئک فی الاذلین.** (المجادلہ:۲۰)

"جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، یہی ذلیلوں میں سے ہیں۔"

کفر وشرک بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی مخالفت ہے۔ اسی طرح بدعت بھی تو اللہ ورسول ﷺ کی مخالفت ہے۔

دوسری آیت میں فرمایا:

ان الذین یحادون الله ورسوله کبتوا کما کبت الذین من قبلهم. **(المجادله : ۵)**

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ذلیل کئے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے۔"

اسی طرح جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کے متعلق فرمایا:

ومن یعص الله ورسوله فان له نار جهنم خالدین فیها ابداً (الجن: ۲۳)

"جو کوئی اللہ ورسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر واضح الفاظ میں مخالفت دین کے نتائج سے آگاہ کیا ہے اور اسی مخالفت کو شخصی، اجتماعی، دنیوی اور اخروی تباہی وبربادی کا سبب قرار دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، تمام پوشیدہ رازوں سے واقف اور قیامت تک تمام انسانیت کی بھلائی سے باخبر ہے۔ اگر ان بدعات ورسومات میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا حکم فرماتے۔ اس کی ترغیب دیتے اور جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا بلکہ اس سے بار بار منع فرمایا ہے، وہ یقیناً تباہی وبربادی ہے، ہلاکت ہے، دنیا میں مصائب وپریشانی اور آخرت میں آگ وانگارے ہیں۔ اگرچہ کسی کوتاہ نظر کو اس میں خیر وبھلائی ہی کیوں نظر نہ آتی ہو اور بظاہر وہ عمل بڑا ہی خوبصورت ہی کیوں نہ ہو مگر وہ ظلمت ہے، اندھیرا ہے۔ اس لئے کہ نبی کرم ﷺ

نے ایسا کوئی عمل نہیں چھوڑا جس میں امت کی بھلائی تھی۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں تم لوگوں کو ایسی واضح ملت پر چھوڑے جارہا ہوں کہ جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح روشن ہے اور میرے بعد اس ملت سے صرف ہلاک ہونے والا (بدبخت) ہی بھٹکے گا۔'' (مستدرک حاکم)

ایسے صاف دین میں پیوند لگانا اور اسے بدعات کے غلاف میں بند کرنا بدبختی ہی بدبختی ہے کیونکہ رب العالمین کی مخالفت ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من اطاع محمدا فقد اطاع الله ومن عصى محمدا فقد عصى الله. (بخاری ص ۱۰۸۱ ج۲)

''جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

اسی کو قرآن میں واضح الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

من يطع الرسول فقد اطاع الله. (النساء: ۸۰)

''جس نے رسول ﷺ کی تابعداری کی اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی۔''

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا۔

اب بدعت پر ذرا گہری نظر ڈال کر دیکھیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی اطاعت ہے یا مخالفت؟ قرآن وحدیث کی سمجھ رکھنے والا ہر شخص، بشرطیکہ ضد وعناد اور عقلی فتور سے خالی ہو، اچھی طرح سمجھتا ہے کہ خیر القرون کے بعد جتنے اعمال ان کے طریقے اور قیودات مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں، وہ سب کے سب بدعات ہیں اور عنداللہ مردود ہیں۔اس کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا مجرم ہے۔اس کے خودساختہ اعمال اور ان کے من گھڑت طریقے اور ان کے لئے زمان ومکان کا تعین قیامت کے دن اس کے لئے وبال وہلاکت ہے۔صحابہ کرامؓ کی زندگی ہمارے سامنے ہے جو دین کے معاملے مین سب سے زیادہ حریص تھے،ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے والے تھے اور آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی سنتوں پر مر مٹنے والے تھے اور آپ ﷺ کے ایک ایک طریقے کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے والے

تھے۔قرآن کو اترتے دیکھا، آنحضرت ﷺ کو چلتے پھرتے دیکھا، قرآن وحدیث کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ان کے مبارک دور میں جو اعمال نہیں تھے وہ کسی بھی طرح دین کی صورت اختیار نہیں کر سکتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحي لا تومن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد ﷺ كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوباً واعمقها علماً واقلها تكلفاً اختارهم الله لصحبة نبيه و لا قامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعو هم على اثرهم وتمسكو بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم. (مشکوٰۃ: ۳۲)

''جو شخص کسی طریقے کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرے جو مر گئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو مر گئے اور جن کی پیروی کرنی چاہئے، آنحضرت ﷺ کی صحابہؓ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا تھا۔لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اوران کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اداب واخلاق کو اختیار کرتے رہو۔کیونکہ وہی لوگ ہدایت کے سیدھے رستے پر تھے۔''

عبادات، معاملات، اخلاق وعادات، معیشت اور معاشرت، انصاف وعدالت، سیاست وحکومت، زندگی کے ہر پہلو میں ان کے ہاں خلوص، بے تکلفی، سادگی اور آنحضرت ﷺ کی تابعداری تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قیامت تک آنے والی پوری امت کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ اگر تم ہدایت کے متلاشی ہو، حق کا راستہ چاہتے ہو، فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہونا چاہتے ہو، عرفان الٰہی اور حب رسول ﷺ کے اعلیٰ مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ اس مقدس جماعت کا راستہ اختیار کرو ان کی عادات واخلاق اوران کی تابعداری میں اپنی تمام دنیا اور آخرت کی کامیابی سمجھو۔

اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف

لدھیانوی شہیدؒ اور استاذی و مرشدی حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر کافی وشافی بحث فرمائی ہے اور اہل بدعت کے مقتداؤں کے مخترعات کے ایسے دندان شکن جوابات دیئے ہیں جس سے اہل بدعت کی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ چکی ہے اور پھر تا مرگ انہیں گردن اٹھانے کی جرأت بھی نہیں ہو سکی۔ لیکن ان علمی مباحث کو اہل علم ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ عوام کے لئے ان کی عام فہم زبان واسلوب میں بدعات کی قباحتوں کو اجاگر کرنے کے لئے زیر نظر رسالہ مرتب کیا گیا ہے اور اس میں بدعات کی دینی، دنیوی اور اخروی قباحتوں اور نقصانات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس سے نہ تو کسی کی دل آزاری مراد ہے اور نہ ہی کسی فرد یا جماعت کو مطعون کرنے کا ارادہ ہے۔ بلکہ صرف اور صرف ملت بیضا، سنت مصطفیٰ ﷺ کو ان کدورتوں اور بدعتوں کی نجاستوں اور غلاظتوں سے پاک کرنا مقصود ہے۔ جن کی وجہ سے آج دین کی صورت پراگندہ ہو چکی ہے اور سینکڑوں قسم کے ہندوانہ رسوم ورواج دین اسلام اور مذہب کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

اور نہایت ہی آسان الفاظ اور عام فہم انداز میں قرآن وحدیث، خلفائے راشدین، صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین، صوفیاء کرام اور بزرگان دین کے اقوال سے بدعات کی مذمت اور ان کے دنیوی اور اخروی نقصانات اور تباہ کاریاں قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بدعات، مخترعات، خواہشات اور محدثات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور صراط مستقیم اور سنت سید المرسلین ﷺ پر چلنے کی ہمت نصیب فرمائے (آمین)

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

ابو وقاص حافظ مومن خان عثمانی

مخزن العلوم کٹھائی اوگی (مانسہرہ)

مورخہ: 15 جولائی 2001ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

لفظ بدعت کی لغوی تحقیق

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

بدعت ایک گھناؤنی حرکت ہے اور اوامر الٰہیہ کے مقابلہ میں اوامر نفسانیہ خود ساختہ اور من گھڑت اعمال اور قیود کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد دین کے نام پر ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ بدعت سنن نبویہ ﷺ کے بالمقابل اپنی اراء کو دین میں داخل کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے جس سے دین کی اصل صورت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔

چنانچہ ائمہ لغت نے بدعت کے معنی اس طرح کئے ہیں۔

مشہور امام لغت ابو الفتح ناصر بن عبدالسید المطرازی الحنفی (التوفی ۶۱۶ ھ) لکھتے ہیں:

البدعة اسم من ابتداع الامر اذابتدأعه واحدثه كالرفعة اسم من الارتفاع والخلفة اسم من الاختلاف ثم غلب على ما هو زيادة فى الدين او نقصان منه (مغرب ج ۱ صفحہ ۳۰)

''بدعت ابتداع کا اسم ہے جس کے معنی یہ ہے کہ کوئی چیز ایجاد کی جائے رفعت ارتفاع کا اور خلفت اختلاف کا اسم ہے۔ لیکن پھر بدعت کا لفظ ایسی چیز پر غالب آ گیا جو دین میں زیادتی یا کمی کی جائے۔''

علامہ مجد الدین فیروز آبادی (التوفی ۸۱۶) رقمطراز ہیں:

بدعة بالكسر الحدث فى الدين بعد الاكمال او ما ستحدث بعد النبى ﷺ من الاهواء والاعمال (قاموس صفحہ ۴ ج ۲)

ترجمہ: ''بدعت (کسرۂ باء کے ساتھ) ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو تکمیل دین کے بعد نکالی گئی ہو یا وہ چیز جو آنحضرت ﷺ کے بعد خواہشات اور اعمال کی شکل میں ظہور

پذیر ہوئی ہو۔“

امام راغب اصفہانیؒ (المتوفی ۵۰۳ھ) بدعت کے معنی کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

البدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها او فاعلها فیه بصاحب الشریعة واماثلها المتقدمة واصولها المتقنة .

(مفردات قرآن ص ۳۷).

ترجمہ: ”مذہب میں بدعت کا اطلاق ایسے قول پر ہوتا ہے جس کا قائل یا فاعل صاحب شریعت کے نقش قدم پر نہ چلا ہو اور شریعت کی سابق مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر وہ گامزن نہ ہوا ہو۔“

علامہ محمد بن ابوبکر بن عبدالقادر الرازی بدعت کے معنی اس طرح کرتے ہیں:

والبدعة الحدث فی الدین بعد الاکمال. (مختار الصحاح ص ۲۸۰)

”بدعت دین میں کامل ہونے کے بعد اس میں نئی چیز پیدا کرنے کا نام ہے۔“

اردو کی مشہور لغت فیروز اللغات میں بدعت کے معنی اس طرح ہے:

بدعت: دین میں کوئی نئی بات نکالنا، بنانا، رسم و رواج۔ (فیروز اللغات ص ۱۱۷) بدعتی کا معنی لکھا ہے: (۱) مذہب میں نیا طریقہ رائج کرنے والا۔ (۲) بری رسم جاری کرنے والا۔ (۳) فساد پھیلانے والا۔ (فیروز اللغات ص ۱۱۷)

عربی کی مشہور لغت مصباح اللغات میں بدعت کا معنی کچھ یوں ہے:

البدعة: بغیر نمونہ کے بنائی ہوئی چیز۔ دین میں نئی رسم، وہ عقیدہ یا عمل جس کی کوئی اصل قرون ثلاثہ مشہود لھا بالخیر میں نہ ملے۔

المبتدعون کا معنی لکھا ہے ”بدعتی لوگ“ (مصباح اللغات ص ۵۱)

فارسی کی مشہور لغت حسن اللغات میں بدعت کا معنی ان الفاظ میں ہے:

بدعت: دین میں ایسی نئی بات یا رسم نکالنا جو آنحضرت ﷺ کے وقت نہ تھی۔ بدعتی کا معنی لکھا ہے۔ ”دین میں نئی بات پیدا کرنے والا“ (حسن اللغات ص ۱۰۲)

عربی کی مشہور لغت ”المنجد“ نے بدعت کا معنی اس طرح کیا ہے:

البدعة: عقیدة أحدثت تخالف الایمان (المنجد ص ۲۹)

''بدعت اس عقیدے کا نام ہے جو ایمان کے خلاف گھڑ لیا گیا ہو۔''

امام نوویؒ شرح مسلم میں بدعت کا معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کل شیٔ عمل علی غیر مثال سابق (شرح مسلم ص ۲۸۵ ج ۱)

''ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونہ کے بغیر کی جائے۔''

بدعت کے شرعی معنی

بدعت کے شرعی معنی علماء کرام اس طرح کرتے ہیں۔

حافظ بدرالدین عینی الحنفی (التوفی ۸۵۵ھ) بدعت کے معنی لکھتے ہیں:

البدعة فی اصل احداث امر لم یکن فی زمن رسول الله ﷺ

(عمدة القاری ص ۳۵۶ ج ۱)

''بدعت اصل میں ایسی نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں، جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہ تھی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں بدعت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والبدعة اصلها ما احدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنة فتکون مذمومة (فتح الباری ص ۲۱۹ ج ۴)

''بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونہ کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلہ میں ہوتا ہے، لہذا وہ مذموم ہوگی۔''

علامہ مرتضی الزبیدی الحنفیؒ (التوفی ۱۲۰۵ھ) بدعت کے معنی لکھتے ہیں:

کل محدثة بدعة انما یرید ماخالف اصول الشریعة ولم یوافق السنة (تاج العروس ص ۲۷۱ ج ۵)

''کل محدثۃ بدعۃ (کی حدیث) کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔''

حافظ ابن رجب بدعت کے شرعی معنی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له فی الشریعة یدل علیه واما ما کان له اصل من الشرع یدل علیه فلیس ببدعة شرعا وان کانت بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ص ۱۹۳)

ترجمہ: ''بدعت سے مراد وہ چیز ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ اور بہر حال وہ چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دال ہو تو وہ شرعاً بدعت نہیں، اگر چہ لغۃً بدعت ہوگی۔''

علامہ احمد رومی بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''لفظ بدعت کے دو معنی ہیں۔ ایک تو عام لغوی معنی یعنی مطلق نئی بات خواہ معاملات میں سے ہو یا عبادات میں سے۔ اور دوسری شرعی خاص ہے یعنی زمانۂ صحابہؓ کے بعد شارع علیہ السلام کی قولاً یا فعلاً یا صراحتاً یا اشارۃً اجازت کے بغیر دین میں کچھ گھٹانا یا بڑھانا۔''

علامہ ابو اسحاق غرناطی بدعت کا شرعی معنی یوں کرتے ہیں:

طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة یقصد بالسلوک علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه (الاعتصام ص ۳۷ ج ۱)

''دین کے اندر ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو شریعت کے مشابہ ہو، اس پر عمل پیرا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو۔''

فقہ حنفی کی مشہور کتاب در مختار میں بدعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

هی اعتقاد خلاف المعروف عن رسول الله ﷺ لا بمعاندة بل بنوع شبهة.

''جو چیز رسول اللہ ﷺ سے معروف و منقول ہے، اس کے خلاف کا اعتقاد رکھنا، ضد و عناد کے ساتھ نہیں بلکہ کسی شبہ کی بناء پر۔''

علامہ شامی نے علامہ شمنی سے بدعت کی تعریف اس طرح نقل کی ہے:

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة او استحسان و جعل دینا قویماً و صراطا مستقیماً. (شامی ص ۴۱۴ ج ۱)

ترجمہ: ''جو علم عمل یا حال اس حق کے خلاف ایجاد کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے، کسی قسم کے شبہ یا استحسان کی بنا پر اور پھر اسی کو دین قویم اور صراط مستقیم بنا لیا جائے تو وہ بدعت ہے۔''

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ بدعت شرعی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو۔ یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے۔ اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس کا وجود نہ ہو، اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔'' (تعلیم الاسلام حصہ چہارم ص ۲۷)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بدعت کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔'' (حمائل شریف ص ۷۰۲)

مجاہد کبیر سید احمد شہید اپنے ایک خلافت نامے میں بدعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اما ترک بدعت پس بیانش آنکه در جمیع عبادات و معاملات وامور معاشیه و معادیه طریق خاتم الانبیاء محمد رسول الله ﷺ. بکمال قوت و علو همت باید گرفت و آنچه مردمان دیگر بعد پیغمبر ﷺ از قسم رسوم اختراع نموده اند مثل رسوم شادی و ماتم و تجمل قبور و بناء عمارات بر آں واسراف در مجالس اعراس و تعزیه سازی و امثال ذالک هر گز پیر پیروی آں نباید گر دید و حتی الوسع سعی در محو آں باید کرد اول خود ترک باید نمود بعد ازاں هر مسلمانے را دعوت بسوئے آں باید کرد چنانچه اتباع شریعت فرض است هم چنیں امر بالمعروف و نهی عن المنکر نیز فرض.''

(تاریخ دعوت و عزیمت ص ۵۱۴ حصه ششم جلد دوم)

ترجمہ: ''بدعت کی تشریح یہ ہے کہ تمام عبادات ومعاملات اور امور معاشیہ ومعادیہ میں حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پوری قوت اور بلند ہمتی کے ساتھ پکڑا جائے اور جو آنحضرت ﷺ کے بعد لوگوں نے اس میں ایجاد کی ہیں مثلاً رسوم شادی وغمی، قبروں کی زیب وزینت، ان پر عمارتوں کے تعمیر، عرسوں کا اسراف و فضول خرچی، تعزیہ سازی وغیرہ ان کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے اور حتی الامکان ان کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ پہلے خود ان کو ترک کیا جائے پھر مسلمانوں کو اس کی طرف دعوت دینی چاہئے۔ اس لئے کہ جیسے اتباع شریعت فرض ہے اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی فرض ہے۔''

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اہل السنت والجماعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فعلی المومن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سن رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق علیه الصحاب فی الخلافة الائمة الاربعة. (غنیة الطابین ص ۱۹۵)

مومن پر لازم ہے کہ وہ اہل السنت الجماعۃ کی پیروی کرے سنت وہ چیز ہے جو آنحضرت ﷺ نے (قولاً وفعلاً) مسنون قرار دی اور جماعت وہ (احکام ہیں جن پر) صحابہ کرامؓ خلفائے اربعہ کی خلافت میں اتفاق کیا۔ (ص۶۰)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: غیر لازم کو لازم سمجھنا بدعت و ضلالت ہے اور اس کے تارک یا مانع پر ملامت کرنا اس کے بدعت ہونے کو اور زیادہ موکد کر دیتا ہے۔ (حسن العزیز ص ۶۷۲ ج ۱۔ وتحفۃ العلماء ص ۱۴۳ ج ۲۔)

مولانا عبدالشکور لکھنوی بدعت کے معنی تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ''اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے اور کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ہو نہ کتاب اللہ سے نہ احادیث سے نہ اجماع محدثین سے نہ قیاس شرعی سے۔

(علم الفقہ ۱۳/۲۳۱)

مفسر قرآن مولانا عبدالحق بدعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شرع میں بدعت دین میں کمی زیادتی کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کی

جائے اور شارعؑ کے قول یا فعل سے صراحۃً یا اشارۃً اس کی اجازت نہ پائی جائے۔
تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو چیز نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہو، خواہ حضرت ﷺ نے
اس کو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپ ﷺ کے روبرو کیا ہو اور آپ نے منع نہ کیا
ہو، سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں بلکہ سنت ہے اور جو چیز آپ ﷺ کے زمانہ میں نہیں وہ
مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر وہ از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق
بدعت نہیں بشرطیکہ ممنوعؑ نہ ہو اور اگر قسم عبادت ہے پس وہ صحابہ کے عہد میں یا تابعین
یا تبع تابعین کے یا بعد اس کے پس اگر صحابہ کے دور میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں
بشرطیکہ صحابہ نے بعد خبر پانے کے منع نہ کیا ہو جیسا کہ قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا جب
مروان نے پڑھا تو ابو سعید خدری نے منع کیا (تو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا
بدعت ہوگا)۔ اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئی تو وہ بھی بدعت نہیں
بشرطیکہ ان لوگوں نے خبر پا کر اس کو منع نہ کیا ہو (اگر منع کیا تو وہ بدعت ہوگی)۔ صحابہ،
تابعین، تبع تابعین کے زمانہ کی چیز اس لئے بدعت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (مشکوٰۃ: ۳۰)۔ کہ
سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کا جو ان کے بعد
ہوں یعنی تبع تابعین، پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ خود بخود گواہی دیتے
پھرا کریں گے اور امانت میں خیانت کریں گے۔ پس بموجب حدیث ان تینوں زمانوں
کا اعتبار ہے اور ان کے عہد میں خیر ہے اور ان کے بعد پھر شر ہے۔ اور اگر ان تینوں
زمانوں کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور اس کو ادلہ شرعیہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعؑ
امت، قیاس مجتہدین سے مطابق کیا جائے گا، پس ان کا نظیر ان تینوں زمانوں میں پایا
جائے گا اور وہ کسی ادلہ شرعیہ سے ثابت ہوگئی تو بدعت نہ ہوگی اور اگر ان کا نظیر ان تینوں
زمانوں میں نہ پایا گیا یا وہ کسی ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ ہوئی تو بدعت ہے، گو اس کا موجد
کوئی کیوں نہ ہو، مولوی، درویش، مکی، مدنی، شیخ، سید۔ (عقائد اسلام: ۱۳۳)

محدث اعظم امام اہل السنت حضرت استاذ العلماء مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور
اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: شرعی بدعت وہ ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد پیدا ہوئی ہو اور اس پر قولاً و فعلاً

یا صراحۃ واشارۃ کسی طرح بھی شارعؑ کی طرف سے اجازت موجود نہ ہو یہی وہ بدعت ہے جس کو بدعت ضلالۃ اور بدعت قبیحہ اور بدعت سیئہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(راہ سنت ص ۹۸)

بدعت کی دو قسمیں ہیں

۱: بدعت اعتقادی ۲: بدعت عملی

بدعت اعتقادی یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اور پارٹی ایسے عقائد ونظریات رکھے جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ وتبع تابعین کے خلاف ہوں پھر ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کے مطابق آگے ان کی بہت سی قسمیں بن جاتی ہیں بعض صریح کفر ہیں جیسے قادیانیوں کا عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بعض اعتقادی بدعتیں کفر تو نہیں مگر ضلالت وگمراہی ضرور ہیں۔

عملی بدعت یہ ہے کہ عقیدہ میں تو تبدیلی نہ ہو مگر بعض اعمال ایسے اختیار کئے جائیں جو سلف صالحین سے منقول نہیں۔

بدعتی کون ہے؟

علامہ ابن الجوزی لکھتے ہیں:

''اہل سنت وہی لوگ ہیں جو آثار رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین کی اتباع کرتے ہیں (جو طبقۂ صحابہؓ وتابعین ومابعد میں متواتر ظاہر چلے آرہے ہیں) اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو جماعت کا متواتر طریقہ چھوڑ کر ایسی چیز ظاہر کرتے رہتے ہیں جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور نہ وہ کسی اصل شرعی پر مبنی ہے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۳۲)

کیا ہر نئی چیز بدعت ہے؟

یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ احادیث میں جس بدعت کی مذمت آئی ہے اس سے وہ بدعت مراد ہے جسے شرعی اعتبار سے بدعت کہا جائے اور شرعی اعتبار سے بدعت کی تعریف اور

اس کے متعلق کافی وضاحت پہلے آچکی ہے اس لئے ہرنئی بات کو بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو عمل فی الدین یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کے ہو اور اسے دین قرار دے کر اور عبادت وغیرہ دینی امور کی طرح اور رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کیا جائے۔ حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو نہ قرآن وسنت سے نہ قیاس واجتہاد سے جیسے عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا اضافہ وغیرہ وغیرہ، تو یہ بدعت ہے اور جو نیا کام للدین ہو یعنی دین کے استحکام اور مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل وتحصیل کے لئے ہو، اسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جا سکتا جیسے قرآن جمع کرنے کا مسئلہ، قرآن میں اعراب لگانا، کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ نام رکھنا، اسی طرح احکام فقہ کا مدون کرنا اور ان کو مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی رکھنا، مدارس، مکاتب اور خانقاہیں بنانا اور ان تمام امور کو بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح آج کل کی نوایجاد چیزیں سفر کے جدید ذرائع، ریل موٹر، ہوائی جہاز وغیرہ ان چیزوں کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا اس لئے کہ ان کو دین اور ثواب اور رضائے الٰہی کا کام سمجھ کر استعمال نہیں کیا جاتا لہذا جو لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جب ہرنئی چیز بدعت ہے تو یہ تمام نوایجاد اشیاء بھی بدعت ہونا چاہئے اور ان کو استعمال نہ کرنا چاہئے، یہ صریح جہالت ہے یا عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۱۹۰)

اہل بدعت خدا اور رسول بھول گئے
قرآن و حدیث اور فقہی اصول بھول گئے
خدا اور رسول جس پر خاموش رہے
اس خاموشی کے اصل اصول بھول گئے
پیوند لگا کر اعمال کو بڑھایا
قرآنی آیات اطیعو اللہ و اطیعو الرسول بھول گئے
دین کو بگاڑ کر سنت کو مٹایا
کل بدعة ضلالة ارشاد رسول بھول گئے
من احدث فی امرنا کو بھلایا
بدعت کے معنی بدعتی جہول بھول گئے

بدعت کی پہچان

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

بدعت کی ایک پہچان بتلاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن وحدیث، اجماع اور قیاس چاروں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو، اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، وہ بدعت ہے۔ اس کی پہچان کے بعد دیکھ لیجئے کہ ہمارے بھائیوں کے جو اعمال ہیں (مثلاً بارہ ربیع الاول کی رسمیں عید میلاد النبی اور عرس وغیرہ) جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے ثابت نہیں ہیں اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے یا نہیں؟ بدعت کی قباحت کا راز یہ ہے کہ اس میں اگر غور کیا جائے تو پھر بدعت کے منع ہونے میں تعجب نہ ہو۔ روزمرہ میں اس کی مثال دیکھئے، اگر کوئی صاحب جو گورنمنٹ کے اطاعت گذار بھی ہوں، وہ گورنمنٹ کے قانون کو طبع کریں اور اخیر میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ کر دیں اور (وہ اضافہ شدہ قانون) ملک وسلطنت کے لئے بے حد مفید بھی ہو تب بھی اس کو جرم سمجھا جائے گا اور یہ شخص سزا کا مستحق ہوگا۔ پس جب دنیا کے قانون میں ایک قانون کا اضافہ جرم ہے تو قانون شریعت میں ایک دفعہ (قانون) کا اضافہ جس کو شریعت کی اصطلاح میں بدعت کہتے ہیں، کیوں جرم نہ ہوگا؟ (مسائل شرک وبدعت: ۲۰۶)

بدعت متعدی مرض ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

من احب ان یکرم دینہ فلیعتزل مخالطة الشیطان و مجالسة اصحاب الاھوا فان مجالستھم الصق من الجرب

(ترجمان السنة ص۵۸ ج ۱)

''جو شخص تم میں اپنے دین کی قدر کرنا چاہے، اسے شیطانی افعال اور اصحاب اہوا (اہل بدعت) سے علیحدہ رہنا چاہئے کیونکہ ان کے پاس بیٹھنے سے ان کی بیماری خارش سے زیادہ اثر کرتی ہے۔''

بدعت شیطانی ایجاد ہے

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان ابلیس قال اھلکتھم بالذنوب فاھلکونی بالاستغفار فلما رأیت ذالک اھلکتھم بالاھواء فھم یحسبون انھم مھتدون فلا یستغفرون (الترغیب والترھیب: ۱/۶۵)

ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے برباد کر دیا (جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ہو گئے) تو لوگوں نے مجھے توبہ واستغفار سے ہلاک کر دیا (اس طرح انہوں نے میری محنت رائیگاں کر دی) جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے خواہشات نفسانی (بدعات) میں ان کو مبتلا کر کے ہلاک و برباد کر دیا (یعنی سنت کے خلاف ایسے امور ایجاد کیے جو ان کی خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں، پس توبہ و استغفار بھی نہیں کرتے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ بدعات سنت کے مقابلہ میں شیطان نے ایجاد کی ہیں۔ اب بدعتی چاہے عشق رسول کے کتنے ہی دعوے کرے، خود ساختہ درود کے الفاظ بھی رٹتا رہے، محنت ومجاہدے بھی کرے، مگر بایں ہمہ وہ شیطان کا تابعدار، ابلیس کا مرید، نفسانی خواہشات کا اسیر ہے اور ان بدعات کو دین، کار ثواب، اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر کر رہا ہے اور مرتے وقت بھی انہی بدعات پر کاربند رہنے کی وصیت کر کے اپنی عاقبت خراب کرتا ہے اور یہی شیطان لعین کی منشا اور مقصد ہے کہ گناہ گار تو کسی وقت بھی ندامت کے آنسو بہا کر توبہ کر سکتا ہے اور شیطان کی تمام محنت رائیگاں ہو سکتی ہے مگر بدعت پرست ایسے اندھے دھوکے میں مبتلا رہتا ہے کہ اسے توبہ کرنے کی توفیق بھی نہیں ملتی۔

بدعات کی مذمت قرآن کریم کی آیات مقدسہ میں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مقامات پر بدعات کی مذمت اور ان کے دینی، دنیوی اور اخروی نقصانات بیان فرمائے ہیں، یہاں چند آیات مفسرین کے تفسیری

نکات سمیت پیش کیے جاتے ہیں۔

ا۔ اہل بدعت کے اعمال دنیا میں ہی ضائع ہو جاتے ہیں

قرآن میں رب العزت نے متعدد جگہ بدعت کی مذمت فرمائی ہے اور اس کے مرتکب کو آخرت میں اہل خسران میں سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العالمین ہے:

قل هل أنبئكم بالاخسرين اعمالاً الذين ضل سعيهم فى الحيٰوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً☆

(الكهف: ۱۰۳، ۱۰۴)

ترجمہ: ''آپ فرمایئے کہ میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیا کی زندگی میں ضائع اور بے کار ہوگئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی بغدادی حنفی لکھتے ہیں:

وسئل ابن الكوا عليا كرم الله وجهه عنهم فقال منهم اهل حروراء يعني الخوارج. (تفسير روح المعانى ج۹ ص ۴۸)

''ابن الکوا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان لوگوں کے متعلق دریافت کیا جن کے اعمال دنیا میں ہی ضائع ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ''اہل حرورا یعنی خوارج بھی انہی لوگوں میں ہیں۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ''حضرت علیؓ نے فرمایا۔ حرورا یعنی خارجی مراد ہیں۔ خارجیوں کا فرقہ ہی سب سے پہلا گروہ تھا جس نے صحابہ کرامؓ اور صحابہؓ کے رفقاء کے خلاف بغاوت کی اور بغاوت کو حق سمجھا۔ حضرت علیؓ کے اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ آیت میں بدعتی اور نفسانی میلانات کے پرستار مراد ہیں، جن کے مؤسس اور بانی خارجی تھے۔ (تفسیر مظہری ج۷ ص۷۸)

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان هذا الاية الكريمة تشمل الحرورية كما تشمل اليهود

والنصریٰ و غیرهم لانها نزلت فی هؤلاء علی الخصوص ولا هؤلاء بل هی اعم من هذا فان هذهٖ الاية مكية قبل خطاب اليهود والنصاری وقبل وجود الخوارج الكلية وانما هی عامة فی كل من عبدالله علی غير طريقة مرضية يحسب انه مصيب فيها وان عمله مقبول وهو مخطئ وعمله مردود.

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۳ ج ۳)

''یہ آیت کریمہ جیسے یہود و نصاریٰ کو شامل ہے اسی طرح خارجیوں کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ آیت عام ہے، کسی ایک فرقہ کے متعلق خاص طور پر نازل نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں یہود و نصاریٰ مخاطب نہیں تھے، اور خارجیوں کا تو اس وقت وجود تک بھی نہ تھا۔ بلکہ یہ آیت عام ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اس طریقے سے بجالائے جو طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تو، اگر چہ وہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہو کہ میں نے آخرت کے لئے بہت کچھ جمع کر لیا اور میرے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور مقبول ہیں۔ لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے۔ اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں۔''

کتنے خسارے کی بات ہے کہ ایک آدمی ساری زندگی عمل کرتا ہو اور اس کو درست عین ثواب اللہ کو راضی کرنے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب سمجھتا ہو، لیکن وہ عمل شریعت کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر ہو، پیغمبر ﷺ کے سکھائے ہوئے طریقے سے میل نہ کھاتا ہو تو وہ عمل دنیا ہی میں ضائع اور تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ اور اس مسکین کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ میں نے بدعت کی ملاوٹ کر کے عمل ضائع کر دیا۔ بلکہ امید لگائے بیٹھا ہو۔ لیکن جب قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے جائیگا تو کچھ بھی نہیں پائے گا اور کف افسوس ملتے ہوئے یوں گویا ہوگا:

یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا. (الفرقان)

''ہائے افسوس! میں رسول ﷺ کی اطاعت کرتا۔'' رسول ﷺ کے طرز عمل کو اپناتا، رسول ﷺ کے عمل جیسا عمل کرتا۔ ہائے افسوس! میں بدعت سے بچتا، اپنے نفس کی

خواہش سے احتراز کرتا، رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ عمل میں اپنی طرف سے پیوند نہ لگاتا، کمی زیادتی نہ کرتا۔ لیکن ....

۲۔ بدعت مصیبت و پریشانی کا دروازہ ہے

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنة او یصیبھم عذاب الیم (النور ۶۳)

ترجمہ: ''جو لوگ رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر زبردست مصیبت نہ آ پڑے یا انہیں کوئی دکھ دینے والا عذاب نہ پہنچے۔''

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای عن امر رسول ﷺ وھو سبیله و منھاجه و طریقته وسنته وشریعته فتوزن الاقوال والاعمال بأقواله واعماله فما وافق ذلک قبل وما خالفه فھو مردود علی قائله وفاعله کائنا من کان کما ثبت فی الصحیحین وغیرھما ان رسول الله ﷺ انه قال من عمل عملا لیس علیه امرنا فھو رد ای فلیحذر ولیخشی من خالف شریعة الرسول باطنا وظاھراً ان تصیبھم فتنة ای فی قلوبھم من کفر او نفاق او بدعة . (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۹۱)

ترجمہ: ''جو لوگ امر رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ امر رسول آپ ﷺ کا راستہ، آپ ﷺ کا نہج، آپ ﷺ کا طریقہ، آپ ﷺ کی سنت، آپ ﷺ کی شریعت ہے۔ پس اپنے اقوال اور اعمال کو آنحضرت ﷺ کے اقوال و اعمال سے ملانا چاہئے جو اس کے موافق ہوں، مقبول ہیں۔ اور جو اس کے خلاف ہوں، وہ مردود ہیں۔ اور اپنے کہنے والے اور کرنے والے کے لئے وبال ہیں۔ جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم نہ ہو وہ مردود ہے۔ پس ڈرنا چاہئے اس شخص کو جو ظاہراً و باطناً شریعت محمدی ﷺ کی مخالفت کرتا ہے کہ کہیں زبردست مصیبت میں گرفتار نہ کیا جائے۔

اور فتنہ سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں کفر، نفاق اور بدعت کا بیج بو دیا جاتا ہے۔"

اس آیت میں ان بدعت پرستوں کے لئے انتہائی سخت وعید ہے جو امر رسول ﷺ، سنت رسول ﷺ، فرمان رسول ﷺ، نہج رسول ﷺ کی مخالفت کر کے بدعات و رسومات و خواہشات پر عمل پیرا ہیں۔ اور وہ وعید دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں مصیبتوں، پریشانیوں اور دردناک عذابوں کی ہے۔ آج امت کو جتنی پریشانیاں، مصیبتیں درپیش ہیں وہ سب اعراض من امر رسول ﷺ کا نتیجہ ہیں۔ ہر شخص سنت اور طریقہ سنت سے نالاں ہے۔ رسم و رواج، بدعات اور برادری کے طور طریقے پر کاربند ہے۔ اور یہی سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑا غم ہے۔

۳۔ بدعت سے فرقہ واریت پھیلتی ہے

ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعا کل حزب بما لدیه فرحون. (الروم ۳۱، ۳۲)

"اور شرک کرنے والوں میں سے نہ بنو جنہوں نے دین پارہ پارہ کر لیا اور بہت سے گروہ ہو گئے۔ ہر گروہ اپنے اس طریقے پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جن لوگوں نے اپنی خواہشات کے زیر اثر اپنے اپنے معبود الگ الگ بنا لئے اور دین کے طریقے کو بدل ڈالا، تم ان مشرکین میں سے نہ ہو۔ ان مشرکین میں سے ہر گروہ مگن ہے اس طریقے پر جس پر وہ قائم ہے۔ ہر گروہ کا امام جدا ہے، جس نے اس کے لئے دین تراش لیا ہے اور پورا گروہ اس کے پیچھے چل رہا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں سے مراد اس امت کے اہل بدعت ہیں جنہوں نے دین حق کو چھوڑ کر اپنی اپنی خواہشات کا اتباع کر لیا ہے۔ ان کو مشرک اس وجہ سے فرمایا کہ ان کے ہر گروہ نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔"

(تفسیر مظہری ج۹ ص ۱۲۹)

امام ابو عبداللہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تاولہ ابوھریرہ و عائشہ وابوامامہ انہ لاھل القبلۃ من اھل الاھوا والبدع. (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۲).

''حضرت ابوھریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں میں سے خواہش پرست واہل بدعت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

فاھل الادیان قبلنا اختلفوا فیما بینھم علی اراء ومثل باطلۃ و کل فرقۃ منھم تزعم انھم علی شیٔ وھذہ الامۃ ایضا اختلفوا فیما بینھم علی نحل کلھا ضلالۃ الاواحدۃ وھم اھل السنتۃ والجماعۃ المتمسکون بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ ﷺ وبما کان علیہ صدر الاول من الصحابۃ والتابعین فی قدیم الدھر و حدیثہ کما رواہ الحاکم فی مستدرکہ انہ سئل ﷺ من الفرقۃ الناجیۃ منھم فقال من کان علی ما انا علیہ و اصحابی.

(تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۲۹۰)

''ہم سے قبل ادیان سابقہ میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا، باطل مثالوں اور آراء پر جم گئے اور ہر فرقہ دعویٰ کرتا رہا کہ وہ ہی حق پر ہے۔

اسی طرح اس امت میں بھی آپس میں اختلاف اور تفرقہ پڑا۔ ایک جماعت کے سوا تمام فرقے گمراہی پر ہیں اور وہ ہدایت یافتہ جماعت اہل سنت والجماعت ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو مضبوط پکڑنے والی ہے۔ جس پر صدر اول میں صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ مسلمین عمل پیرا تھے۔ گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی، جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے، کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ان سب میں نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، وہ لوگ جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

۴۔ بدعت اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے

ان الذین اتخذو العجل سینالھم غضب من ربھم وذلة فی الحیوة الدنیا وکذالک نجزی المفترین. (اعراف ۱۵۲)

''بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا بہت جلد اس دنیوی زندگی میں ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا اور ذلت پڑے گی۔ ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔''

اس آیت میں یہود پر ان کے مشرکانہ عمل بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے غضب خداوندی اور ذلت و رسوائی کے مسلط ہونے کا ارشاد ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا۔ وکذلک نجزی المفترین جو بھی اللہ تعالی پر افتر پردازی کرے گا۔ اس کو یہی سزا ملے گی، ذلت و رسوائی اس پر مسلط کردی جائیگی۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

نائلة لکل من افتری بدعة فان ذل البدعة ومخالف الرشاد متصلة من قلبه علی کتفیه.

یہ سزا ہر بدعت ایجاد کرنے والے کو ملے گی۔ مخالفت حق اور بدعت کا بوجھ اس کے دل سے نکل کر اس کے کندھوں پر آپڑے گا۔'' ابو قلابہ جرمی نے یہ آیت پڑھی اور پھر فرمایا ھی واللہ لکل مفتر الی یوم القیمة (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۹۰)

''اللہ کی قسم ہر افترا پرداز بدعتی کو قیامت تک یہ سزا ملتی رہے گی۔''

علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وکذلک نجزی المفترین ای المبتدعین (تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۱۸۷)

''ہم افترا پردازوں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں یعنی بدعتیوں کو۔''

ہمارے زمانے کے بدعتیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ چہرے پر نحوست کے آثار نمایاں ہیں۔ ان پر چھائی ہوئی رسوائی ہر صاحب ایمان کے لئے تازیانہ عبرت ہے کہ بدعت سے دور رہو ورنہ یہی ذلت و رسوائی تم پر بھی چھا سکتی ہے۔

چہرے پہ ہے شکن تو زباں پر خروش ہے
منبر پر لازماً کوئی بدعت فروش ہے

۵۔ بدعات ٹیڑھے راستے ہیں

وعلى الله قصد السبيل ومنها جائر ولو شاء لهدٰكم اجمعين

(النحل ۹)

''اور اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے سیدھا راستہ اور بعض رستے ٹیڑھے بھی ہیں، اگر ہو چاہتا تو سب کو سیدھے رستے پر چلا لیتا۔''

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ایک ہی ہے اور وہ صرط مستقیم شاہراہ سنت ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام راستے ٹیڑھے ہیں۔ جو ان ٹیڑھے راستوں پر چلے گا، وہ کیسے اللہ تعالی تک پہنچے گا؟ وہ ٹیڑھے راستے بدعات وخواہشات کے رستے ہیں جو بندے کو اللہ تعالی سے دور کرتے ہیں۔ اور جتنا کوئی ان رستوں پر سبک رفتاری سے چلے گا، اتنا ہی اللہ تعالی سے دور ہوتا جائے گا۔

ترسم بکعبہ تو نہ رسی اے اعرابی
کیں رہ تو می روی ترکستان است

بدعات کے راستے شیطان کے راستے ہیں۔ اور شیطانی رستے پر رحمان تک پہنچنا کیوں کر ممکن ہو سکتا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انهم اهل الاهواء المختلفة (تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۵۵)

''جائر سے مختلف قسم کی خواہشات و بدعات والے مراد ہیں۔''

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

وهی طرق البدع والضلالات (اعتصام ج ۱ ص ۹۵)

''وہ ٹیڑھے رستے بدعات وگمراہیوں کے رستے ہیں۔''

سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں۔ ''قصد السبیل سے سنت طریقہ مراد ہے اور

جائر سے مراد جہنم میں جانے والے باطل و بدعت طریقے ہیں۔"

امام تفسیر حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔ "قصد السبیل سے مراد کمی اور زیادتی سے پاک وصاف راستہ ہے۔اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ جائر کمی اور زیادتی کرنے والے ہیں۔ وکلھما من اوصاف البدع۔اور یہ دونوں اہل بدعت کے اوصاف ہیں۔" (اعتصام ج۱ص۵۹)

۶۔ بدعتی کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں

ان الذین فرقوا دینهم و کانوا شیعا لست منهم فی شئ انما امرهم الی الله ثم ینبئهم بما کانوا یعملون. (انعام ۱۵۹)

"جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بہت سے فرقوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ پھر انہیں ان کے کیے ہوئے اعمال سے خبردار کر دے گا۔"

اس آیت میں واضح طور پر بتلا دیا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر غلط راستوں پر پڑ گئے اور بدعات و خواہشات میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ان کا کوئی تعلق نہیں، اللہ کے رسول ﷺ ان سے بری ہیں اگرچہ وہ اپنی زبانوں سے عشق رسول کے دعوے دن رات کرتے ہوں لیکن رب العالمین اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین ﷺ سے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ان بدعتیوں سے کوئی تعلق نہیں جو اپنی خواہش کے تابع ہو گئے اور دین میں اپنی مرضی سے زیادتی یا کمی کے مرتکب ہو کر فرقوں میں بٹ گئے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

هم اهل البدع و اشبهات و اهل الضلالة من هذه الامة.

(تفسیر قرطبی ج۷ ص ۹۷)

"ان الذین فرقوا دینهم سے اس امت کے اہل بدعت و شبہات اور گمراہ لوگ مراد ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ

رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے فرمایا:

ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا انما ھم اصحاب البدع واصحاب الاھواء، واصحاب الضلالۃ من ھذہ الامۃ یا عائشۃ ان لکل صاحب ذنب توبۃ غیر اصحاب البدع واصحاب الاھواء لیس لھم توبۃ وانا بریٔ منھم وھم منا برآء.

(تفسیر قرطبی ص۹۷ ج ۷، اعتصام ج ۱ ص ۶۰)

''جن لوگوں نے دین پارہ پارہ کیا اور فرقوں میں بٹ گئے، بے شک وہ اس امت کے اہل بدعت، اہل ھواء، گمراہ طبقے ہیں۔ اے عائشہ! اہل بدعت کے سوا ہر گناہگار کی توبہ قبول ہوتی ہے، لیکن خواہش پرست و بدعت پرست کی کوئی توبہ قبول نہیں۔ وہ مجھ سے بری اور میں ان سے بری ہوں۔''

مبتدعین کے لئے نہایت ہی عبرت کا مقام کہ جس نبی ﷺ کے عشق کا دعویٰ اپنی زبانوں سے کرتے ہیں۔ اس نبی ﷺ کا ارشاد ذرا غور سے پڑھیں کہ وہ ان کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا ان بدعت پرستوں سے کوئی تعلق نہیں اور ان کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ پیغمبر ﷺ ہر بدعتی سے بیزاری کا اعلان فرما رہے ہیں اور ہر بدعتی آنحضرت ﷺ سے عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایں چہ بوالعجبیست!

ان سے محبت کا ہر شخص مدعی ہے
مگر ان کی طرف سے اعلان بیزاری ہے

بدعتی کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنی بدعت کو کار ثواب اور عین دین سمجھ کر کرتا ہے۔ توبہ گناہ سے کی جاتی ہے۔ اور جو اپنے گناہ کو کار ثواب اور دین سمجھے تو اسے توبہ کی توفیق کیسے ہو سکتی ہے؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اصل دین حق کے ساتھ اپنی من پسند چیزوں کو شامل کر لیا، خواہ شیطانی اغواء سے یا اپنی نفسانی خواہشات کے دباؤ سے۔ بہرحال دین میں خلط ملط کر کے اپنے اپنے گروہ بنا لئے۔ اس مطلب پر تفریق دین کرنے والوں

سے مراد صرف گزشتہ فرقے ہی نہ ہوں گے بلکہ سلف ہوں یا اسلام میں بدعتوں کو شامل کرنے والے، سب ہی کو یہ لفظ شامل ہوگا۔'' (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۲۵۲)

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

هم اصحاب الاهواء والبدع. (اعتصام ج ۱ ص ۶۱)

''دین کو پارہ پارہ کرنے والے اور فرقہ بندیوں میں تقسیم ہونے والے خواہش پرست اور بدعتی لوگ ہیں۔''

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قال المجاهد ان الذين فرقوا دينهم من هذه الامة هم اهل البدع والشبهات واعلم ان المراد من الاية الحث علىٰ ان تكون كلمة المسلمين واحدة وان لا يتفرقوا في الدين ولا يبتدعوا البدع. (تفسیر كبير ج ۱۳ ص ۹)

''امام تفسیر حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس امت میں جن لوگوں نے دین کو پارہ پارہ کیا وہ اہل بدعت واہل شبہات ہیں۔ آیت کا مقصود امت کو اجتماعیت وکلمہ واحدہ پر آمادہ کرنا ہے اور یہ کہ دین میں فرقہ بندیوں اور بدعات سے احتراز کرے''۔

۷۔ اہل بدعت گمراہی پھیلانے والے ہیں

فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والرسخون في العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا. (آل عمران ۷)

''پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور غلط مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا؛ اور راسخین فی العلم بھی یہی کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گمراہی پھیلانے والوں کی وضاحت فرمائی ہے کہ

جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے، نفسانی خواہشات یا ذاتی مفاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، وہ محکمات سے آنکھیں بند کر کے متاشبہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور ان سے اپنی خواہش کے مطابق معانی نکال کر لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے اور گمراہ کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔

علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں:

انهم اهل البدع. (اعتصام ج ۱ ص ۵۵)

''اس سے مراد اہل بدعت ہیں۔''

کیونکہ اہل بدعت ہی قرآن کریم کی آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق قرآن کریم کی آیتوں کے معنی بیان کرتے ہیں، جو صحابہؓ، تابعینؒ، ائمہؒ، مفسرینؒ میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہیں۔ علامہ شاطبیؒ آگے لکھتے ہیں:

وهذا الوصف موجود فی اهل البدع كلهم. (اعتصام ج ۱ ص ۵۵)

''اور یہ وصف (ذہنی کج روی اور ذہنی فتور) تمام اہل بدعت میں پایا جاتا ہے۔''

۸۔ اہل بدعت کی طرح مت بنو

ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جائهم البينات

(آل عمران ۱۰۵)

''اور ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے واضح دلائل کے آجانے کے بعد اختلاف کیا اور متفرق ہوگئے۔''

وعن قتادہ فی قولہ تعالی كالذين تفرقوا واختلفوا يعنی اهل البدع. (اعتصام ج ۱ ص ۵۶)

''حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تفرقوا واختلفوا سے اہل بدعت مراد ہیں۔''

یعنی تم سے پہلے جن لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا اور توراۃ وانجیل کے غلط معنی ومطلب نکال کر بدعات وخواہشات کی پیروی کر کے فرقہ بندیوں کے شکار ہوگئے۔ تم بھی ان کی طرح بدعات میں پڑ کر تفرقہ بازی کا شکار نہ ہونا۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

هم المبتدعة من هذه الامة (تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۷)

''تفرقہ واختلاف کرنے والوں سے مراد اس امت کے مبتدعین اہل بدعت ہیں۔''

۹۔ قیامت کے دن اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے

يوم تبيض وجوه و تسود وجوه (آل عمران)

''اس دن (یعنی قیامت کے دن) بعض چہرے سفید روشن ہونگے اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔''

علامہ فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

هم اهل البدع والاهواء من هذه الامة. (تفسیر کبیر ج۸ ص۱۸۸)

''سیاہ چہرے والوں سے مراد اس امت کے اہل بدعت اور خواہش پرست ہیں۔''

فقال ابن عباس تبيض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدعة. (تفسیر القرطبی ج۴ ص۱۰۷، تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۵۸۴)

''حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، سفید روشن چہرے اہل سنت کے ہوں گے اور سیاہ چہرے اہل بدعت کے ہوں گے۔''

اور یہی الفاظ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کئے گئے ہیں۔ (دیکھئے تفسیر قرطبی ص ۱۰۸، ج۱)

۱۰۔ اہل بدعت اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم ہیں

وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون. (انعام ۱۵۳)

''یہ (دین اسلام اور اس کے احکامات) میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر مت چلو۔ کیونکہ وہ راستے تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گی۔ اسی کی تمہیں تاکید کی جاتی ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔''

قال المجاهد فی قوله ولاتتبعوالسبل قال البدع

(تفسیر قرطبی ج۷ ص ۱۵۳)

''حضرت مجاہد فرماتے ہیں، السبل سے مراد بدعات ہیں۔''

علامہ الوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں:

عن مجاھد انھا البدع والشبھات. (تفسیر روح المعانی ص۵۷)

''حضرت مجاہد فرماتے ہیں السبل سے بدعات وشبہات مراد ہیں۔''

۱۱۔ اہل بدعت اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں ہو سکتے

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم والله غفور الرحیم. (آل عمران ۳۱)

''کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ھذه الاية الكريمة حاكمة على من ادعى محبت الله وليس هو على طربقة المحمديه كانه كاذب فی دعواه فی نفس الامر حتى يتبع الشرع المحمدی والدين النبوی فی جميع اقواله وافعاله ....

''یہ آیت فیصلہ کرنے والی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن درحقیقت وہ طریقہ محمدیہ پر نہیں ہے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے تمام اقوال وافعال میں شریعت محمدیہ اور طریقۂ نبویہ ﷺ کی تابعداری نہ کرے۔''

آگے لکھتے ہیں:

ای یحصل لکم فوق ما طبتم من محبتکم اياه وهو محبته اياكم وهو اعظم من الاول كما قال بعض العلماء الحكماء ليس الشان

ان تحب انما الشان ان یحب.

''یعنی جب تم سنت نبویہ ﷺ کی پیروی کرو گے تو وہ تمہاری چاہت سے زیادہ تمہیں عطا کرے گا۔ یعنی وہ خود تمہارا چاہنے والا بن جائے گا۔ اور یہ پہلے سے بڑھ کر شرف ہے۔ جیسا کہ علماء وفقہاء کا قول ہے کہ تمہارا چاہنا کوئی چیز نہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے چاہنے لگ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۶)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تک رسائی کا راستہ اور طریقہ بتا دیا کہ جو شخص مجھ تک رسائی حاصل کرنا چاہے اور مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے تو اس کی دلیل میرے حبیب ﷺ کی تابعداری ہے۔ اس کے علاوہ تمام راستے بند ہیں۔ اطاعت رسول ﷺ کے سوا کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص بدون اطاعت رسول ﷺ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ انتہائی جھوٹا ہے، کیونکہ اس قسم کا دعویٰ تو نصاریٰ بھی کرتے تھے۔ نحن ابناء اللہ و احبائہ۔ ''ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہیں۔''

اور اسی قسم کے دعوے آج کے مبتدعین بھی کرتے ہیں۔ عشق رسول ﷺ کے دعوے کر کر کے تھکتے نہیں لیکن اقوال وافعال میں سنت رسول ﷺ کی کوئی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔

۱۲۔ اہل بدعت کا ٹھکانہ جہنم ہے

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم وسآءت مصیرا.

(النساء : ۱۱۵)

''اور جو شخص راہ ہدایت کھل جانے کے بعد بھی رسول ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلے گا، ہم بھی اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ خود پھرا اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔''

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ای ومن سلک غیر طریق الشریعة التی جاء بها الرسول ﷺ فصار فی شق والشرع فی شق و ذلک عن عمد منه بعد ما ظهر

له الحق و تبين له و اتضح له. (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

''یعنی جو شخص پیغمبر ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے خلاف چلے کہ شریعت ایک طرف ہو اور اس کی راہ ایک طرف ہو اور یہ حق کے صاف ظاہر اور روشن ہونے کے بعد عمداً اس نے یہ ٹیڑھا راستہ اختیار کیا ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ مطہرہ، طریقۂ سنت اور مسلمانوں کے اجتماعی راستے کو چھوڑ کر اپنی مرضی سے خواہشات و بدعات کی پیروی کرے گا، ہم اس کو اس کے اختیار کردہ راستے پر چلا دیں گے۔ لیکن پھر اس کا محاسبہ کریں گے کہ اس نے رسول ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت کیوں کی؟ غلط راستے پر کیوں چلا، اتباعِ رسول ﷺ سے منحرف کیوں ہوا؟ اور جب حساب ہو گا تو مخالفتِ رسول ﷺ کی پاداش میں اسے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا، جو بہت ہی بری جگہ ہے۔

۱۳۔ اہل بدعت کے دل ٹیڑھے ہیں

فلما زاغوا ازاغ الله قلوبهم والله لا يهدى القوم الظالمين.

(صف ۵)

''پھر جب وہ ٹیڑھے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں بنی اسرائیل کے ٹیڑھے پن کا تذکرہ ہے کہ جب وہ حق سے پھر گئے، خواہشات کی طرف راغب ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور زیادہ ٹیڑھا کر دیا اور ہدایت کی توفیق ان کے دلوں سے چھین لی۔

یہ آیت عام ہے، جو بھی حق سے پھرے گا اور ٹیڑھا پن اختیار کرے گا، نفسانی خواہشات و بدعت کی راہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ہدایت کی توفیق چھین لے گا اور اس کو اس کی گمراہی، بدعات و رسومات میں حیران و سرگردان چھوڑ دیگا۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

فلما عدلوا عن اتباع الحق مع علمهم به ازاغ الله قلوبهم من

الهدی واسکنها الشک والحیرہ والخذلان.

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۵۶۱)

"جب وہ لوگ باوجود علم کے حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے خالی کر دیئے اور ان میں حیرانگی، شک اور خذلان سما گئی۔"

جو شخص بدعات اختیار کرتا ہے، اس کے دل سے اللہ تعالیٰ قبولیت و ہدایت کی توفیق چھین لیتا ہے۔ پھر باوجود علم کے بھی راہ راست پر نہیں آتا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها ولهم اذان لا یسمعون بها اولئک کالانعام بل هم اضل واولئک هم الغافلون. (الاعراف)

"ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں، آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ یہ ایسے ہیں جیسے جانور بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، اور یہی لوگ غافل ہیں۔"

نام کے تو انسان ہیں اور بظاہر ان کی آنکھیں اور کان بھی ہیں، سینہ کے اندر دل بھی موجود۔ لیکن دراصل نہ ان میں انسانیت کی رمق ہے اور نہ ہی ان کے دل آنکھ کسی کام کے ہیں۔ بلکہ جانور سے بھی پرلے درجے کے بے وقوف ہیں۔ کیونکہ جانور بھی اپنے مقصد حیات کو سمجھتے ہیں، چلتے پھرتے ہیں، اپنے لئے غذا حاصل کرتے ہیں، مضر و نقصان دہ چیزوں سے بھاگتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اپنے مقصد حیات سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۴۔ اہل بدعت کے جلسہ جلوس اور دیگر تقریبات میں شرکت حرام ہے

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم آیات الله یکفر بها ویستهزء بها فلا تقعد وامعهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره انکم اذا مثلهم. (النساء: ۱۴۰)

''اور اللہ نے تم پر قرآن میں حکم اتارا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں پر انکار اور مذاق ہوتا سنو تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو، یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوں ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے''۔

اس آیت کے تحت علامہ محمود آلوسی بغدادی لکھتے ہیں:

واستدل بعضهم بالاية علي تحريم مجالسة الفساق والمبتدعين من اى جنس كانوا واليه ذهب ابن مسعود وابراهيم وابو وائل وبه قال عمر بن عبدالعزيز. (تفسیر روح المعانی ج۴ ص ۱۷۴)

بعض مفسرین نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ ہر قسم کے فساق اور بدعتیوں کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے اور یہی قول عبداللہ بن مسعود ابراہیم، ابو وائل اور عمر بن عبدالعزیز کا ہے۔

ابوعبداللہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن الضحاک قال ذخل فی هذه الآیة کل محدث فی الدین مبتدع الی یوم القیٰمة. (تفسیر قرطبی ج۵ ص ۲۶۸)

''امام ضحاک فرماتے ہیں: کہ اس آیت کے تحت ہر وہ شخص داخل ہے جو دین میں نئی بات نکالے اور قیامت تک ہر بدعتی بھی اس میں شامل ہو گیا''۔

اور یہی الفاظ تفسیر معالم التنزیل میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہیں گناہ پر راضی ہونا گناہ اور کفر پر راضی ہونا کفر ہے اس لئے ایسی مجالس سے منع کیا گیا ہے اور جب ہر قسم کے گناہ کی مجلسوں میں شرکت ناجائز ہے تو پھر اہل بدعت کے جلسہ جلوس میں جہاں بدعات کا تذکرہ ہو اور بدعات کی دعوت دی جا رہی ہو تو اس میں بھی شرکت کرنا اس آیت کی رو سے حرام ہے ایک روایت میں ہے: **من کثر سواد قوم فهو منهم** ''جو شخص کسی قوم کے مجمعے کو بڑھا دے وہ انہی میں سے ہے''۔

بہت سے لوگ محرم اور ربیع الاول کے جلوسوں میں محض تماش بین کی حیثیت سے شرکت کرتے ہیں حالانکہ ان کا عقیدہ اہل بدعت والا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ گناہگار ہو جاتے ہیں لہٰذا اہل حق کسی بھی معصیت اور گناہ والی مجلسوں میں شرکت کر کے اپنے آپ کو مفت میں

گنہگار نہ کریں۔امام ربانی ابوحنیفہ ثانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔"ہر مبتدع کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعت کا شریک ہونا حرام ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۷)

ماننے والوں کے لئے ایک آیت بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے پورے قرآن کا انکار کر بیٹھتے ہیں کیونکہ ہدایت اس ذات بے نیاز کے ہاتھ میں ہے جس نے صاحب قرآن کے حقیقی چچا کو محروم کر کے جہنم کا ایندھن بنایا اور ہزاروں میل دور سے لا کر غلاموں کو ہدایت سے سرفراز کر کے تخت شاہی پر بٹھادیا۔ **من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔**

بدعت کی مذمت احادیث رسول ﷺ میں

نور ہدایت صاحب سنت حضرت محمد ﷺ نے بدعات کی شدید قباحتیں بیان فرمائی ہیں۔اور اپنی سنت کی مخالفت سے مختلف انداز میں ڈرا کر باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور سنت ہی کو کامیابی و کامرانی، دنیوی چین وسکون اور اخروی نجات اور بلندی درجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔چند احادیث شارحین کے اقوال کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ہر بدعت مردود ہے

بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد.

(بخاری ص ۱۰۹۲ ج ۲ ،مسلم ص ۷۷ ج ۲ ،مشکوۃ ص ۲۷ ، ابن ماجہ ص ۳)

"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے، وہ مردود ہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین مکمل ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی نہیں اور جو شخص اس دین میں نئی چیزیں نکالے گا، جس کی قرآن وسنت میں کوئی سند نہ ملتی ہو نہ ظاہراً اور نہ معناً اس کی سند کسی اسلامی نظریہ سے مستنبط ہو، تو وہ عمل، وہ عقیدہ، وہ رائے مردود ہے، ملعون ہے،

شریعت سے دور ہے۔

۲۔ دوسری روایت

امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد ﷺ و شر الامور محدثاتھا و کل بدعة ضلالة.

(مسلم ص ۲۸۵ ج ۱، مشکوۃ ص ۲۷، ابن ماجہ ص ۶)

''بعد ازاں، بے شک سب سے بہتر بات اللہ تعالی کی کتاب (یعنی قرآن) ہے اور سب سے بہتر راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے۔ اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جو (دین میں) نئی نکالی گئی ہو، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

نسائی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

و کل ضلالة فی النار. (نسائی)

''اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے امام اہلسنت قاطع البدعت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنی ھدیٰ اور سیرت کا بدعت سے تقابل کر کے یہ بات واضح کر دی کہ آپ ﷺ کی سیرت اور نمونے کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا، وہ سب بدعت ہوگا۔ اور بدعت گمراہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بدعت بری نہیں تا کہ دنیوی ایجادات بھی مذموم نہ ہو جائیں۔ بلکہ وہ بدعت بری ہے جو کتاب اللہ اور ہدیٰ محمد ﷺ کے خلاف ہو۔ لہذا جو چیز کتاب و سنت کی روش کے خلاف نہ ہوگی، وہ بدعت اور گمراہی نہ ہوگی۔ اور گمراہی سے خدا تعالی کبھی راضی نہیں ہوتا۔ بلکہ برائی کو مٹانے کے لئے اس نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو مبعوث کیا اور ان پر کتابیں، صحیفے اور وحی نازل فرمائی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ

نے اہل بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم وتوقیر کرنے سے منع کیا ہے۔ اور ان کی تمام عبادات کو بے کار قرار دیا ہے۔ تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت سے باز نہ آجائیں۔ اور نیز یہ فرمایا کہ اہل بدعت کو توبہ تک نصیب نہیں ہوتی۔ اعاذنا اللہ منھا ومن سائر انواع المعاصی"۔ (راہ سنت ص ۱۷)

۳۔ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مبغوض ہیں

(۳) امام بخاریؒ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ابغض الناس الی اللہ ثلاثة ملحد فی الحرم و مبتغ فی الاسلام سنة الجاهلية و مطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه.

(بخاری ص ، مشکوۃ ص ۲۷)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض لوگوں میں سے تین قسم کے آدمی ہیں۔ (۱) حرم میں گناہ کرنے والا۔ (۲) اسلام میں جاہلیت کے طریقوں کو ڈھونڈنے والا۔ (۳) کسی مسلمان کے خون ناحق کا طلب گار تاکہ اس کا خون بہائے۔"

اس حدیث کی شرح میں علامہ قطب الدین خانؒ لکھتے ہیں:

• "اس حدیث میں تین آدمیوں کو خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور مبغوض قرار دیا جارہا ہے۔ پہلا شخص وہ ہے جسے خدا نے اپنے گھر میں یعنی بیت اللہ میں حاضری کی سعادت بخشی۔ مگر وہ بیت اللہ کی نہ عظمت کرتا ہے اور نہ حدود حرم میں ممنوعہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ بلکہ وہ حرم میں کج روی کرتا ہے، یعنی ایسی چیزیں اختیار کرتا ہے جو ایک طرف تو اس مقدس جگہ کی شان عظمت کے منافی ہیں اور دوسری طرف احکام شریعت کی کھلی خلاف ورزی کے مترادف ہے۔ مثلاً وہاں لڑائی جھگڑا، شکار کرنا یا کوئی بھی مطلق گناہ کرنا اور قانون شریعت کی خلاف ورزی کرنا۔

دوسرا شخص وہ ہے جس کو خدا نے ایمان واسلام کی دولت سے نوازا اور اس کے قلب کو یقین واعتماد کی روشنی سے منور کیا۔ مگر وہ اسلام میں ان چیزون کو اختیار کرتا ہے جو خالص زمانۂ جاہلیت کا طریقہ اور غیر اسلامی رسمیں تھیں۔ جیسے نوحہ کرنا یا مصائب وتکالیف کے وقت گریبان چاک کرنا، برے شگون لینا اور نوروز کرنا، یا ایسی رسمیں کرنا جو خالص کفر کی علامت ہوں۔ جیسے اولیاء اللہ کے مزار پر عرس کرنا، وہاں چراغاں کرنا، قبروں پر روشنی کا انتظام کرنا، غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز کرنا، محرم اور شب برات میں غلط رسمیں ادا کرنا۔''

(مظاہر حق جدید ج ۱ ص ۱۹۸)

۴۔ تین صحابہؓ کا سبق آموز قصہ

(۴) امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

جاء ثلاثة رهط الى ازواج النبى ﷺ يسئلون عن عبادة النبى ﷺ فلما اخبرو بها كانهم تقآلوها فقالوا اين نحن من النبى ﷺ وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فاصلى اليل ابدا وقال الاخر انا اصوم النهار ولا افطر وقال الاخر انا اعتزل النسآء فلا اتزوج ابداً فجاء النبى ﷺ اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا و كذا اما والله انى لاخشاكم لله واتقاكم له لكنى اصوم وافطر واصلى وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى. (بخاری ص، مسلم ص، مشکوۃ ص ۲۷)

''تین شخص آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ان سے آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ ﷺ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں ہم کیا چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک نے کہا کہ اب میں

ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ (ان میں آپس میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ) آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا ویسا کہا ہے۔ خبردار! میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہوں۔ (لیکن باوجود اس کے) میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (یہی میرا طریقہ اور میری سنت ہے) جو شخص میرے طریقے سے انحراف کرے گا، وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری جماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں)۔"

تین صحابی حضرت علیؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ازواج مطہرات کی خدمت میں آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ جب ان حضرات کو آپ ﷺ کے معمولات بتلائے گئے، آپ ﷺ کی عبادت کا حال معلوم ہوا تو اپنے تصوراتی خاکے سے انہوں نے بہت کم خیال کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ عبادت کے معاملے میں ہمیں رسول اللہ ﷺ سے کیا نسبت؟ کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ تو سراپا معصوم ہیں اور عنداللہ مغفور بھی۔ آپ ﷺ کو تو عبادت کی حاجت بھی نہیں کیونکہ آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ تو پہلے ہی بخش دیئے گئے ہیں۔

چنانچہ ان تینوں حضرات نے ایک ایک عمل کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔ لیکن پیغمبر ﷺ نے انہیں اس عمل سے منع فرمادیا۔ اس لئے کہ عبادت وہی معتبر اور قابل تحسین ہے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے قائم کردہ حدود کے اندر ہو اور جتنی عبادت کے لئے بندہ کو مکلف کیا گیا ہے، اتنی عبادت ہی تقرب کا باعث ہوگی۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا۔ میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، اس کا خوف وخشیت میرے دل میں تم سے زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود میری عبادت ان تمام حدود کے اندر ہے جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ ہیں۔ اس لئے میں روزہ بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور بمقتضائے بشریت عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقے پر چلے گا، اسی سے اللہ راضی ہوں گے۔ اور جو میرے

طریقے سے ہٹ کر مجاہدات کرے گا، مشقتیں برداشت کرے گا، بڑی بڑی ریاضتیں کرے گا، وہ ریت کی دیوار ثابت ہوں گی۔ اور جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی تو وہ شخص پیغمبرؑ کے متبعین کے برخلاف دوسروں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

علامہ قطب الدین خان حنفی لکھتے ہیں:

کمال انسانیت یہی ہے کہ بندہ علائق دنیا سے تعلق رکھے، عورتوں سے نکاح بھی کرے لیکن اس شان کے ساتھ کہ ایک طرف تو ان کے حقوق میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو اور دوسری طرف حقوق اللہ میں بھی فرق نہ آئے اور نہ توکل کا دامن ہاتھ سے چھوٹے۔ اسی چیز کو آنحضرتؐ نے پورے کمال کے ساتھ عملی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کر دیا تا کہ امت بھی اسی طریقے پر چلتی رہے۔ اور پھر آخر میں آپؐ نے صاف طور پر اعلان فرمادیا کہ یہ میرا طریقہ ہے اور یہی میری سنت ہے۔ اب جو شخص میری سنت سے انحراف کرتا ہے، میری بتائی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ میری سنت اور میرے طریقے سے بے زاری و بے رغبتی کر رہا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسا شخص میری جماعت سے خارج ہے۔ اسے مجھ سے اور میری جماعت سے کوئی نسبت نہیں۔'' (مظاہر حق ج ۱ ص ۲۰۱)

اس حدیث میں ان بدعتیوں کے لئے سبق عبرت ہے جو بدعات کرتے وقت یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں نے کوئی برا کام تو نہیں کیا۔ یا دعا کی ہے یا ختم یا خیرات کی ہے یا درود پڑھا ہے۔ نہ چوری کی ہے، نہ ڈاکا ڈالا ہے اور نہ کوئی دوسرا گناہ.......لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ گناہ معصیت، نافرمانی ہی تو ہے جسے تم کرتے ہو۔

ان تینوں صحابہؓ نے بھی نماز روزے کا عزم کیا تھا جو بالاتفاق افضل العبادات ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو انہی عبادات و اعمال سے منع فرمایا تھا جو حدود الٰہیہ و نبویہ سے متجاوز تھے۔ وہاں کوئی چوری ڈاکے والی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہی نیک اعمال تھے جو طریقہ سنت کے خلاف تھے۔

اور یہ تمہارے جعلی ہندوستانی درود، خودساختہ دعائیں، پیٹ بھرنے کے لئے ختم کی عادتیں، ہندوانہ رسم و رواج، ڈھول باجے، ناچ گانے، تیجے اور گیارہویاں، شب برات کا حلوہ، محرم کے چاول، شب قدر کی مٹھائی، ربیع الاول [illegible]، میلادالنبی کی عید، قبروں کے میلے،

بزرگوں کے عرس، مردوں کے نذر و نیاز، جنازے کے پتاسے، مزاروں کے جھنڈے اور بزرگوں کے مزارات پر غلاف اور چادر ڈالنے، نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر بیک آواز بھنگڑا ڈالنے اور بے ہودہ قوالیوں کی نماز روزے سے کیا نسبت؟ جبکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ ؓ کو اس نماز روزے سے منع فرمایا جس میں آنحضرت ﷺ کی سنت نہ ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا نہ ہو۔ تو تمہارے یہ خرافات اور بدعات جو تمام کے تمام ہندو مذہب سے لئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسے پسندیدہ بن سکتے ہیں؟ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو میری سنت سے انحراف کرے گا، اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، چاہے وہ عشق نبوی ﷺ کے لاکھ دعوے کرے۔

۵۔ اہل بدعت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی

(۵) امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ (مسلم ص ۱۰ ج ۱ مشکوۃ ص ۲۸)

''آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے جھوٹے ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہو گا۔ لہذا ان سے بچو اور ان کو اپنے آپ سے بچاؤ تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔''

صاحب مظاہر حق اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''آخر زمانہ میں کچھ ایسے فریبی اور مکار لوگ پیدا ہوں گے جو زہد و تقدس کا پرفریب لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو بہکائیں گے۔ عوام سے کہیں گے کہ ہم علماء و مشائخ میں سے ہیں اور تمہیں خدا کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ نیز جھوٹی حدیثیں اپنی طرف سے وضع کر کے لوگوں کے سامنے بیان کریں گے یا پچھلے بزرگوں کی طرف غلط باتیں منسوب کر کے لوگوں کو دھوکہ

دیں گے، باطل احکام بتلائیں گے اور غلط عقیدوں کا بیج لوگوں میں بوئیں گے۔

لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اگر وہ ایسے لوگوں کو پائیں تو ان سے بچیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے مکر و فریب سے نیک لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیں یعنی شرک و بدعت میں مبتلا کر دیں۔ اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ دین کے حاصل کرنے میں احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ نیز بدعتی اور ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے جو ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کی بنا پر دین و مذہب کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ (مظاہر حق ص۶۰۶)

اس حدیث میں ایسے لوگوں کے متعلق پیشین گوئی فرمائی گئی کہ آخری زمانہ میں علماء سوء دین فروش، خواہشات نفسانیہ کے بیمار، پیٹ کے پجاریوں کے ایسے کئی گروہ پیدا ہوں گے جو غلط روایات، من گھڑت کہانیاں، خود ساختہ کرامات اور بزرگان دین کی طرف غلط روایات منسوب کر کے اپنی اغراض نفسانیہ کی تکمیل کریں گے۔

آیئے! اپنے ماحول میں دیکھئے کہ کتنے جاہل علماء و صوفیاء کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو لوٹ رہے ہیں، کتنے خود غرض، نفس پرست شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹی کہانیاں منسوب کر کے گیارہویں کے چاول اور حلوہ سے پیٹ کی شکایت دور کرتے ہیں، کتنے دجال مکار حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے نام پر پیسے بٹورتے ہیں اور ان بزرگوں پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان پیر نما ڈاکوؤں نے اور مزاروں پر براجمان مگس خور مجاوروں نے صاف جھوٹی کہانیاں اور انتہائی غلط قسم کی من گھڑت کرامات بزرگوں کی طرف منسوب کر کے کمائی کا ڈھنگ بنایا ہوا ہے اب ان جھوٹی روایات اور کرامات جس میں خدائی نظام کو بزرگوں کے حوالے کر دیا گیا ہے موت و حیات، عزت و ذلت، کامیاب و ناکامی، مرادوں کا پورا ہونا ، بیماریوں کا ختم ہونا ان بزرگوں اور مزاروں کے تصرف میں سمجھا جاتا ہے جو صریح شرک ہے اور مشرکین مکہ کے عقیدے سے بھی دو قدم آگے ہے اس پر اگر کوئی نکیر کرتا ہے اور ان خرافات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس پر گستاخ رسول ﷺ کا فتویٰ داغا جاتا ہے اور اپنے مریدوں کو ان کے قریب آنے سے روکا جاتا ہے انہیں معلوم ہے کہ ہمارا مکمل دین ہی من گھڑت اور جعلی ہے اگر یہ مرید قرآن سنیں گے توحید و سنت کی تعلیم پائیں گے تو اس جعلی دین اور ہمارے دجل و فریب سے آگاہ ہو کر نذرانیں

بند کردیں گے۔

بہت سے بدبخت اس دجل وفریب میں اتنے آگے بڑھ گئے اور شیطان نے انہیں ایسے مس کیا کہ انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو آنحضرت ﷺ پر بھی مقدم کیا اور انتہائی جھوٹے افسانے بنا کر ایمان وغیرت کو بھی داؤ پر لگا کر کہنا شروع کیا کہ آنحضرت ﷺ جب معراج پر جانے لگے تو نہ جا سکے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کاندھا دے کر آپ ﷺ عرش پر پہنچا دیا۔ (نعوذ باللہ استغفر اللہ)

اسی طرح عید میلادالنبی ﷺ کے جواز میں ایسی ایسی روایات بیان کرتے ہیں کہ سن کر شیطان کو بھی پسینہ آجاتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر جھوٹے کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔

۶۔ ہر نبی کی امت میں اہل بدعت کا گروہ پیدا ہوا ہے

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما من نبی بعثه الله فی امته قبلی الا کان له من امته حواریون واصحاب یاخذون بسنته ویقتدون بامره ثم انها تخلف من بعدهم خلوف یقولون ما لا یفعلون و یفعلون مالا یؤمرون فمن جاهدهم بیده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مؤمن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن ولیس وراء ذالک من الایمان حبة خردل. (مسلم ص ۵۲ ج ۱، مشکوۃ ص ۲۹)

"مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں جو اس نبی کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان کے بعد ایسے ناخلف (نالائق) پیدا ہوتے جو لوگوں سے تو کہتے لیکن خود اس پر عمل نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ملا تھا لہٰذا (تم میں سے) جو شخص ان لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو شخص ان لوگوں سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو شخص ان لوگوں سے اپنے دل

سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو شخص ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے) اس میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے"۔

اس حدیث میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ یہ بدعات کی بیماری صرف اس امت کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ پچھلی امتوں میں بھی یہ بیماری پائی جاتی تھی جب بھی نبی کے بعد اس کے تربیت یافتہ دوست اور صحابہ دنیا سے رخصت ہوئے بعد کے لوگوں میں بدعات، غلط رسم ورواج اور خواہشات کی بیماریاں پھیل کر امت کے بگاڑ کا سبب بن گئیں اسی طرح اس امت میں بھی ایسے ناخلف نالائق، بدعت پرست اور خواہشات نفسانیہ کے بیمار پیدا ہوں گے جو قرآن وسنت کو پس پشت ڈال کر خود ساختہ دین یعنی بدعات ورسومات پر عمل پیرا ہوں گے ان نالائقوں کے ساتھ جو بھی جہاد کرے گا وہ مومن کہلائے گا اور جو شخص ان کی ہاں میں ہاں ملائے گا وہ بھی انہی کی طرح نالائق کہلائے گا۔

ہاتھ سے جہاد کرنے کا مطلب واضح ہے زبان سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو ان کے غلط عقائد واعمال، بدعات ورسومات پر انہیں متنبہ کرے اور ان کے غلط عقائد واعمال کی برائیاں ان پر واضح کرے اور ان کو اس سے منع کرے۔

دل سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ان غلط عقائد واعمال کو برا جانے اور دل میں ان مبتدعین سے بغض ونفرت رکھے اور ان کی ہدایت کے لئے دعائیں مانگتا رہے، سنت کے مٹنے پر دل ہی دل میں پریشان ہو اور اس کی احیاء کے لئے بے چین ہو۔

اور جس کا دل اتنا مردہ ہو چکا ہو کہ بدعات کے اس شیوع پر اسے کوئی غم نہ ہو اور ان غلط عقائد واعمال کو دل سے برا نہ جانے اور اس پر پریشان نہ ہو تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اتنی ہلکی سی ایمانی روشنی بھی نہیں کہ محبوب خدا ﷺ کی سنت مٹنے پر اس کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

جس دین کے لئے آنحضرت ﷺ کو گالیاں برداشت کرنی پڑیں، دانت مبارک شہید ہوئے، جسم مبارک لہولہان ہوا، ملک وطن کو چھوڑنا پڑا، برادری سے نکلنا پڑا، بیٹیوں کو طلاق ہوئی، عزّ مآب زوجہ مطہرہ پر برائی کی تہمت لگی یہ سب کچھ سہہ کر ایک طریقہ زندگی کو وجود بخشا۔ اب جو بدبخت، بدعت پرست، پیٹ کا پجاری اپنے نفسانی اغراض کی خاطر اس مبارک

طریقے کو بدلتا ہے، ان مبارک اعمال کو مٹا کر اپنی طرف سے اس میں غلاظت بھرے پیوند لگاتا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کو قبر مبارک میں غمگین کرتا ہے اس خبیث کی خباثت پر کسی شخص کا دل نہ ہلے اس کو دکھ نہ پہنچے، وہ غمگین نہ ہو تو وہ ایمان سے بالکل خالی ہے اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں وہ بے ایمان بھی ان خبیثوں کی طرح مستحق لعنت ہے۔

(اللهم نور قلوبنا بنور الایمان وجنبنا عن اولاد الشیطان)

۷۔ آنحضرت ﷺ کی آخری وصیت

امام ترمذی ابوداؤد وغیرہ نے عرباض بن ساریہؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول الله ﷺ ذات یوم ثم اقبل علینا بوجهه فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون ووجلت منها القلوب فقال رجل یا رسول الله کان هذه موعظة مودع فاوصنا فقال اوصیکم بتقو الله والسمع والطاعة وان کان عبدا حبشیا فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة.

(ترمذی ص ۹۲ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۸۷ ج ۲، ابن ماجه ص ۵، مشکوٰة ص ۲۹)

"آنحضرت ﷺ نے پہلے ہمیں نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے اور ہمیں نہایت مؤثر انداز میں نصیحت فرمائی کہ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دلوں میں خوف پیدا ہو گیا ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو ایسا وعظ ہے گویا آخری وعظ ہو پس ہمیں کوئی نصیحت فرما دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور امیر کی اطاعت کرنا خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بڑے اختلاف دیکھے گا پس میرے طریقہ کو اور خلفائے راشدین کے طریقے کو جو کہ ہدایت یافتہ ہیں، مضبوطی سے پکڑے رہنا اسی کا اتباع کرنا اور دانتوں سے مضبوط پکڑ لینا اور نئی نئی باتوں سے احتراز کرنا اور

(دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے"۔

۸۔ بدعات شیطانی راستے

امام احمد اور نسائی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

خط لنا رسول الله ﷺ خطا ثم قال هذا سبيل الله ثم خط خطوطا عن يمينه وعن شماله وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه وقرأ وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه الاية.

(نسائی، مشکواۃ ص ۳۰)

"آنحضرت ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر آپ ﷺ نے اس خط کے دائیں بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا یہ بھی راستے ہیں جن میں سے ہر راستے پر شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنے راستے کی طرف بلاتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی"۔

وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله.

اس حدیث میں پیغمبر ﷺ نے مثال دے کر سمجھایا ہے کہ یہ سیدھا خط صراط مستقیم کی مثال ہے جس سے صحیح عقائد واعمال مراد ہیں جن کی تعلیم قرآن وحدیث میں موجود ہے اور دوسرے چھوٹے چھوٹے خطوط راہ شیطان کی مثال ہیں جن سے گمراہی، ضلالت، بدعات، رسومات، خواہشات کے راستے مراد ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کوئی وجود نہیں بلکہ لوگوں نے ذاتی مفادات ونفسانی اغراض کے لئے ان بدعات ورسومات کو گھڑ کر دین میں شامل کر لیا ہے حالانکہ وہ دین نہیں بلکہ دین کے لبادہ میں شیطان کے ملعون کرتوت ہیں۔

۹۔ ایجاد بدعت کی تباہی

امام ترمذی نے حضرت بلال بن حارث مزنیؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

من احیا سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الاجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا ومن ابتدع بدعة ضلالة لا یرضا ها الله ورسوله کان علیه من الاثم مثل اثام من عمل بها لا ینقص ذالک من اوزارهم شیئا.

(ترمذی ص۹۲ ج۲، مشکوٰۃ ص۳۰)

''جس شخص نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے اور جس نے گمراہی کی کوئی ایسی نئی بات (بدعت) نکالی جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوش نہیں ہوتا تو اس کو اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے''۔

جو بھی نیکی مٹ چکی ہو اس کو دوبارہ زندہ کرنے والا اور مسلمانوں میں رائج کرنے والا شخص اتنا خوش نصیب ہے کہ اس کے بعد جتنے بھی لوگ اس نیکی پر عمل کریں گے، کرنے والوں کے برابر اس رائج کرنے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا جب تک وہ عمل کیا جائے گا عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی چاہے وہ عمل فرائض کے درجے کا ہو یا واجب یا سنت ہو جو عمل صالح بھی متروک العمل ہو چکا ہو اور اسے تعلیم وتبلیغ کے ذریعے زندہ کیا جائے۔ اس کے بالمقابل اگر کسی شخص نے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) ایجاد کر لی اور وہ بدعت لوگوں میں رائج کردی گئی تو جتنے لوگ بھی اس پر عمل کریں گے ان کے گناہوں کے برابر اس بد بخت بدعت کے ایجاد کرنے والے اور اس کی تبلیغ کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا، بدعت ایسی لعنت ہے کہ اس کا موجد اور مخترع تو دنیا سے چلا جائے گا لیکن اس نے جس بدعت کی بنیاد رکھی ہے اور جس کی تبلیغ کی ہے جب تک اس پر عمل کیا جائے گا اس کو بھی ان کرنے والوں کے برابر گناہ ملتا رہے گا۔

۱۰۔ اہل بدعت کی مثال

ابو داؤد نے حضرت معاویہؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

وانہ یخرج من امتی اقوام تتجاری بھم تلک الاھواء کما تتجار الکلب بصاحبہ لایبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ.

(ابو داؤد، مشکوٰۃ ص ۳۰)

"اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال میں بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح باؤلے کتے کا زہر آدمی میں سرایت کر جاتا ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے باقی نہیں رہتا"۔

علامہ قطب الدین خان حنفی لکھتے ہیں اس حدیث میں ان تمام فرقہ باطلہ کے لوگوں کو ہڑک والوں سے مشابہت دی گئی ہے اس لئے کہ جس طرح ہڑک والے پر ہڑک غالب ہوتی ہے اور پانی سے دور بھاگتا ہے نتیجہ میں وہ پیاسا ہو جاتا ہے اسی طرح جھوٹے مذاہب اور باطل مسلک والوں پر خواہشات نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے، علم و معرفت کے لالہ زاروں سے بھاگ کر جہل و گمراہی کی وادیوں میں جا گرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی روحانی موت واقع ہو جاتی ہے اور وہ دین و دنیا دونوں جگہ خدا کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ (مظاہر حق ص ۲۱۶ ج ۱)

اس حدیث میں فرق باطلہ کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے کہ اس امت میں بھی باطل فرقے پیدا ہوں گے اور ان کے اندر خواہش پرستی، بدعت پرستی اس طرح سرایت کر جائے گا جیسے ہڑک والے میں ہڑک سرایت کرتی ہے کہ ہر جوڑ اور ہر رگ میں داخل ہو جاتی ہے اسی طرح ان فرقوں کے عقائد و اعمال بھی بدعت سے خالی نہیں ہوں گے یہی حال ہمارے زمانہ کے بدعت پرستوں کا ہے کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس میں بدعت کی نحوست نہ ہو اذان سے لے کر دعا تک، ختنے سے لے کر جنازے تک، الغرض ہر عمل میں بدعت کی بھر مار ہے اور ان بدعات سے ایسی محبت اور لگاؤ ہے کہ فرائض تو چھوڑ دیں گے لیکن بدعت پر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں اگر کوئی شخص فرائض کو ترک کر دے تو اس پر کوئی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کرتا لیکن اگر

بدعت کو چھوڑ دے تو پوری برادری والے ناراض ہو جائیں گے فرائض کو چھوڑ دے تو کوئی بھی اس کی برائی بیان نہیں کرتا اور نہ ہی اس تارک فرض کو گناہ گار سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص ان بدعات وخرافات میں سے کسی بدعت کو چھوڑ دے تو عشق محمدی کے دعویدار اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور کافر مرتد سے بھی بڑا خطرناک سمجھتے ہیں۔

استاذ المکرم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بدعت ایسی بری چیز ہے کہ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ، صحابہ کرامؓ اور بڑے بڑے فقہاءؒ کے اٹل فیصلے نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہوتے۔'' (معالم العرفان ص ۳۴۵ ج ۳)

۱۱۔ بدعت کی نحوست

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عضیف بن حارث ثمالیؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة فالتمسک بسنة خير من احداث بدعة. (مشکوۃ ص ۳۱)

''جب کوئی قوم دین میں نئی بات (بدعت) نکالتی ہے تو اس کے مثل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوط پکڑنا نئی بات نکالنے (یعنی بدعت) سے بہتر ہے''۔

سنت کے اتباع سے دل منور ہوتا ہے اور بدعت سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ لہذا معمولی سنت کو حقیر نہ سمجھا جائے اور اس پر عمل کرنا دوسرے بڑے بڑے مجاہدوں اور دیگر امور سے کئی درجہ بہتر ہے۔

علامہ قطب الدین خان حنفی اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

سنت پر عمل کرنا اگر چہ معمولی درجہ کی ہو بدعت پیدا کرنے اور بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ بدعت حسنہ ہو اس لئے سنت نبوی ﷺ کے اتباع و پیروی سے روح جلا پیدا ہوتا ہے جس کے نور سے قلب و دماغ منور ہوتے ہیں اس کے برخلاف بدعت ظلمت و گمراہی کا سبب ہے مثلاً بیت الخلا میں آداب وسنت شرع کے مطابق جانا سرائیں بنانے اور

مدرسے قائم کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اگر کوئی شخص ان آداب کی رعایت کرتا ہوا بیت الخلا جاتا ہے جو حدیث سے منقول ہے تو سنت پر عمل کرنے والا کہلائے گا برخلاف اس کے اگر چہ مدرسے قائم کرنا اور خانقاہیں بنانا بہت بڑا کام ہے لیکن چونکہ وہ بدعت حسنہ ہے اس لئے اس معمولی سی سنت پر عمل کرنے والا اتنے بڑے کام کرنے والے سے افضل ہوگا اس لئے کہ آداب سنت کا خیال کرنے والا اور سنت کی پیروی کرنے والا مقام عروج اور قرب الٰہی کی طرف ترقی کرتا ہے مگر سنت کو ترک کرنے والا مقام علیا (اونچے مرتبہ) سے نیچے گرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزیں جو افضل و اعلیٰ ہوتی ہیں وہ انہیں ترک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا مقام آجاتا ہے کہ قساوت قلبی کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے۔

ملا علی قاری نے اس موقعہ پر بڑی اچھی بات کہی ہے کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ کسل و سستی کی وجہ سے سنت کو ترک کرنا ملامت وعتاب کا باعث ہے اور سنت کو نا قابل اعتنا سمجھ کر اس پر عمل نہ کرنا معصیت اور عذاب خداوندی کا سبب ہے اور سنت کا انکار بدعتی ہونے کا اظہار ہے لیکن اگر کسی بدعت کو خواہ وہ بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو ترک کردیا جائے تو یہ تمام باتیں لازم نہیں آتی۔ (مظاہر حق ص ۲۲۳ ج ۱)

دارمی نے حضرت حسان بن ثابتؓ نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة. (مشکوٰۃ ص ۳۱)

''جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) نکالتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی سنت میں سے اس کا مثل نکال لیتا ہے پھر وہ سنت قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں کی جاتی''۔

بدعت سنت کی حزب مخالف ہے جہاں سنت ہوگی وہاں بدعت نہیں آسکتی اور جہاں بدعت کو ایجاد کیا جائے تو اس کی نحوست سے سنت ختم ہوجاتی ہے، بدعت کی ایجاد ہی سنت کو مٹانے کے لئے ہوتی ہے پھر جب تک وہ بدعتی بدعت سے توبہ نہیں کرتا اس وقت تک سنت واپس نہیں آتی اور یہ مشاہدہ ہے کہ بدعتی کبھی بدعت سے توبہ نہیں کرتا (الا ماشاء اللہ) مگر عام مبتدعین بدعت کو دین میں ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس لئے انہیں توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی جس

سے سنت کے لئے راستہ کھلے اور سنت دوبارہ زندہ ہو جائے۔

اس لئے سنت کو دوبارہ زندہ کرنے پر سو شہیدوں کے اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہے کہ یہ کام نہایت ہی مشکل ہے۔

۱۲۔ بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی

طبرانی نے حضرت انسؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ حجب التوبہ عن کل صاحب بدعة.

(مجمع الزوائد ص ۱۸۹ ج ۱)

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے''۔

بدعت ایک ایسی منحوس وملعون چیز ہے کہ انسان کے اندر نیکی کی صلاحیت کو بالکل مٹا دیتی ہے اور چہرہ پر نحوست کے آثار ظاہر کر دیتی ہے جب کہ وہ اپنی بدعت کو ہی دین سمجھتا ہے اور اسی کو فلاح وکامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے شیطان ملعون نے بدعتی کو ایسے مزخرف (سنہرے) جال میں پھنسا دیا ہے کہ اسے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کا کام کر رہا ہے یا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت میں لگا ہوا ہے بلکہ اسی بدعت کو وہ حب رسول ﷺ اور عشق رسول ﷺ سمجھتا ہے اور تا مرگ اسی پر کاربند رہتا ہے لہٰذا اس کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

۱۳۔ بدعتی کی تعظیم جائز نہیں ہے

بدعت یعنی دین میں نئی نئی باتیں نکالنا اتنا عظیم جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ شخص انتہائی ذلیل ہو جاتا ہے اسلام نے ہر مسلمان کی عزت وتوقیر کا حکم دیا ہے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''جو شخص بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں''۔

اس کے باوجود اہل بدعت کے متعلق انتہائی سخت الفاظ میں صاحب بدعت کی تعظیم وتوقیر سے منع فرمایا ہے۔

بیہقی نے ابراہیم بن میسرہؒ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام .

(مشکوۃ ص ۳۱)

''جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی بدعتی کی توقیر وعزت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے مقابلے میں اسے سنت کی عزت واحترام کا کوئی خیال نہیں ہے اس طرح وہ سنت کی تحقیر کا باعث ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ سنت کی تحقیر اسلام کی عمارت کو ڈھانا ہے اسی پر اہل سنت کی تحقیر کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے اگر کوئی شخص کسی پابند شرع وسنت کی توہین کرتا ہے تو وہ دین وسنت کی عمارت کو نقصان پہنچاتا ہے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بدعتی کی تحقیر وتذلیل کرے تو یہ اس بات کا اظہار ہوگا کہ اسے سنت سے محبت ہے جو دین اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کا سبب ہے جس پر اسے بے شمار حسنات کا مستحق قرار دیا جائے گا۔ (مظاہر حق ص ۲۲۴ ج ۱)

جو شخص آنحضرت ﷺ کا پاکیزہ طریقہ سنت کو پاؤں کے نیچے روندتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اپنا من گھڑت طریقہ اختیار کرتا ہے وہ دربار الٰہی میں اس قدر ذلیل، کمینہ اور رسوا ہو جاتا ہے کہ اسلام اس کی تعظیم بھی گوارہ نہیں کرتا اس لئے شارع ﷺ نے بدعتی کے تعظیم کرنے سے منع فرمادیا کہ جو میری تعظیم وتوقیر نہیں کرتا وہ بھی کسی قسم کی تعظیم وتوقیر کے لائق نہیں ہے اور جو کرے گا وہ بھی اسلام کو مٹانے اور ختم کرنے والا سمجھا جائے گا کیونکہ جس کی تعظیم وتکریم کی جاتی ہے بات بھی اسی کی تسلیم کی جاتی ہے اور بدعتی کی بات قابل قبول نہیں اسی طرح اس کی ذات بھی قابل تعظیم نہیں ہے۔

۱۴۔ بدعتی اور اس کو ٹھکانہ دینے والا ملعون ہے

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علیؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

المدينة حرام ما بين غير الى ثور فمن احدث فيها حدثا اواوى محدثا فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل منه

صرف ولا عدل . (بخاری ص ۱۰۸۴ ج ۲، مسلم ص ۴۴۱ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۲۳۸)

''مدینہ مقام عیر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کی فرض عبادت قبول کی جائے گی نہ نفل''۔

امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں اس حدیث میں حدود حرم کی قید محض تقبیح اور تشنیع کے لئے ہے یہ قید احترازی نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بری ہو اور خارج از حرم وہ بری نہ ہو جو چیز بدعت اور بری ہے وہ ہر جگہ بدعت اور بری ہی ہوگی ہاں البتہ شرف مکان یا فضیلت زمان کی وجہ سے اس کی برائی اور قباحت اور بڑھ جائے گی بدعت اور بدعتی کی تردید اور مذمت کے لئے اس سے بڑھ کر اور سخت الفاظ کیا ہو سکتے ہیں جو جناب رؤف الرحیم اور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی زبان پاک سے نکلے ہیں۔ (راہ سنت ص ۱۷)

۱۵۔ چھ قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی لعنت ہے

بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ستة لعنتهم ولعنهم الله و كل نبی يجاب الزائد فی كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز من اذله الله ويذل من اعزه الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتی ما حرم الله والتارك لسنتی. (مشکوٰۃ)

''چھ قسم کے آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں ملعون قرار دیا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۱: کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔

۲: تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔

۴: وہ شخص جو حدود اللہ سے تجاوز کر کے اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔

۵: وہ شخص جو میری اولاد سے وہ چیز (یعنی قتل) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہے۔

۶: وہ شخص جو میری سنت کو چھوڑ دے۔

اس حدیث میں تارک سنت کو ملعون قرار دیا جائے اور جو شخص سنت کو چھوڑ دے گا وہ یقیناً بدعت اپنائے گا اور خود ساختہ طریقہ اختیار کرے گا یا یہود و ہنود کا ملعون طریقہ عمل میں لائے گا اور پیغمبر ﷺ کے طریقہ کے مقابلے میں چاہے وہ کسی مسلمان کا من گھڑت طریقہ ہو یا کسی کافر مشرک کا طریقہ ہو بہر حال وہ ملعون ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے اور اس کے رسول ﷺ کی بھی لعنت ہے۔

بدعتی ملعون ہے دین میں مفتون ہے
خواہشات کا مجنون ہے بدعت اس کا قانون ہے

۱۶۔ بدعت کا وبال آخرت میں

بدعت ایک سنگین جرم ہے اور بہت بڑا دھوکہ ہے کہ بدعتی اپنے خود ساختہ عمل کو دین بنا کر پیش کرتا، جیسا کہ کوئی شخص جعلی کرنسی لے کر مارکیٹ میں پہنچ جائے اور اس جعلی کرنسی کے عوض کچھ خریدنا چاہے جب یہ جعلی کرنسی والا کسی ہوشیار عقلمند دکاندار کے سامنے اپنی کرنسی نکالے گا تو بجائے کچھ ملنے کے جیل کی کوٹھری میں پہنچ جائے گا اور پولیس کے ڈنڈے کھائے گا یہی حالت بازار آخرت میں بدعتیوں کی ہوگی کہ یہ اپنے ان خود ساختہ طریقوں کو کار ثواب و ذریعہ نجات سمجھ کر کرتے ہیں اور بدعت نہ کرنے والوں کو بے دین سمجھتے ہیں لیکن جب یہ لوگ اپنے اعمال سمیت قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے سامنے جائیں گے تو پھر انہیں ان بدعات کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کیونکہ وہاں صرف اور صرف محمد ﷺ کا سکہ چلے گا اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی بلکہ سکہ محمدی ﷺ کے مقابلے میں جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کی وجہ سے پابند سلاسل کر دیئے جائیں گے اور جیل خانہ آخرت وادی جہنم کی کال کوٹھری میں آگ اور شعلون میں جھونک دیئے جائیں گے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سہل بن سعدؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

انی فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظمأ ابداً لیردن علی اقوام اعرفھم ویعرفوننی ثم یحال بینی وبینھم فاقول انھم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی.

(بخاری ص ۱۰۴۵، مسلم، مشکوٰۃ ص ۴۸۷)

''میں حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو شخص ایک بار پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی کچھ لوگ وہاں میرے پاس آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا، وہ مجھے پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ پیدا کردی جائے گی۔ میں کہوں گا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو پتہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئے بدعات گھڑے یہ جواب سن کر میں کہوں گا پھٹکار پھٹکار ان لوگوں کے لئے جنہوں نے میرے بعد میرا دین بدل ڈالا''۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کرلی ہیں اور اعمال کے نئے نئے طریقہ نکالے ہیں یا اپنی طرف سے قیود و شرطیں لگائی ہیں قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کے حوض کوثر سے محروم کر کے لعنت و پھٹکار کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔

۱۷۔ بدعتی آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے محروم ہے

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

حلت شفاعتی لامتی الا صاحب بدعۃ. (اعتصام ص ۱۲۰)

''اہل بدعت کے سوا ہر امتی کیلئے میری شفاعت ہوگی۔''

اہل بدعت آنحضرت ﷺ کی شفاعت کی بڑی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور اسی

خوشی میں بدعات پر اور زیادہ زور دیتے ہیں، دن رات نعتیں پڑھتے ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ اپنی زبان مبارک سے فرما رہے ہیں کہ بدعتی کے لئے میری کوئی شفاعت نہیں۔ بدعت اتنی بڑی منحوس چیز ہے کہ بڑے بڑے گناہ کبیرہ کے مرتکب افراد کی سفارش تو آنحضرت ﷺ فرمائیں گے لیکن بدعتی کی کوئی سفارش نہیں ہوگی۔

۱۸۔ بدعتی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے

ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباسؓ سے آنحضرت ﷺ کا ارشا نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعة حتی یدع بدعته.

(ابن ماجہ ص ٦)

''اللہ تعالیٰ نے بدعتی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے''۔

ابن ماجہ نے حضرت حذیفہؓ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

لا یقبل اللہ لصاحب بدعة صوماً ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهاداً ولا صرفاً ولا عدلاً یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین. (ابن ماجہ ص ٦)

''اللہ تعالیٰ نہ کسی بدعتی کا روزہ قبول کرتا ہے اور نہ نماز نہ صدقہ قبول کرتا ہے نہ حج، نہ عمرہ، اور نہ جہاد اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے، نہ نفل، بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت جتنی بھی ریاضت کر لیں مجاہدے اور مشقتیں برداشت کر لیں، ہزاروں وظیفے پڑھ لیں، گلے پھاڑ پھاڑ کر درود پڑھ لیں، نعرے لگا لگا کر ذکر کر لیں، حلقے بنا بنا کر ختم قرآن کر لیں (جہاد تو ان بیچاروں کی قسمت میں نہیں ان کے ہاں تو افضل جہاد حلوہ، کھیر، پراٹھے، پلاؤ اور بریانی کے خلاف معرکہ گرم کرنا ہے) ساری رات کھڑے ہو کر نماز تہجد پڑھ لیں اللہ کے ہاں ان کا کوئی عمل بھی مقبول نہیں۔ بدعت کا آخری گناہ

کفر و شرک سے ملتا ہے جب بدعات اعمال سے تجاوز کر کے عقائد میں داخل ہوتے ہیں تو صاحب بدعت کفر شرک میں پڑ کر ایمان و اسلام سے محروم ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے اسی طرح یہ بدعتی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لیکن اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ اسلام سے نکل گیا بلکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان گردانتا ہے اور خود کو سب سے بہتر سمجھتا ہے کیونکہ:

بدعتی کا کوئی عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں
کیونکہ اس کو مصطفیٰ ﷺ کی سنتیں منظور نہیں

رب کے ہاں چلتی ہے سنت، بدعات اسے قبول نہیں
مصطفیٰ کا کوئی عمل اللہ کے ہاں فضول نہیں

بدعتی ہے بندہ اھواء وہ تابع رسول نہیں
اس وجہ سے اس کے اعمال عند اللہ ماجور نہیں

ذلت کے آثار ہیں نمایاں چہرہ بھی پرنور نہیں
چھائی ہوئی رسوایاں اہل فہم سے مستور نہیں

بدعت کا نتیجہ ظلمت ہے، ظلمت میں کوئی بھی نور نہیں
چمکتا بدن ہے ابرص کا ہرگز وہ زینت حور نہیں

اعمال پیغمبر ہیں منقول کوئی عمل بھی مجہول نہیں
مجہول اور مردود اعمال کے ہرگز ہم مامور نہیں

پیدائش سے لے کر مرنے تک کوئی بھی عمل متروک نہیں
یہاں ہر عمل خود ساختہ ہے کوئی ایک بھی ماثور نہیں

تیجہ ساتواں سالانہ اسلام کا یہ دستور نہیں
مردوں کی ہڈیاں کھاتا ہے تو اتنا بھی مجبور نہیں

سنت کو مٹانے والے کیا تو اللہ کے ہاں مقہور نہیں؟
بدعت پر چلنے والے کیا تو سب سے بڑا لنگور نہیں؟

بدعت کا پجاری ہر دم ہائے، حاصل کبھی اس کو سرور نہیں

سنت پر چلنے والا کہیں دنیا میں کبھی مغموم نہیں
توبہ نہ کرے گا جب تک تو تیرا کوئی بھی عمل مقبول نہیں
بدعت کے پجاری کر توبہ تو اللہ کے ہاں معذور نہیں

بدعات کے متعلق اکابرین امت کے ارشادات

حضرت ابوبکر صدیقؓ (م ۱۳ھ) کا ارشاد

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کے سانحہ ارتحال کے دوسرے دن خطبہ دیا۔ اس میں ارشاد فرمایا:

انما انا متبع ولست بمبتدع فان استقمت فتابعونی وان زغت فقومونی. (تاریخ الطبری ص ۲۴۴ ج ۳)

''میں آنحضرت ﷺ کا تابعدار اور پیروی کرنے والا ہوں اور نئی چیزوں (یعنی بدعت) کو گھڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر میں سیدھا چلوں تو میری پیروی کرو اور اگر میں کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔''

حضرت عمر بن الخطابؓ (م ۲۳ھ) کا ارشاد

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

السنة ما سنه الله و رسوله لا تجعلوا حظ الرأی سنة للأمة.

(اعتصام ص ۱۰۲ ج ۱)

''سنت وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سنت قرار دیا ہے۔ اپنی آراء کو امت کے لئے سنت نہ بناؤ۔''

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو سمجھایا کہ اپنی آراء کو دین میں داخل نہ کرو تاکہ لوگ بعد میں اس کو سنت نہ سمجھیں بلکہ سنت دین وشریعت میں صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سکھایا ہے۔ بس اسی پر اکتفا کرو۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے۔ ''سب سے سچا قول خدا کا قول ہے (یعنی قرآن)، سب سے اچھا راستہ محمد ﷺ کا راستہ ہے (یعنی سنت)، بدترین کام بدعت کے کام ہیں، لوگ بھلائی پر ہیں جب تک اپنے اکابر سے علم لے رہے ہیں۔'' (العلم والعلماء ص ۱۱۹)

حضرت عثمانؓ ابن عفان (م ۳۵ھ) کا ارشاد

امیر المؤمنین شہید مظلوم حضرت عثمانؓ اپنے ایک مکتوب میں جو مختلف شہروں کے باشندوں یا حکام کو لکھتے ہیں۔

انما عملت فیھم ما یعرفون ولا ینکرون تابعا غیر متتبع متبعا غیر مبتدع مقتدیا غیر متکلف. (الطبری ص ۱۰۵ ج ۵)

''اس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کے درمیان اس پر عمل کیا جسے وہ جانتے ہیں اور نا آشنا نہیں۔ پیروکار بنتے ہوئے نہ کہ اپنا تابعدار بناتے ہوئے اتباع کرتے ہوئے نہ کہ نئی (بدعت) ایجاد کرتے ہوئے اور بلا تکلف اقتدا کرتے ہوئے۔''

حضرت علیؓ کا (م ۴۰ھ) ارشاد

حضرت علیؓ نے ایک شخص کو نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ مروی ہے:

ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوۃ العید فنھاہ علیؓ فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یعذب علی الصلوۃ فقال علیؓ وانی اعلم ان اللہ تعالیٰ لا یثیب علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ ﷺ او یحث علیہ فتکون صلاتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالیٰ یعذبک بہ لمخالفتک لرسول اللہ ﷺ. (الجنہ ص ۱۵۶)

''ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہی تو حضرت علیؓ

نے اسے منع کیا۔ اس نے کہا، امیرالمومنین میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، میں یقیناً جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہیں دے گا جب تک کہ اس فعل کو جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا نہ ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز فعل عبث ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید یہ کہ تجھے اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے عذاب دے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) کے ارشادات

اتبعوا اثارنا و لا تبتدعوا فقد کفیتم. (اعتصام ص ۷۹ ج ۱)

''تم ہمارے نقش قدم پر چلو اور نئی نئی بدعات مت ایجاد کرو، کیونکہ یہی تمہارے لئے کافی ہے۔''

۲. **ایها الناس لا تبتدعوا و لا تنطعوا و لا تعمقوا و علیکم بالعتیق خذوا ما تعرفون و دعوا ما تنکرون.** (اعتصام ص ۷۹ ج ۱)

''اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادات میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو۔ پرانے طریقوں کو لازم پکڑو، اس چیز کو اختیار کرو جو از روئے سنت تم جانتے ہو اور جس کو طریقۂ سنت میں سے نہیں جانتے، اس کو چھوڑ دو۔''

۳. **علیکم بالعلم قبل ان یقبض وقبضه بذهاب اهله علیکم بالعلم فان احدکم لا یدری متی یفتقر الی ما عنده و ستجدون اقواما یزعمون انهم یدعون الی کتاب الله وقد نبذوه وراء ظهورهم فعلیکم بالعلم وایاکم والمبتدع والتنطع والتعمق وعلیکم بالعتیق.** (الاعتصام ص ۷۹ ج ۱)

''علم حاصل کرو قبل اس کے کہ وہ قبض ہو جائے اور اہل علم کا دنیا سے اٹھ جانا ہی علم کا قبض ہو جانا ہے۔ علم حاصل کرو کیونکہ تم میں سے کوئی شخص کسی بھی وقت اس علم کا محتاج ہو سکتا ہے جو اس کے پاس ہو۔ علم حاصل کرو لیکن خبردار! مبالغہ اور تعمق کرنے والے بدعتی سے بچو اور پرانے طریقوں کو لازم پکڑے رہو۔''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے علم حاصل کرنے کے متعلق بڑی تاکید فرمائی کہ علم حاصل کرلو اور کسی بھی وقت تمہیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اگر تمہارے پاس علم ہوگا تو صراط مستقیم پر گامزن رہ سکو گے، طریقۂ سنت معلوم کر سکو گے۔ اگر علم نہیں ہوگا تو طریقۂ سنت سے ہٹ کر ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ اور اس کے ساتھ مبالغہ کرنے والے بدعتیوں سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی جو اپنی طرف سے دین میں پیوند لگاتے ہوں، اہلیت کے بغیر استنباط و اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہوں۔

پرانے طریقوں سے مراد صحابہ کرامؓ کے طریقے اور سنت کا واضح راستہ ہے۔

حضرت حذیفہؓ (م ۳۶ھ) کے ارشادات

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں: .

۱. **کل عبادة لم یتعبدها اصحاب رسول الله ﷺ فلا تعبدوها فان الاول لم یدع للآخر مقالا فاتقوا الله یا معشر المسلمین و خذوا بطریق من کان قبلکم.** (اعتصام)

"جو عبادت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے نہیں کی وہ عبادت تم بھی نہ کرو۔ کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لئے کوئی کمی نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے اختیار کرو۔"

۲۔ حضرت حذیفہؓ جب مسجد میں داخل ہوتے تو کھڑے ہو کر فرماتے:

یآ معشر القرا اسلکوا الطریق فلئن سلکتموها لقد سبقتم سبقاً بعیداً ولئن اخذتم یمیناً و شمالا لقد ضللتم ضلالاً بعیداً.

(اعتصام ص ۷۸ ج ۱)

"اے علماء کی جماعت! طریقہ سنت کو اختیار کرلو۔ اگر تم طریقہ سنت پر چلو گے تو بہت آگے بڑھ جاؤ گے اور اگر تم دائیں بائیں ہو گئے (یعنی بدعات کا شکار ہو گئے) تو گمراہی میں بہت دور نکل جاؤ گے۔"

حضرت حذیفہؓ نے ایک مرتبہ دو پتھر لئے۔ پھر ایک پتھر کو دوسرے پر رکھا اور اپنے

ساتھیوں سے پوچھا۔ ''کیا تم ان دونوں پتھروں کے درمیان روشنی دیکھتے ہو؟'' انہوں نے عرض کیا کہ بہت تھوڑی روشنی نظر آ رہی ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

۳. والذی نفسی بیدہ لتظھرن البدع حتی لا یری من الحق الا قدر مابین ھذین الحجرین من النور واللہ لتفشون البدع اذا ترک منھا شیٔا قالوا ترکت السنۃ. (اعتصام ص ۷۸ ج ۱)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، آئندہ زمانے میں بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی۔ یہاں تک کہ حق اس روشنی کے بقدر قلیل مقدار میں نظر آئیگا۔ اللہ کی قسم! بدعتیں اس طرح پھیل جائیں گی کہ اگر کوئی شخص کسی بدعت کو چھوڑے گا تو لوگ کہیں گے کہ تم نے سنت چھوڑ دی۔''

حضرت حذیفہؓ کی پیشین گوئی بالکل درست ثابت ہو چکی ہے۔ مبتدعین نے بدعات کو بالکل دین اور سنت بنا کر پھیلا دیا ہے۔ کسی بھی عمل میں دیکھو تو ننانوے فیصد بدعات ورسومات نے دین کی شکل اختیار کی ہے اور ان بدعات کا فرائض سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی متبع سنت ان بدعات کو چھوڑ دے تو تمام کلمہ گو اسے طعنہ دیتے ہیں کہ اس نے دین چھوڑ دیا اور بے دین ہو گیا۔ استغفر اللہ۔

چوں می گویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلات لا الہ را

۴۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

اخوف ما اخاف علی الناس اثنتان ان یؤثروا ما یرون علی ما یعلمون وان یضلوا وھم لا یشعرون.

'' مسلمانوں کے متعلق جن چیزوں کا مجھے خطرہ ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک دو چیزیں ہیں۔ (۱) جو چیز دیکھیں اس کو اس پر ترجیح دینے لگیں جو ان کو سنت رسول اللہ سے معلوم ہے۔ (۲) کہ وہ غیر شعوری طور پر گمراہ ہو جائیں۔

قال سفیان وھو صاحب البدعۃ. (اعتصام ص ۷۸ ج ۱).

''سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ وہ اہل بدعت ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ (م ۷۴ھ) کے ارشادات

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

صلاة السفر ركعتان من خالف السنة كفر .

(اعتصام ص ۸۰ ج ۱)

''سنت کی نماز دو رکعتیں ہیں (جس نے چار رکعتیں پڑھ کر) سنت کی مخالفت کی اس نے کفر کیا''۔

حضرت مجاہد (التوفی ۱۰۲ھ) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ساتھ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوا آذان ہو چکی تھی:

فثوب رجل فی الظهر او العصر قال اخرج بنا فان هذه بدعة. (ابوداؤد ص ۸۵ ج ۱)

ایک شخص نے ظہر یا عصر کے وقت تھویب شروع کی حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو آخری عمر میں نابینا ہو چکے تھے) نے مجاہد سے فرمایا مجھے یہاں سے لے چل اس لئے کہ یہ بدعت ہے ۔اذان کے بعد نماز کی دعوت کو تھویب کہا جاتا ہے عبداللہ بن عمرؓ نے جب موذن کی طرف سے بدعت دیکھی تو مسجد سے نکل گئے اور وہاں نماز بھی نہ پڑھی اگر موجودہ زمانہ کا کوئی مبتدع ہوتا تو اسے بدعت حسنہ قرار دے کر جواز کا فتویٰ دے دیتا کیونکہ اس شخص نے کوئی برائی نہیں کی، کسی کو گالی نہیں دی، نماز کی دعوت دی ہے جو بہت اونچا عمل ہے لیکن صحابہ کرامؓ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے اس اچھائی و بھلائی کو وہ بھلائی اور کار ثواب کیسے سمجھتے جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں انہوں نے نہیں دیکھی تھی اس لئے وہاں سے نکل گئے اور اس بدعتی کی مسجد میں نماز تک نہیں پڑھی، چنانچہ ترمذی کی روایت ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

دخلت مع عبدالله بن عمر مسجداً وقد اذن فيه ونحن نريد ان نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه وانما كره عبدالله بن عمر التثويب الذي احدثه الناس بعد . (ترمذی ص ۲۸ ج ۱)

''میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد میں داخل ہوا اور اذان ہو چکی تھی موذن نے تھویب شروع کی، عبداللہ بن عمر مسجد سے نکل گئے اور مجاہد سے فرمایا مجھے اس بدعتی کے ہاں سے لے چل اور وہاں نماز نہ پڑھی عبداللہ بن عمرؓ نے تھویب کو ناپسند کیا جو لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد گھڑی تھی''۔

ترمذی نے حضرت نافع سے نقل کیا ہے:

ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمدلله والسلام علی رسول الله فقال ابن عمر وانا اقول الحمد الله والسلام علی رسول الله ولیس هکذا علمنا رسول الله ﷺ علمنا ان نقول الحمد الله علی کل حال. (ترمذی ص ۹۸ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۴۰۶)

''ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ کے پہلو میں چھینک ماری اور کہا الحمد اللہ والسلام علی رسول اللہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا تو میں بھی قائل ہوں کہ الحمد اللہ والسلام علی رسول اللہ ہے لیکن ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعلیم نہیں دی آپ ﷺ نے ہمیں اس موقع پر یہ سکھایا ہے کہ ہم الحمد اللہ علی کل حال کہا کریں''۔

یہاں اگر کوئی حلوائی پارٹی کا کارکن موجود ہوتا تو فوراً فتویٰ لگا دیتا کہ آپ وہابی ہو گئے ہیں درود نہیں مانتے آپ درود کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ، ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے اس شخص نے درود پڑھا ہے کوئی برا لفظ نہیں کہا عبداللہ بن عمر نے اس سے کیوں منع کیا؟ حقیقت یہ کہ صحابہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی منشا جانتے تھے اور دین میں کسی قسم کی کوئی بدعت نکالنا دین کی جڑیں کھوکھلی کرنا یقین کرتے تھے اگر اسی وقت سے بدعات کا رواج ہو جاتا تو آج دین کا نام و نشان تک نہ ملتا اور قرآن بھی توریت اور انجیل کی طرح لاکھوں اختلافات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان صحابہ کرامؓ اور ان کے شاگردوں کو جنہوں نے کسی قسم کی تحریف بدعت اور تغیر کو گوارہ نہ کیا اور دین کو اپنی اصلی شکل میں ہم تک منتقل کیا عبداللہ بن عمرؓ کو معلوم تھا کہ یہ موقعہ درود بھیجنے کا نہیں جب پیغمبر ﷺ نے ہمیں اس موقعہ پر درود بھیجنے کی تعلیم نہیں دی تو ہم کیسے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کو تبدیل کر سکتے ہیں اور اگر یہی بات کوئی دیوبندی کہتا ہے کہ آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام جائز نہیں ہے تو اسے وہابی

کہہ کر درود کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔

نماز چاشت صحیح احادیث سے ثابت ہے لیکن اس کے لئے خاص اہتمام اور اجتماعی ہئیت سے جمع ہونا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا جہاں جہاں کوئی ہوتا وہاں نماز چاشت پڑھ لیتا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب نماز چاشت کے لئے لوگوں کا خاص اہتمام اور مسجدوں میں جمع ہونا دیکھا تو اسے بدعت قرار دیا۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔

فسألنا عن صلاتهم فقال بدعة .

(بخاری ص ۲۳۸ ج ۱، مسلم ص ۴۰۹ ج ۱)

''ہم نے عبداللہ بن عمرؓ سے ان لوگوں کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا یہ بدعت ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) کا ارشاد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص طریقہ سنت پر ہو اور بدعت سے منع کرتا ہو اور طریقہ رسالت کی اشاعت کرتا ہو تو ایسے شخص کو دیکھنا عبادت ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۰)

حضرت معاذ بن جبلؓ (م ۱۸ھ) کا ارشاد

ابوداؤد نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے نقل کیا انہوں نے ایک دن فرمایا:

ان من ورائكم فتنا يكثر فيها المال ويفتح فيه القران حتى ياخذه المومن والمنافق والرجل والمرأة والصغير والكبير والعبد والحر فيوشك قائل ان يقول ما للناس لا يتبعوني وقد قرأت القرآن ؟ ما هم بمتبعي حتى ابتدع لهم غيره واياكم وما ابتدع فان ما ابتدع ضلالة. (ابوداؤد ص ۲۸۵ ج ۲) (صفوة الصفوة ص ۱۹۸ ج ۱)

''تمہارے آگے بہت سے فتنے آنے والے ہیں جن میں مال و دولت کی کثرت ہو جائے گی اور قرآن عام ہو جائے گا یہاں تک کہ مومن منافق، مرد عورت، چھوٹا بڑا، آقا غلام، ہر ایک قرآن سے کچھ سمجھ لے گا پھر ہر ایک ان میں کہے گا کہ لوگ میری تابعداری کیوں نہیں کرتے حالانکہ میں انہیں قرآن سناتا ہوں یہ میری تابعداری نہیں کرتے تو میں ان کے لئے قرآن کے علاوہ بدعتیں ایجاد کرلوں (تاکہ نئی نئی یں انوکھے قصے ،کہانیاں، من گھڑت روایات سن کر میری طرف متوجہ ہوں) پھر معاذؓ نے فرمایا ان کی بدعات سے بچو کیونکہ جو بدعت وہ گھڑیں گے وہ گمراہی سے خالی نہیں ہوگی''۔

آج کل جدید لذیذ ہر نئی چیز زیادہ اچھی لگتی ہے اس لئے بدعت پرست واعظین قرآن و حدیث کی بجائے قصے کہانیاں، من گھڑت افسانے سنا کر لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسے آج کل کے لوگ بھی پسند کرتے ہیں۔ جہاں قرآن وسنت کا بیان ہو رہا ہو، وہاں کوئی نہیں جاتا۔ اور جہاں ڈھول باجے، ناچ گانے، قوالیوں سے محفل آرائی ہو رہی ہو تو وہاں سارے ابنائے شیطان پہنچ جاتے ہیں۔ یا کوئی افسانہ گو دغاباز سریلی آواز میں جھوٹی کراماتیں بیان کر رہا ہو تو وہاں سامعین بڑے مزے سے جھومتے ہیں، مستی کے عالم میں کفریہ شرکیہ نعرے بھی لگاتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ (م ۶۰ ھ) کا ارشاد

حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کا ارشاد ہے۔ ''سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ آدمی فہم و تدبر کے بغیر قرآن پڑھے، پھر اپنے لڑکوں، عورتوں، غلاموں، کنیزوں کو اس کی تعلیم دے اور وہ اسے لیکر علماء سے مجادلہ کرنے لگیں۔'' (العلم والعلماء ص ۵۲۶)

ہمارے زمانے کے اہل بدعت کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر وقت اپنی بدعات کی ترویج اور دفاع میں علماء سے مجادلہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ انہیں قرآن کا فہم ہے اور نہ قرآن کے منشاء و مقصد سے واقف ہیں۔ بس رٹی رٹائی باتیں جو اپنے بڑوں سے سن رکھی ہیں، انہی کو مکمل دین سمجھ کر کرتے ہیں اور علماء حق سے لڑتے جھگڑتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ (م ۲۱ھ) کا ارشاد

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں: ''راہ حق وطریقہ سنت کو لازم پکڑنا تم پر واجب ہے کیونکہ جس بندہ نے طریقہ حق تعالیٰ وسنت رسول اللہ ﷺ پر قائم ہو کر اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم کو یاد کیا، اس کے خوف سے اس بندہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تو اس کو آگ نہیں چھوئے گی اور راہ الٰہی وسنت رسالت پناہ پر اعتدال کی عبادات کرنا بہت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ برخلاف سبیل وسنت کے کوشش کرے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۱۰)

حضرت انس بن مالک (م ۹۳ھ) کا ارشاد

امام زہری کہتے ہیں کہ ہم دمشق میں انس بن مالک کے ہاں اس حال میں گئے کہ وہ اکیلے بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے کہا کہ رونے کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا، میں ان چیزوں میں سے جن کو میں نے پایا ہے، اس نماز کے علاوہ کچھ بھی نہیں پہچانتا اور وہ بھی ضائع کر دی گئی۔ (اصول السنۃ لرد البدعۃ: ۴۲)

حضرت انس اپنے زمانے کی بدعات پر رو رہے تھے۔ شاید اس زمانے میں ایک فیصد سے بھی کم بدعات رائج ہو چکی ہوں لیکن اگر وہ آج کی بدعات کو دیکھتے تو شاید اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا نقشہ ان کے ذہن میں ابھرتا جہاں بدعات ہی بدعات ہیں۔ پیدائش سے لے کر موت تک دین کا مکمل نقشہ ہی بدل چکا ہے۔ فرائض و واجبات بدعات کے پیچھے دب چکے ہیں۔ ہر عمل میں کئی طرح کی بدعات داخل ہو چکی ہے۔ اور اسی کا نام دین رکھ دیا گیا ہے۔ مسجدوں میں انہی بدعات کا درس دیا جاتا ہے اور منبر رسول پر انہی بدعات کی اشاعت نہایت سریلی آوازوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ اب تو نماز بھی ان بدعات کے لئے پڑھی جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ محمد ﷺ کے دین میں سے میں ان لوگوں میں صرف یہ بات پہچانتا ہوں کہ وہ اکٹھے نماز پڑھتے ہیں۔ امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر حضرت ابو درداء آج کل ہوتے تو کیا صورت حال ہوتی؟ اور عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ اگر امام اوزاعی یہ زمانے پاتے تو کیا حال ہوتا۔ (اصول السنۃ: ۴۱)

اور اگر یہ بزرگان ہمارے زمانے پاتے تو شاید سمجھتے کہ اسلام کے بعد کوئی اور دین و مذہب وضع کر دیا گیا ہے۔ یا ہم کسی اور مذہب کی عملداری میں آ چکے ہیں۔ ہمارے ہاں تو نہ پیغمبر علیہ السلام والی نماز رہ چکی ہے اور نہ ہی پیغمبر علیہ السلام والی اذان صحیح سلامت پائی جاتی ہے۔اور پھر بدعات کا جو ریلہ چلتا ہے تو قبر میں پہنچا کر بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی (م ۱۰۱ھ) وصیت

ابو داؤد نے حضرت سفیان ثوری وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے مسئلہ تقدیر دریافت کرنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا اس کے جواب میں خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا:

اما بعد اوصیک بتقوی الله والا قتصاد فی امره واتباع سنة نبیه ﷺ وترک ما احدث المحدثون بعد ماجرت به سنة وکفوا مؤنته فعلیک بلزوم السنة فانها لک باذن الله عصمة ثم اعلم انه لم یبتدع الناس بدعة الا قد مضٰی قبلها ما هو دلیل علیها او عبرة فیها فان السنة انما سنها من قد علم ما فی خلافها من الخطا والزلل والحمق والتعمق فارض لنفسک ما رضی به القوم لا نفسهم فانهم علی علم وقفوا وببصرنا فذ کفوا ولهم علی کشف الامور کانوا قوی وبفضل ما کانوا فیه اولی فان کان الهدی ما انتم علیه لقد سبقتموه الیه. (ابو داؤد ص ۲۸۵ ج ۲)

''اما بعد میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کے حکم میں میانہ روی اختیار کرنے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ اہل بدعت نے جو بدعتیں ایجاد کیں ہیں ان کو چھوڑ دینا جبکہ سنت اس سے قبل جاری ہے اور سنت کی موجودگی میں بدعت کی ایجاد کی کیا مصیبت ہے؟ سنت کو مضبوطی سے پکڑنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سنت حفاظت کا ذریعہ ہے اور جان لے کہ لوگوں نے جو بدعت ایجاد کی ہے اس سے قبل ہی وہ چیز گزر چکی ہے جو اس پر دلیل ہو سکتی تھی یا

اس میں عبرت ہوسکتی تھی کیونکہ سنت ان پاک نفوس کی طرف سے آئی ہے جنہوں نے اس کے خلاف خطا، لغزش، حماقت اور تعمق کو بغور دیکھ لیا تھا اور اس کو اختیار نہ کیا تو بھی صرف اس چیز پر راضی ہو جا جس پر قوم راضی ہو چکی ہے کیونکہ انہوں نے علم پر اطلاع پائی اور دوررس نگاہ سے دیکھ کر بدعت سے اجتناب کیا اور البتہ وہ معاملات کی تہہ تک پہنچنے پر قوی تر تھے اور جس حالت پر وہ تھے وہ افضل تر حالت تھی اگر ہدایت وہ ہے جس پر تم گامزن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ان سے فضیلت میں بڑھ گئے"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب امیر المومنین بنائے گئے بیعت کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا:

ایها الناس انه لیس بعد نبیکم نبی ولا بعد کتابکم کتاب ولا بعد سنتکم سنة ولا بعد امتکم امة الاوان الحلال ما احل الله فی کتابه علی لسان نبیه حلال الی یوم القیمة الاوان الحرام ما حرم الله فی کتابه علی لسان نبیه حرام الی یوم القیمة الاوانی لست بمبتدع ولکنی متبع . (اعتصام ص ۸۶ ج ۱)

"اے لوگو بے شک تمہارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں نہ تمہاری کتاب کے بعد کوئی کتاب ہے نہ تمہاری شریعت کے بعد کوئی شریعت ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی امت ہے خبردار حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارکہ پر حلال کیا ہے اور وہ قیامت تک حلال رہے گا خبردار حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی ﷺ کی زبان مبارکہ پر حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک حرام رہے گا غور سے سن لو میں کوئی بدعتی نہیں ہوں بلکہ اتباع کرنے والا ہوں"۔

قاضی شریحؒ (م ۸۵ھ) کا ارشاد

قاضی شریحؒ کہتے ہیں: "سنت تمہاری رائے وقیاس سے پہلے ہی احکام کا احاطہ کر چکی ہے لہذا سنت کی پیروی کرو اور بدعت ایجاد نہ کرو۔ جب تک سنت پر استوار رہو گے، گمراہ

بھی نہیں ہو گے۔'' (العلم والعلماء ص۲۳۲)

امام ابن سیرینؒ (م۱۱۰ھ) ارشاد

امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: ''اگلے بزرگ آدمی کو اس وقت تک ہدایت پر سمجھتے تھے جب تک وہ آثار و حدیث کا پابند رہتا تھا۔'' (العلم والعلماء ص۲۳۲)

حضرت عروہ بن زبیرؒ (م۹۳ھ) کا ارشاد

حضرت عروہ بن زبیرؒ اونچی آواز سے فرمایا کرتے تھے۔ ''لوگو سنت! سنت! یاد رکھو! سنت ہی دین کو قائم رکھنے والی ہے۔'' (العلم والعلماء ص۲۳۲)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں **لا یحل لا حد ان یا خذ بقولنا مالم یعرف ماخذہ من الکتاب والسنۃ او اجماع الامۃ او القیاس۔**

(نافع الکبیر ص۱۰۱ الجواہر المعنیہ ص۵۲ ج۱)

کسی شخص کیلئے ہمارے کسی قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک وہ اس قول کا قرآن کریم سنت رسول اللہ یا اجماع امت یا قیاس سے ماخذ نہ جان لے۔

حضرت امام مالکؒ (م۱۷۹ھ) کا ارشاد

من ابتدع فی الاسلام بدعۃ یراھا حسنۃ فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالۃ لان اللہ یقول الیوم اکملت لکم دینکم فما لم یکن یومئذ دیناً فلا یکون الیوم دیناً. (اعتصام ص۴۹ ج۱)

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی پھر اس کو اچھا (نیکی کا کام) سمجھا۔ وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ محمد ﷺ نے پیغام رسالت پہنچانے میں خیانت کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔'' پس جو قول (فعل و عمل) عہد رسالت میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں بن سکتا۔''

آج تمام بدعات کو نیکی اور بھلائی سمجھا جاتا ہے بلکہ فرائض و واجبات سے بھی ان

بدعات و رسومات کو مقدم خیال کیا جاتا ہے اور چھوڑنے والوں کو بے دین اور کافر سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ عمل بذات خود کفر سے کچھ کم نہیں۔

حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴) کا ارشاد

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''جب میں کسی شخص کو جو حدیث و سنت والا ہو، دیکھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے گویا میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ میں سے کسی کو دیکھ لیا۔ (تلبیس ابلیس ص ۱۲)

لیث بن سعد فرماتے تھے کہ اگر میں بدعتی کو دیکھوں کہ پانی پر چلتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کروں۔

امام شافعیؒ نے جب لیث بن سعد کا یہ کلام سنا تو فرمایا۔ '' لیث نے بہت کم کہا۔ میں اگر بدعتی کو دیکھوں کہ ہوا پر اڑتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کروں۔'' (تلبیس ابلیس ص ۲۰)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا۔ ''اوزاعی کی رائے، مالک کی رائے، ابو حنیفہ کی رائے سب رائیں ہیں اور میری نگاہ میں یکساں ہیں، حجت صرف آثار و احادیث ہیں۔'' (العلم والعلماء ص ۲۴۰)

امام احمدؒ فرماتے ہیں: سنت کی بنیاد ہمارے نزدیک صحابہ کرامؓ کے عمل پر مضبوطی سے جمے رہنا، ان کی پیروی کرنا اور بدعت کو ترک کر دینا ہے کہ ہر بدعت گمراہی کا ذریعہ ہوتی ہے۔ (اصول السنۃ ص ۹۳)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کا ارشاد

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کہ جب علم اصاغر سے سیکھا جانے لگے، کے متعلق ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اس حدیث کی شرح میں اصاغر کے معنی اہل بدعت بتاتے ہیں۔ (العلم والعلماء ص ۱۱۹) یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ علم

اہل بدعت سے سیکھا جانے لگے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ صحابہ کی رائے پر بعد والوں کی رائے کو ترجیح دینا اصاغر سے علم لینا ہے۔ (ایضا)

امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کا ارشاد

عبدالرحمان بن عمرو اوزاعی فن حدیث کے مشہور امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:
''صاحب بدعت سے بات چیت مت کرو اور نہ اس سے جھگڑا کرو، وہ تمہارے دل میں فتنہ کا بیج ڈال دے گا۔'' (الاعتصام)

دوسرا ارشاد

''اثار سلف صالحین کی پابندی کر چاہے لوگ تمہیں رد کرتے رہیں۔ خبردار! لوگوں کے خیالات (بدعات و رسومات) پر نہ چلنا، چاہے وہ کیسی خوشنما دلیلیں پیش کریں۔''

(العلم والعلماء ص ۲۳۵)

تیسرا ارشاد

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ''طریقہ سنت پر اپنے آپ کو پابند کر اور جہاں صحابہ ٹھہر گئے تو بھی وہاں ٹھہر جا اور جہاں انہوں نے کلام کیا، وہاں تو کلام کر اور جس چیز سے وہ رک رہے، تو بھی رک جا اور اپنے دین میں سلف صالحین کی پیروی کر کیونکہ جہاں ان کی سمائی ہوگی وہاں تیری بھی سمائی ہوگی۔'' (تلبیس ابلیس ص ۱۰)

حضرت مجاہد کا ارشاد

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی دو نعمتوں میں سے جو مجھے نصیب ہوئی ہیں کون سی نعمت بڑی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے، دوسری یہ کہ بدعتوں سے میری حفاظت فرمائی ہے۔ (تنبیہ الغافلین: ۵۸۷)

حضرت ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) کا ارشاد

حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں: ''میں طریقہ نبوت پر عمل کرنے والوں میں

سے جب کسی کے مرنے کی خبر سنتا ہوں تو اس کا جاتا رہنا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میرے بدن کا کوئی حصہ جاتا رہا۔"

حضرت ایوبؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔"عرب اور عجم دونوں کی نیک بختی کے آثار میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں اہل سنت عالم عطا فرمادے۔" (تلبیس ابلیس ص ۱۱)
یعنی ایسا عالم جو انہیں بدعات و رسومات سے نکال کر سنت نبویہ ﷺ پر چلائے۔

حضرت امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کا ارشاد

امام شعبی کہتے ہیں۔"خبردار! دین میں قیاس و رائے کو دخل نہ دینا، اللہ کی قسم ایسا کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دو گے۔ اپنے دین میں اس طریقے پر رہو جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کا طریقہ تھا۔ (العلم والعلماء ص ۲۳۲)

دوسرا ارشاد

امام شعبی فرماتے ہیں: ما حدثوک عن اصحاب محمد فشد علیه یدک وما حدثوک عن رایھم فبل علیه۔ (اصول السنۃ ص ۹۶)
یہ لوگ جو چیز صحابہ کرامؓ سے نقل کریں تو اسے اختیار کرلو اور جو کچھ وہ اپنی رائے سے نقل کریں تو اس پر پیشاب کرو۔

تیسرا ارشاد

امام شعبی فرماتے ہیں کہ بدعتوں کو اھواء اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے پیروکاروں کو دوزخ میں گرائیں گی اور ھوا کا معنی اوپر سے نیچے گرنا ہے۔ (تنبیہ الغافلین: ۵۸۷)

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کا ارشاد

امام اعظم کے شاگرد قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں:

کل ما افتیت به فقد رجعت عنه الا ما وافق الکتاب والسنة (اصول

السنۃ ص ۱۲۷ میں نے اپنے تمام فتوؤں سے رجوع کرلیا ہے سوائے ان فتوؤں کے جو قرآن و سنت کے موافق ہوں۔

علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) کا ارشاد

علامہ ابن عبدالبر اندلسی فرماتے ہیں اہل بدعت نے اجماع کیا ہوا ہے کہ وہ سنت سے مثال پیش نہیں کریں گے اور انہوں نے کتاب اللہ کی ایسی تاویلیں کیں جو سنت کی بیان کردہ تفسیر کے خلاف ہیں بس وہ گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی انہوں نے گمراہ کیا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۹۳ ج ۲)

حافظ ابن رجب (م ۷۹۵ھ) کا ارشاد

علامہ حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

کل من احدث فی الدین ما لم یاذن به الله و رسوله فلیس من الدین فی شئ۔ (جامع العلوم والحکم ص ۴۲)

جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اجازت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں دی تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام ابو بکر بن عیاشؒ (م ۱۹۳ھ) کا ارشاد

امام ابو بکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں: ''جس طرح شرک و باطل دینوں کی بہ نسبت اسلام نادر عزیز ہے، اسی طرح اسلام میں بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر عزیز بلکہ بہت نادر عزیز ہے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۱۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) کا ارشاد

ابن عوف سے روایت ہے کہ ہم ابراہیم نخعیؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا۔ ''اے ابو عمران! آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفا عطا فرمائے۔'' تو میں نے دیکھا کہ ابراہیمؒ کو اس کلمہ سے سخت کراہت پیدا ہوئی، حتیٰ کہ ہم نے ان کے چہرے

سے اس کے آثار دیکھے اور ابراہیم نخعیؒ نے طریقہ سنت کا ذکر فرما کر اس کی ترغیب دلائی اور لوگوں نے جو بدعت نکالی ہے، اس کو ذکر کر کے اس سے کراہت ظاہر کی اور اس کی مذمت فرمائی۔" (تلبیس ابلیس ص ۲۲)

آگے فرماتے ہیں: "ہم نے یہ بات بیان کر دی کہ پیشوایان سلف و خلف ہر بدعت سے احتراز کرتے تھے، اگر چہ وہ ایسی بدعت نکالی گئی ہو کہ اس میں بظاہر کچھ مضائقہ نہیں ہے، اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ شریعت میں ایسی بات ہی پیدا نہ ہونے پائے جس کا وجود پہلے نہ تھا۔" (تلبیس ابلیس ص۲۲)

حضرت ابوعمر کا ارشاد

حضرت ابوعمر کہتے ہیں: "اہل بدعت نے سنت کو چھوڑ دیا ہے اور قرآن کی ایسی تاویلوں میں پڑ گئے ہیں جو سنت کے بالکل خلاف ہیں، حالانکہ اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے بکثرت احادیث وارد ہیں۔" (العلم والعلماء ص ۲۵۶)

علامہ ابن حزم (م ۴۵۶ھ) کا ارشاد

علامہ ابن حزم علی ابن احمد (متوفی ۴۵۷ھ) فرماتے ہیں: **والدین قدتم فلا یزاد فیہ ولا ینقص منہ ولا یبدل۔** (المحلی ص ۲۶ ج۱)

دین تمام ہو چکا ہے اب اس میں نہ زیادتی کی گنجائش ہے اور نہ کمی کی اور نہ ہی اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل فرما دیا ہے اس لیے اب اس میں کسی کو تغیر و تبدل کی اجازت نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: **لا تبدیل لکلمات اللہ۔** (المائدہ) "بدلتی نہیں اللہ کی باتیں"۔

علامہ محمد بن ولید ابوبکر طرطوسی (متوفی ۵۲۰) فرماتے ہیں:

ان الزیادۃ فی الدین والابتداع فی الشرع عظیم الخطر قال علماءنا اذا کان تغییر کلمۃ فی باب التوبۃ و ذالک امر یرجع الی المخلوق یوجب کل ذالک العذاب فما ظنک بتغییر ما ھو

حبر عن صفات المعبود. (الحوادث والبدع ص ۲۲)

دین میں اضافہ اور شریعت میں بدعت بڑی ہلاکت کی بات ہے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ جب توبہ کے بارہ میں ایک کلمہ کا بدلنا اس پورے عذاب کا سبب بنتا ہے حالانکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کا تعلق صرف مخلوق سے ہے تو پھر ان مسائل کی تبدیلی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو معبود کی صفتوں سے متعلق ہو۔ بنی اسرائیل نے حطة کے بجائے حنطة کہا جس کی وجہ سے ان پر عذاب مسلط ہوا جس کے متعلق قرآن کی آیت ہے: فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لهم۔ "پھر بدل ڈالی ظالموں نے بات سوا اس کے جو کہی گئی تھی ان کو"۔ (البقرة ۵۹) توبہ کا ایک کلمہ بدلنے کی وجہ سے وہ عذاب میں گرفتار ہوئے اور جہاں دین کا دین ہی بدل چکا ہو شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں اپنی متوازی شریعت قائم کر دی گئی ہو تو ان کا کیا حال ہوگا۔

حضرت معروف کرخیؒ (م ۲۰۰ھ) کا ارشاد

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں۔ "اگر صاحب بدعت کو دیکھو کہ ہوا پر چلتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کرو۔" (مخزن اخلاق ص ۱۴۷)

حضرت ابوادریس خولانی کا ارشاد

ابوادریس خولانی فرماتے ہیں:

لان اری فی المسجد ناراً لا استطیع اطفائها أحب الی من ان أری فیه بدعة لا استطیع تغیرها. (اعتصام ص ۸۳ ج ۱)

"اگر میں مسجد میں بھڑکتی ہوئی آگ دیکھوں جس کو میں بجھا نہیں سکتا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اس میں کوئی بدعت دیکھوں جس کو میں مٹا نہیں سکتا"۔

مسجد میں اگر آگ لگ گئی تو مسجد جل جائے گی جس کی تعمیر دوبارہ بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر مسجد میں بدعات جاری ہو گئیں تو اس سے مسلمان جہنم کا ایندھن، شریعت الٰہیہ کو بدلنے اور سنت نبویہ کو مٹانے والے بن جائیں گے جس کا نقصان آگ لگنے سے کئی درجہ زیادہ ہے

موجودہ زمانے میں اگر نظر دوڑائی جائے تو اکثر مساجد میں بدعت کی اشاعت ہوتی ہے من گھڑت قصے کہانیاں، جھوٹی روایات بیان کی جاتی ہیں اور بدعات کی تعلیم دی جاتی ہے اور خانہ خدا میں خدا تعالیٰ کے دین کو مٹانے اور تبدیل کرنے کی جسارت کی جاتی ہے محض دو پیسوں کے لئے یا حلوہ اور کھیر کی رکابی کے لئے یا برادری میں ناک اونچی کرنے کے لئے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) کا ارشاد

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں: ''بدعتی کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں بلند نہیں کیا جاتا اور جس نے کسی بدعتی کی اعانت کی تو خوب یاد رکھو کہ اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔''

کسی نے فضیلؒ سے کہا کہ جس نے اپنی دختر کسی فاسق بدعتی سے بیاہی تو اس نے قرابت پدری کا ناتا اس سے قطع کر دیا؟

اس پر حضرت فضیلؒ نے جواب دیا۔''جس شخص نے اپنی لڑکی کو بدعتی سے بیاہ دیا تو اس نے قرابت پدری کا ناتا اس سے قطع کر دیا اور جو کوئی بدعتی کے پاس بیٹھا تو اس کو حکمت (دینی معرفت) نہیں دی جاتی اور اللہ تعالیٰ جس بندے کو دیکھتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو میں امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۱۸)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:''جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اس کو حکمت نصیب نہیں ہوتی''۔ (اعتصام ص ۹۰ ج ۱)

آج کل کے جعلی پیروں کو دیکھا جائے تو پاؤں سے لے کر سر تک، صبح سے لے کر شام تک بدعات ہی بدعات میں ڈوبے ہوئے نظر آئیں گے لیکن ان خرافات کو طریقت کا نام دے کر عوام کالانعام کو بے وقوف بنا کر خوب نذرانے بٹور رہے ہیں حالانکہ امام طریقت حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے اسے بھی حکمت نصیب نہیں ہوتی اور جو شخص بدعات کو سنت بنا کر پیش کرتا ہو بدعات کو پھیلاتا ہو تو اسے حکمت و طریقت کے اسرار کجا نصیب؟۔

حضرت ذوالنون مصریؒ (۲۰۵ھ) کا ارشاد

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

حق تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق واعمال اور تمام امور اور سنن میں حبیب اللہ ﷺ کا اتباع کیا جائے: فرمایا

لوگوں کے فساد کا سبب چھ چیزیں ہیں:

(۱) عمل آخرت کے متعلق ان کی ہمتیں اور نیتیں ضعیف ہوگئی ہیں۔

(۲) ان کے جسم ان کی خواہشات کا گہوارہ بن گئے۔

(۳) ان پر طول امل غالب آگیا یعنی دنیوی سامان میں قرنوں اور زمانوں کے انتظام کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں حالانکہ عمر قلیل ہے۔

(۴) انہوں نے مخلوق کی رضا کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے رکھی ہے۔

(۵) وہ اپنی ایجاد کردہ چیزوں (بدعات) کے تابع ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑ بیٹھے۔

(۶) مشائخ سلف اور بزرگان متقدمین میں سے اگر کسی سے کوئی لغزش صادر ہوگئی تو ان لوگوں نے اسی کو اپنا مذہب بنالیا اور ان کے فعل کو اپنے لئے حجت سمجھا اور ان کے باقی تمام فضائل ومناقب کو دفن کردیا۔ (اعتصام ص ۹۱ ج ۱)

اہل بدعت کے اکثر دلائل بزرگوں کے اقوال وافعال ہیں حالانکہ بزرگ بھی ہماری طرح انسان تھے، معصوم نہیں تھے۔ معصوم صرف انبیاء کرام ہیں۔ انبیاء کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں۔ بزرگوں کے جو اقوال وافعال قرآن وسنت کے خلاف ہیں وہ قرآن وسنت کے مقابلہ میں ہرگز دلیل نہیں۔ مبتدعین کا پورا دین بزرگوں کی لغزشات وتفردات کا مجموعہ ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ شیطان لعین کو بدعت دوسرے گناہوں سے زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ آدمی گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں

کرتا۔ (تفسیر قرطبی ص ۹۲ ج ۴)

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ''کوئی قول ٹھیک نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو، پھر کوئی قول وعمل ٹھیک نہیں ہوتا جب تک نیت صحیح نہ ہو اور کوئی قول وعمل ونیت ٹھیک نہیں ہوتی جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سنت سے مطابق نہ ہو۔'' (تلبیس ابلیس ص ۱۰)

حضرت ابوعلی جوازنی کا ارشاد

کسی نے آپ سے سوال کیا کہ اتباع سنت کا کیا طریقہ ہے فرمایا کہ بدعات سے اجتناب اور ان عقائد ز ا ع ا ل کا اتباع جن پر علماء اسلام کے صدر اول کا اجماع ہے اور ان کی اقتداء کا لازم سمجھنا۔ (اعتصام ص ۹۲ ج ۱)

حضرت ابوبکر ترمذیؒ کا ارشاد

حضرت ابو بکر ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ کمال ہمت اس کے تمام اوصاف کے ساتھ سوائے اہل بیت کے کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور یہ درجہ ان کو محض اتباع سنت اور ترک بدعت کی وجہ سے حاصل ہوا کیونکہ نبی کریم ﷺ تمام مخلوق میں سے زیادہ صاحب ہمت اور سب سے زیادہ واصل الی اللہ تھے۔ (اعتصام ص ۹۲ ج ۱)

حضرت ابوالحسن وراقؒ کا ارشاد

حضرت ابوالحسن وراق فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ تک صرف اللہ ہی کی مدد اور اس کے حبیب ﷺ کی اقتداء فی الاحکام کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے اور جو شخص وصول الی اللہ کے لئے سوائے اقتدائے رسول کے کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے وہ ہدایت حاصل کرنے کی خاطر گمراہ ہو گیا۔ (اعتصام ص ۹۲ ج ۱)

حضرت بایزید بسطامیؒ (م ۲۶۱) کا ارشاد

ایک دفعہ ایک بزرگ ان کے وطن میں تشریف لائے شہر میں ان کی بزرگی کا چرچا

ہوا حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے بھی زیارت کا ارادہ کیا اور اپنے ایک دوست سے کہا چلو ان بزرگ کی زیارت کرلیں، ابو یزید بسطامیؒ اپنے دوست کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے گئے یہ بزرگ گھر سے نماز کے لئے نکلے جب مسجد میں داخل ہوئے تو قبلہ کی طرف تھوک دیا ابو یزید یہ حالت دیکھتے ہی واپس ہوگئے اور ان کو سلام بھی نہ کیا اور فرمایا یہ شخص نبی کریم ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب پر مامور نہیں کہ اس کو ادا کر سکے اس سے کیا توقع رکھی جائے کہ یہ ولی اللہ ہو۔ (اعتصام ص ۹۳ ج ۱)

فائدہ: ہمارے اسلاف اور بزرگان دین ایسے شخص کو بھی ولی اللہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں جو ایک معمولی ادب کی خلاف ورزی کرے لیکن ہمارے زمانہ میں اسی کو ولی اللہ سمجھا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کا سب سے زیادہ مخالف ہو، لباس عورتوں والا، داڑھی ندارد، مونچھیں بڑی بڑی، چرس و بھنگ کا رسیا اور جو شخص فرائض کو بھی چھوڑ دے یعنی نماز بھی چھوڑ دے روزہ بھی ترک کر دے تو وہ پہنچی ہوئی سرکار کہلاتا ہے کہ یہ سب سے بڑا ولی ہے حالانکہ وہ سب سے بڑا شیطان ہوتا ہے۔

یہی ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی شخص کی کھلی کھلی کرامات دیکھو یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑنے لگے تو اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھاؤ اور اس کی بزرگی اور ولایت کے اس وقت تک معتقد نہ ہو جب تک کہ یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی، جائز و ناجائز اور حفاظت حدود اور آداب شریعت کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے۔ (اعتصام ص ۹۴ ج ۱)

حضرت سہیل تستریؒ کے ارشادات

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ بندہ جو کام بغیر اقتداء (رسول) کے کرتا ہے خواہ وہ (خوبصورت) طاعت ہو یا معصیت ہو وہ عیش نفس ہے اور جو فعل اقتداء و اتباع سے کرتا ہے وہ نفس پر عتاب اور مشقت ہے کیونکہ نفس کی خواہش کبھی بھی اقتداء و اتباع میں نہیں ہوسکتی اور اصل مقصود ہمارے طریق (یعنی سلوک) کا یہی ہے کہ اتباع ھوی (یعنی بدعت) سے بچیں۔

دوسرا ارشاد

ہمارے (صوفیاء کرام کے) سات اصول ہیں۔

۱: کتاب اللہ کے ساتھ تمسک (یعنی قرآن پر عمل)۔

۲: سنت رسول ﷺ کی اقتداء۔

۳: اکل حلال یعنی کھانے پینے پہننے میں حرام و ناجائز سے بچنا۔

۴: لوگوں کو تکلیف سے بچانا۔

۵: گناہوں سے بچنا۔

۶: توبہ۔

۷: ادائے حقوق۔

تیسرا ارشاد

تین چیزوں سے مخلوق مایوس ہوگئی۔

۱: توبہ کے التزام سے۔

۲: سنت رسول ﷺ کی اتباع سے۔

۳: مخلوق کو اپنی ایذا سے بچانے سے۔

(اعتصام ص۹۴ ج۱)

حضرت ابوسلیمان دارانی رحؒ کا ارشاد

حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میرے قلب میں معارف و حقائق اور علوم صوفیاء میں سے کوئی خاص نکتہ عجیبہ وارد ہوتا ہے اور ایک زمانہ دراز تک وارد رہتا ہے مگر میں اس کو دو عادل گواہوں کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کرتا اور وہ عادل گواہ کتا سنت ہے۔ (اعتصام ص۴۹ ج۱)

حضرت ابو حفص حدادؒ کا ارشاد

آپ سے بدعت کی حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

۱: احکام میں شرعی حدود سے تجاوز کرنا۔

۲: آنحضرت ﷺ کی سنتوں میں سستی کرنا۔

۳: اپنی خواہشات اور غیر معتبر آراء رجال کی پیروی کرنا۔

۴: سلف صالحین کی اتباع و اقتداء کو چھوڑنا۔

(اعتصام ص ۹۰ ج ۱)

حضرت جنید بغدادیؒ (م ۲۹۷ھ) کے ارشادات

حضرت جنید بغدادیؒ کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ عارفین پر ایک حالت ایسی آتی ہے کہ وہ تمام حرکات و اعمال کو چھوڑ کر اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں حضرت جنیدؒ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اسقاط اعمال کے قائل ہیں میں تو ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تو اپنے اختیار سے اعمال برّ (طاعات و عبادات) میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں ہاں مغلوب و مجبور ہو جاؤں تو دوسری بات ہے۔

دوسرا ارشاد: فرمایا کہ وصول الی اللہ کے جتنے بھی راستے عقلاً ہو سکتے ہیں وہ سب کے سب بجز اتباع آثار رسول اللہ ﷺ کے تمام مخلوق پر بند کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی بغیر اتباع سنت کے کوئی شخص تقرب الی اللہ کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جو اس طرح کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مکار، دجال ہے۔ (اعتصام ص ۹۰ ج ۱)

حضرت ابراہیم خواصؒ کا ارشاد

کسی نے آپؒ سے پوچھا کہ عافیت کیا چیز ہے آپؒ نے فرمایا دین بغیر بدعت کے اور عمل بغیر آفت کے اور قلب فارغ جس کو غیر اللہ سے کوئی شغل نہ ہو اور نفس جس میں شہوت کا غلبہ نہ ہو۔ (اعتصام ص ۹۷ ج ۱)

حضرت ابواسحاق رقاشی کا ارشاد

حضرت ابواسحاق رقاشیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب ہوں یا نہیں تو اللہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی متابعت کو سب کاموں پر ترجیح دے اور دلیل اس کی حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد ہے: **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔**

(اعتصام ص ۵۷ ج ۱)

حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) کا ارشاد

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا:

انما ھلک من کان قبلکم حین شعبت بھم السبل وحادوا عن الطریق فترکوا الاثار وقالوا فی الدین برایھم فضلوا واضلوا. (اعتصام ص ۱۰۲)

''تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب سیدھے راستے سے ہٹ کر مختلف راستوں پر چل پڑے، آثار کو چھوڑ کر اپنی آراء کو دین میں داخل کر چکے۔ پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔''

حضرت حسن بصریؒ کہا کرتے تھے کہ نہ بدعتیوں کی صحبت اختیار کرو، نہ ان سے بحث کرو، نہ ان سے حدیث سنو۔ (العلم والعلماء ص ۱۸۹)۔

حضرت یحییٰ ابن ابی کثیرؒ کا ارشاد

یحییٰ ابن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں:

''جس راستے پر کوئی بدعتی آتا ہو تو اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرلو۔''

حضرت مقاتل بن حیانؒ کا ارشاد

مقاتل بن حیانؒ فرماتے ہیں:

اهل هذه الاهواء آفة امة محمد ﷺ

''یہ ھوا پرست اور بدعتی لوگ امت محمد یہ ﷺ کا فتنہ ہے۔''

آگے فرماتے ہیں کہ یہ بدعتی آنحضرت ﷺ اور اھل بیت کو یاد کرتے ہیں اور اس سے جاہلوں کو شکار کرتے ہیں اور انہیں ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو سم قاتل کو تریاق کے نام پر پلاتا ہے۔ (اعتصام ص ۸۵ ج ۱)

حضرت سلیمان تیمی کا ارشاد

سلیمان تیمی بیمار ہوئے تو حالت مرض میں بہت کثرت سے رونا شروع کیا۔ آخر آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا موت سے اس قدر گھبراہٹ ہے؟

فرمایا۔ ''نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ ایک روز میرا گذر ایک بدعتی کی طرف ہوا تھا جو تقدیر سے منکر اور مخلوق کو قادر کہتا تھا۔ میں نے اس بدعتی کو سلام کر لیا تھا۔ تو اب مجھے سخت خوف ہے کہ میرا پروردگار کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ کرے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۹۱)

حضرت امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ) کا فرمان

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''بدعتی ظالم، فاسق اور متکبر کی دعوت کو قبول مت کرو۔'' (مخزن اخلاق ص ۱۴۴)

محمد بن سہل بخاری کہتے ہے کہ ہم لوگ امام غزالیؒ کے پاس تھے۔ انہوں نے بدعتیوں کی مذمت شروع کی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر آپ یہ ذکر چھوڑ کر ہمیں حدیث سناتے تو ہمیں زیادہ پسند تھا۔ امام غزالیؒ یہ سن کر بہت غصے ہو گئے اور فرمایا:

''بدعتیوں کی تردید میں میرا کلام کرنا مجھے ساٹھ برس کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔'' (تلبیس ابلیس ص ۲۰)

علامہ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) کا ارشاد

علامہ ابن الجوزی فرماتے:

''بدعت اس فعل بد کو کہتے ہیں جو نیا نکل آیا اور پہلے نہیں تھا اور اکثر بدعات کا یہ حال ہے کہ وہ شریعت کی مخالفت سے شریعت کو درہم برہم کرتی ہیں۔''

(تلبیس ابلیس ص ۲۰)

حضرت بشر الحافی (م ۲۲۷ھ) کا ارشاد

بشر الحافی فرماتے ہیں:

''میں نے مریسی (بدعتی پیشوا) کے مرنے کی خبر بازار کے بیچ میں سنی۔ اگر وہ مقام شہرت نہ ہوتا تو یہ موقع تھا کہ میں شکر کر کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا کہ الحمد للہ الذی اماتہ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس مفسد بدعتی کو موت دی۔ اور تم لوگ بھی ایسا ہی کرو۔''

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) کا ارشاد

امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں:

''اہل سنت وہی لوگ ہیں جو آثار رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین کی اتباع کرتے ہیں (جو طبقہ صحابہؓ وتابعین و مابعد میں متواتر ظاہر چلے آرہے ہیں) اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو جماعت کا متواتر طریقہ چھوڑ کر ایسی چیز ظاہر کرتے ہیں جو پہلے زمانہ میں نہ تھی اور نہ وہ کسی اصل شرع پر مبنی تھی۔'' (تلبیس ابلیس ص ۳۳)

محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۵۶۱ھ) کا ارشاد

بدعت کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہر ایک مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنی واجب ہے۔ پس سنت اس

طریقے کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ چلے اور جماعت وہ بات ہے جس پر چاروں اصحابوں نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا ہے۔اور یہ لوگ سیدھا راستہ دکھلانے والے ہیں۔کیونکہ ان کو سیدھا راستہ دکھلایا گیا ہے۔ان سب پر خداوند کریم کی رحمت ہواور مناسب یہ ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ مباحثہ، میل جول نہ کیا جاوے اور نہ ان کو سلام کہے۔کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل بدعت کو سلام کرتا ہے گویا وہ ان سے دوستی رکھتا ہے، کیونکہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔تم آپس میں سلام پھیلاؤ تا کہ تمہارے درمیان محبت بڑھے اور بدعتیوں کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ہی ان کے قریب جاؤ اور ان کی کسی خوشی کے وقت یا ان کی عید کے دن ان کو مبارکباد نہ کہو اور اگر یہ لوگ مر جائیں تو ان پر جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔اور اگر کہیں ان کا ذکر ہو تو ان کے حق میں رحمت کے کلمے نہ کہے جائیں بلکہ ان لوگوں سے دور رہیں اور ان سے دشمنی رکھیں۔اور یہ دشمنی خدا کے واسطے ہو اور اس اعتقاد سے ہو کہ اہل بدعت کا مذہب جھوٹا ہے اور ان کی دشمنی سے ہمیں بڑا ثواب اور بہت اجر ملے گا۔

رسول مقبول ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔'اگر کوئی اللہ کے لئے اہل بدعت کو اپنا دشمن سمجھے اور دشمنی کی نظر سے ان کو دیکھے تو خداوند کریم اس کے دل کو امن وامان سے بھر دے گا اور کوئی اہل بدعت کو خدا کا دشمن جان کر ان کو ملامت کرے تو خداوند کریم قیامت کے دن اس کو امن وامان میں رکھے گا اور جو شخص اہل بدعت کو ذلیل وخوار رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت میں سو درجے بخشے گا اور جو آدمی بدعتی سے کشادہ پیشانی یا اس طرح پیش آئے جس سے وہ خوش ہو تو اس شخص نے اس چیز کی حقارت کی جو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔

ابی مغیرہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ جل شانہ اہل بدعت کے اعمال قبول نہیں کرتا جب تک وہ بدعت سے باز نہ آجائیں۔

اور فضیل بن عیاضؒ روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اہل بدعت کے ساتھ دوستی کرے تو اس کے نیک اعمال کو اللہ تعالیٰ ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کا نور نکال دیتا ہے۔اور جس وقت اللہ کو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کو بخش دیتا ہے، اگرچہ اس کے اعمال تھوڑے ہی ہوں۔اور جب کسی بدعتی کو راستے

میں آتا ہوا دیکھے تو اس راستے کو چھوڑ دے اور دوسرے راستے سے ہو کر چلا جائے۔

فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ کو میں نے یہ کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بدعتی کے جنازے کے پیچھے جائے تو جب تک وہ واپس نہ آئے، خدا تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔ اور تحقیق رسول مقبول ﷺ نے بدعتی پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو آدمی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دے، اس پر خدا تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔ اور اس کے صرف اور عدل کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔

صرف سے فرض مراد ہیں اور عدل سے مراد نفل ہیں۔

ابو ایوب سختیانی روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی کو سنت نبوی ﷺ کی خبر دے اور وہ آگے سے یہ جواب دے کہ اس سنت کو اپنے پاس رہنے دے اور مجھے اس کی اطلاع دیں جو حکم صرف قرآن میں ہے تو اس صورت میں وہ آدمی گمراہ ہے۔'' (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۴)

اہل بدعت جن کے نام پر پیٹ گرم کرتے ہیں اور ان کے نام کی دہائیاں دیتے ہیں، صلوۃ غوثیہ پڑھتے ہیں، یا غوث المدد کے نعرے لگاتے ہیں ان کی عبارت پڑھیں۔ بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اہل بدعت کو ذلیل و خوار کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے سے منع فرماتے ہیں، ان پر سلام گوارا نہیں کرتے، ان کے راستے پر چلنے اور ان کی نماز جنازہ تک کی اجازت نہیں دیتے۔ بدعت اور اہل بدعت سے اتنی شدید نفرت کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بدعتی ان کی تابعداری نہیں کرتے، ان کے ارشادات پر عمل نہیں کرتے۔ خود ساختہ کرامات اور من گھڑت روایات تو بیان کرتے ہیں لیکن حضرت شیخ نے اپنی کتابوں میں کیا لکھا ہے...... اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ کیوں......؟ انہیں معلوم ہے کہ پھر گیارہویں کے قورمے اور پلاؤ کون کھلائے گا، دودھ کون پلائے گا، خود ساختہ کرامات بیان کر کے پیسے کون بٹورے گا، عوام کو الو بنا کر جیبیں کون بھرے گا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کا ارشاد

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: بدعتیوں کا حال یہ ہے کہ کچھ باتیں گھڑ کر ان کو دین میں واجب قرار دیتے ہیں بلکہ ان کو اس ایمان کا حصہ بنا لیتے ہیں جس کے سوا کوئی چارہ نہیں پھر خوارج جہمیہ روافض اور معتزلہ وغیرہ کی طرح ان امور کے بارہ میں اپنے مخالفین کو کافر قرار دیتے ہیں بلکہ ان کا قتل جائز سمجھتے ہیں۔ (منہاج السنۃ النبویہ ص ۲۳ ج ۳)

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کا ارشاد

والمتابعة كما تكون في الفعل تكون في الترك ايضاً فمن واظب علي فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع۔ (المرقات ص ۱۴۱ ج ۱)

اور تابعداری جیسے فعل میں واجب ہے اسی طرح ترک میں بھی ہوگی پس جو شخص کسی ایسے کام پر ہمیشگی کرے گا جسے شارعؑ نے نہ کیا ہو تو وہ بدعتی ہوگا۔

حضرت اخون درویزہؒ (م ۱۰۴۸ھ) کا ارشاد

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کرے تو یہ شخص جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کی تکذیب کرتی ہے۔''

شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ (م ۷۸۶ھ) کا ارشاد

حضرت شیخ منیریؒ فرماتے ہیں:

ہمہ جائے کہ سنت و بدعت پیش می آید ترک سنت اولیٰ است از اتیان بدعت کہ بہ اتیان سنت اتیان بدعت است۔ (خوان پر نعمت مجلس سوم)

''جہاں کہیں بھی سنت اور بدعت دونوں سامنے آجائیں، اس وقت سنت کا چھوڑ دینا اولیٰ ہے بدعت کے ارتکاب سے جبکہ سنت پر عمل کرنے سے بدعت کا ارتکاب ہوتا ہو۔''

جس جگہ سنت پر عمل کرنے سے بدعت کا ارتکاب لازم آتا ہو، وہاں سنت پر عمل

چھوڑنا بہتر ہے تاکہ بدعت کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ کیونکہ بدعت کے مفاسد بہت ہی زیادہ ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ کی بغاوت ہے، شیطان ملعون کی خوشنودی کا سبب ہے۔ اس سے اجتناب انتہائی درجہ ضروری ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ (م ۷۲۵ھ) کا ارشاد

حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں بدعت معصیت سے بالاتر ہے اور کفر بدعت سے بالاتر ہے، پس بدعت کفر کے نزدیک ہے۔

(فوائد الفواد ص ۱۰۹ بحوالہ راہ سنت ص ۷۳)

یہ تمام حضرات اولیاء و صالحین بدعات و اختر عات سے انتہائی متنفر ہیں لیکن موجودہ زمانہ کے مبتدعین نے ان کے نام پر بازار بدعت گرم کر رکھا ہے اور ان تمام بدعات کو ان بزرگان دین کی طرف منسوب کرتے ہیں اور امت کو یہ باور کراتے ہیں کہ ان حضرات نے انہی بدعات کی تعلیم دی ہے حالانکہ یہ بزرگان دین اس سے بالکل بری ہیں انہوں نے تمام زندگی احیاء دین اور احیاء سنت میں گزاری ہے لیکن ان کے بعد آنے والوں نے اپنے مفادات کی خاطر ان بزرگ ہستیوں کو بدنام کیا اور ان کو خدا کا شریک ٹھہرایا جس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے یوم یحشرھم وما یعبدون من دون اللہ فیقول انتم اضللتم عبادی ھؤلاء ام ھم ضلوا السبیل۔

محمد بن نصر الجاریؒ کا ارشاد

محمد بن النصر الجاری فرماتے ہیں: ”جو شخص کسی بدعتی کی بات سننے کے لئے کان لگائے تو اس سے حفاظت الٰہی نکالی جاتی ہے اور وہ اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔“ (تلبیس ابلیس ۱۹)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) کا ارشاد

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں ”کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے

فاسد خیال کے مطابق کتاب اور سنت سے اخذ کرتا ہے لیکن ہر معنی معانی مفہومہ سے حجت اور معتبر نہیں ہو سکتا''۔ (مکتوبات امام ربانی)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۶۴۲ھ) کا ارشاد

واتباع ہمچناں کہ در فعل واجب است در ترک نیز مے باید کرد پس آنچہ مواظبت نماید برفعل کہ شارع نہ کردہ باشد متبدع بود کذ قالہ المحد ثون۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۰ ج ۱)

اتباع جیسے فعل میں واجب ہے اسی طرح ترک میں بھی ہونا چاہئے پس وہ شخص جو کسی ایسے کام پر ہمیشگی کرے جسے شارع نے نہ کیا ہو بدعتی ہوگا محدثین کرام نے اسی طرح فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا ارشاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے وقت میں ہندوستانی مسلمان بڑے نازک دور سے گذر رہے تھے۔ ایک طرف تو سیاسی انتشار، اجتماعی بدنظمی اور انحطاط کا دور دورہ تھا۔ دوسری طرف مسلمان معاشرہ میں بدعات کا زور تھا۔ ہندوؤں اور شیعوں کی بہت سی رسمیں دین کی شکل اختیار کر چکی تھیں۔ بقول سید سلیمان ندویؒ مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام تھا، مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا، جھوٹے فقراء اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے۔ مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق و حکمت کے ہنگاموں سے پرشور تھا، فقہ و فتاوی کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی، مسائل فقہ میں تحقیق و تدقیق مذہب کا سب سے بڑا جرم تھا، عوام تو عوام خواص تک قرآن کے معانی و مطالب اور احادیث کے احکامات وارشادات اور فقہ کے اسرار و مصالح سے بے خبر تھے۔ (مقالات سلیمانی ص ۴۴)

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے کے لئے پختہ عزم کیا تھا۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کو مخاطب کر کے ان کی برائیوں کی نشاندھی کی اور صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا درس دیا۔ چنانچہ عوام کے نام ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

"اے آدم کے بچو! تم نے ایسے بگڑے ہوئے رسوم (بدعات) اختیار کئے ہیں جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے۔ تم عاشورہ کے دن جھوٹی باتوں پر اکٹھے ہوتے ہو، اسی طرح شب برات میں کھیل کود کرتے ہو اور مردوں کے لئے کھانے پکا پکا کر کھلانے کو اچھا خیال کرتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔

اسی طرح اور بھی بری رسمیں تم میں جاری ہیں جس نے تم پر تمہاری زندگی تنگ کر دی ہے۔ مثلاً تقریبات کی دعوتوں میں تم نے حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کر دیا ہے..........

ان رسموں میں تم اپنی دولت ضائع کرتے ہو، وقت برباد کرتے ہو اور جو صحت بخش روش تھی اسے چھوڑ بیٹھے ہو۔" (تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۷ ج ۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۸۲۳ھ) کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب بدعات کی مذمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں حق و باطل کو سمجھنے کے لئے میزان و معیار حضرات صحابہ کرام اور تابعین کا فہم ہے جو کچھ اس جماعت نے آنحضرت ﷺ کی تعلیم سے حالی اور مقالی قرائن کے انضمام کے ساتھ سمجھا ہے جب کہ اس فہم میں خطا ظاہر نہ کی گئی ہو تو وہ فہم واجب القبول ہے آگے تحریر فرماتے ہیں اگر قرن اول کے خلاف کسی بدعتی نے کوئی مفہوم لیا تو اس کی بدعت کو ملاحظہ کرنا ہوگا اگر اس کا متعین کردہ مفہوم کسی قطعی دلیل مثلاً مخصوص متواترہ اور اجماع قطعی کے خلاف ہے تو ایسے بدعتی کو کافر شمار کرنا چاہئیے اور اگر یہ مخالفت ظنی دلائل کی ہے جو یقین کے قریب ہیں مثلاً اخبار مشہورہ اور اجماع عرفی تو ایسے بدعتی کو گمراہ سمجھنا چاہئیے نہ کہ کافر۔ (فتاویٰ عزیزی)

حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے امام اہل سنت محدث اعظم حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر (دام مجدھم) لکھتے ہیں ان عبارات سے چند امور نہایت وضاحت سے ثابت ہوتے ہیں:

۱: کوئی بدعتی اور گمراہ محض دعویٰ کر کے ہی خاموش نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ پر دلائل پیش کیا کرتا ہے۔

۲: دلائل بھی محض عقلی نہیں بلکہ قرآن کریم اور احادیث سے وہ اپنے مزعوم پر دلائل

لاتا ہے۔

۳: مگر قرآن وحدیث سے اس نے جو کچھ سمجھا ہے وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔

۴: اس لئے کہ یہی قرآن اور حدیث صحابہ کرامؓ اور تابعین وغیرہ سلف صالحین کے سامنے بھی تھے مگرانہوں نے ان سے یہ مفہوم نہیں سمجھا جو اہل بدعت سمجھتے ہیں۔

۵: قرآن کریم اور حدیث کا صحیح مفہوم صرف وہی ہوگا جو حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین نے سمجھا ہے۔

۶: اہل بدعت کا پیش کردہ مفہوم اگر دلائل قطعیہ کا ہے تو کفر ہوگا اور اگر ظنی دلائل کے خلاف ہے تو بدعت اور گمراہی ہوگا۔ (راہ سنت ص ۱۵۱)

بدعات مبتدعین کی نفسانی خواہشات کا نام ہے اور جب کوئی شخص اپنی نفسانی خواہشات کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کے کفر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے اسی کو حدیث میں فرمایا گیا ہے: **من قال فی القران برائیه فقد کفر۔**

''جس نے قرآن میں اپنی رائے کو داخل کیا اور اپنی خواہش کے مطابق قرآن کو موڑا، اپنی مرضی کے مطابق قرآن کی تفسیر کی اس نے کفر کیا''۔

قرآن سے اپنی بدعات اور خواہشات پر دلائل قائم کرنا اور قرآن کو اپنے ذہنی سانچے میں ڈھالنا بلاشک وشبہ کفر ہے جیسا کہ اہل بدعت کا شیوہ ہے مثلاً **احد عشر کوکباً** سے گیارہویں ثابت کرنا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدلا دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کا ارشاد

علامہ جلال الدین السیوطیؒ لکھتے ہیں جیسے اہل بدعت کے مختلف گروہوں نے باطل اعتقادات قائم کرلئے ہیں اور قرآن کریم کو اپنی باطل آراء پر استدلال کر کے اپنی مرضی پر اس کو ڈھال لیا ہے حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین میں ان کا کوئی بھی پیش رو نہیں نہ رائے میں اور نہ تفسیر میں۔

پھر آگے لکھتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جس نے صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مذاہب اور ان کی تفسیر سے اعراض کیا اور اس کے خلاف کو اختیار کیا وہ شخص خطا کار بلکہ مبتدع ہوگا کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین قرآن کی تفسیر اور اس کے معانی کو زیادہ جانتے تھے جیسا کہ وہ اس حق کو زیادہ جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے ذریعے بھیجا تھا۔

(تفسیر اتقان ص ۱۷۸ ج ۲)

خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کا ارشاد

خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

سعادت دارین سرور کونین ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخول جنت سید الابرار قدوۃ الانبیا ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے۔ اسی طرح خدا کی رضامندی رسول مختار کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ، زہد و تقویٰ، توکل و تجمل آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر مقبول نہیں اور ذکر و فکر، ذوق و شوق آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے بغیر نا قابل اعتبار ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ (مکتوب بنام خواجہ دینار از فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۱۸۱)

حضرت شیخ سعدیؒ (م ۶۹۱ ھ) کا ارشاد

حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

جو شخص پیغمبر ﷺ کے خلاف راہ اختیار کرے گا وہ کبھی بھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا   تواں یافت جز بر پے مصطفیٰ

سعدی ایسا گمان ہرگز نہ کر، آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراط مستقیم اور سیدھا راستہ پاسکو گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی   کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہنچ سکے گا اس لئے کہ تو نے جو راستہ اختیار کیا ہے

وہ ترکستان کا ہے۔ (گلستان سعدی)

امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کا ارشاد

مشہور مفسر قرآن علامہ فخر الدین رازی لیبلوکم ایکم احسن عملا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

العمل اذا كان خالصا غير صواب لم يقبل و كذالك اذا كان صوابا غير خالص فا الخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة. (تفسیر کبیر: ۳۴۳/۸)

جو عمل خالص ہو مگر صواب نہ ہو تو وہ مقبول نہیں اور جو عمل صواب ہو مگر خالص نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں اور خالص وہ ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو اور صواب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جان لو کہ سنت کا اتباع ہی سعادت کی چابی ہے اور اسی طرح حضور ﷺ کی آمد و رفت، حرکات و سکنات حتیٰ کہ ان کے خورد و نوش، قیام فرمانے اور گفتگو کرنے میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع و اقتدا بھی (الاربعین: ۴۰)

حضرت ابراہیم بن ادھم (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد

آپ سے پوچھا گیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم میں دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے ادعونی استجب لکم الخ ۔مگر ہم بعض کاموں کے لئے زمانہ دراز سے دعا کر رہے ہیں، قبول نہیں ہوتی، اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

تمہارے دل مر چکے ہیں اور مردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی اور موت قلوب کے دس سبب ہیں۔ تم نے حق تعالیٰ کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا۔ تم نے کتاب اللہ کو پڑھا مگر اس پر عمل نہیں کیا۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کیا مگر آپ ﷺ کی سنت کو چھوڑ بیٹھے۔ تم نے شیطان کی دشمنی کا دعویٰ کیا مگر اعمال میں اس کی موافقت کی۔ تم کہتے ہو کہ ہم جنت کے طالب ہیں مگر اس کے لئے

عمل نہیں کرتے۔ اسی طرح پانچ چیزیں اور شمار کرائیں۔(سنت وبدعت: ۲۴)

حضرت ابوبکر دقاق کا ارشاد

حضرت ابوبکر دقاق فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ میں اس میدان سے گذر رہا تھا جہاں چالیس سال تک بنی اسرائیل قدرتی طور پر محصور رہے اور نکل نہ سکتے تھے جس کو وادی تیہ کہا جاتا ہے۔اس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ علم حقیقت علم شریعت کے مخالف ہے۔ اچانک مجھے غیبی آواز آئی: **كل حقيقة لا تتبع بالشريعة فهي كفر**۔ ''جس حقیقت کی موافقت شریعت نہ کرے وہ کفر ہے۔''

حضرت ابومحمد بن عبدالوھاب ثقفی کا ارشاد

حضرت ابومحمد ثقفی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ صرف وہی اعمال قبول فرماتے ہیں جو صواب اور درست ہوں اور صواب اور درست میں بھی صرف وہی اعمال مقبول ہیں جو خالص اس کے لئے ہوں اور خالص میں سے بھی وہی مقبول ہیں جو سنت کے مطابق ہوں۔

(سنت وبدعت: ۳۰)

حضرت احمد بن ابی الحواری کا ارشاد

حضرت احمد ابی الحواری فرماتے ہیں:

جو شخص کوئی عمل اتباعِ سنت کے بغیر کرتا ہے اس کا عمل باطل ہے۔

(سنت وبدعت: ۳۳)

حضرت ابوعثمان جیری کا ارشاد

حضرت ابوعثمان جیری فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے نفس پر قول وفعل میں سنت کو حاکم بنادے گا وہ گویا حکمت کے ساتھ

ہو اور جو قول فعل میں خواہشات و ہوا کو حاکم بنائے گا وہ گویا بدعت کے ساتھ ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وان تطیعوہ تھتدوا یعنی اگر تم نبی کریم ﷺ کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔ (سنت و بدعت: ۳۴)

حضرت ابو عبداللہ بن منازل کا ارشاد

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں:

جو شخص فرائض شرعیہ سے کسی فریضے کو ضائع کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ سنتوں کی اضاعت میں مبتلا فرما دیتے ہیں اور جو شخص سنتوں کی اضاعت میں مبتلا ہوتا ہے وہ بہت جلد بدعات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (سنت و بدعت: ۳۸)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۸۸۰ء) کا ارشاد

بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں:

تمام امت (کے لوگ) عالم ہوں یا جاہل، فقیر باصفا ہوں یا دنیادار، خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے ارشادات میں عقائد ہوں یا اعمال، قواعد کلیہ ہوں یا صورت جزئیہ، تبدل و تغیر، کمی و بیشی کا اختیار نہیں اور کریں تو خدا اور رسول ﷺ کے مغضوب اور خلائق کے نزدیک بحکم عقل مغلوب ہوں گے............ اس تغیر و تبدل اور کمی و بیشی ہی کا نام بدعت ہے۔ عقائد کے تغیر و تبدل کو ہم راس البدعات کہتے ہیں اور قواعد کلیہ کے تغیر و تبدل کو ہم بدعت کبریٰ قرار دیتے ہیں............ اعمال جزئیہ کی کمی و بیشی کو ہم بدعت صغریٰ کہتے ہیں۔ (سوانح قاسمی: ۲/۴۵)

فقیہ الامت امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۹۰۵ء) کا ارشاد

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

مگر عالم نفس پرور زیادہ بد ہے صوفی مبتدع ہے کیونکہ اس کا گناہ لوگوں کو بہت نقصان دیتا ہے۔صوفی بدعتی کا (گناہ) کم نقصان دیتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۹۷)

عارف باللہ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی (م ۱۳۸۱ھ) کا ارشاد

سندھ کے مشہور روحانی پیشوا عارف باللہ شیخ المشائخ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی فرماتے ہیں:

بدعتی جناب نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے اس لئے کہ جب کوئی نیا کام دین میں نکالتا ہے تو زبان حال سے دعویٰ کرتا ہے کہ یہ نیکی جناب نبی کریم ﷺ سے رہ گئی، آپ ﷺ نے امت کو یہ نیکی نہیں سکھائی، گویا کہ دین مکمل نہیں ہوا تھا، اب یہ مکمل کررہا ہے۔اور جس نبی کا دین مکمل نہ ہو وہ نبی کامل کیونکر ہوسکتا ہے۔ اس طرح بدعتی جناب نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے۔ (تجلیات شیخ ہالیجوی: ۱۲۵)

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا (م ۱۹۸۲ء) کا ارشاد

قطب عالم، برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ:

اصل سلوک اتباع سنت ہے۔عبادات میں، عادات میں، اخلاق میں۔

دوسرا ارشاد: معمولی درجہ کی بدعت ایسی نہیں ہوتی جس سے فسخ بیعت کیا جائے البتہ اونچے درجات کی (بدعات) ایسی ہوتی ہیں جن سے فسخ کیا جائے بلکہ فسخ (بیعت) ضروری ہے۔

تیسرا ارشاد: درود شریف کی کثرت رد بدعت کے لئے بہت مفید ہے اور موثر ہے۔ (بیس مردان حق: ۲/۱۴۱ ۷)

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود (م ۱۹۸۰ء) کا ارشاد

مفکر اسلام مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمودؒ فرماتے ہیں:

جس کی زندگی مخالفت سنت اور بدعتوں میں گذرتی ہے وہ تو خود گمراہ ہے اس سے تعلق رکھنا گمراہی ہے، اس کو مقامات عالیہ پر فائز سمجھنا جہالت ہے اور فیض کا حصول اس سے ناممکن ہے۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۲۳۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) کا ارشاد

مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: جو بات قرآن و حدیث و اجماع اور قیاس چاروں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے وہ بدعت ہے اس پہچان کے بعد دیکھ لیجئے عرس کرنا، فاتحہ دلانا، تخصیص و تعیین کو ضروری سمجھ کر ایصال ثواب کرنا وغیرہ وغیرہ جتنے اعمال ہیں کسی اصل سے ثابت ہیں؟ اور ان کو دین سمجھ کر کیا جاتا ہے یا نہیں؟

(تحفۃ العلماء ص ۱۴۰)

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی (م ۱۹۵۸ء) کا ارشاد

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:

''متصوفین پر کنٹرول کرنا اور ان کو قیود شرعیہ اور کتاب و سنت کی حدود میں مقید کر دینا از بس ضروری ہے ورنہ عام مسلمانوں میں سخت گمراہی اور الحاد پھیل جانے کا قوی امکان ہے، خصوصاً اس وجہ سے کہ جوش عشق خداوندی اور غلبہ سکر میں صوفیہ سے ایسے افعال و اقوال صادر ہو جاتے ہیں جن کی شریعت کے احاطہ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ان کی روک تھام نہ کی گئی تو انتہائی فتنوں کا سامنا ہو گا۔ علماء کا فریضہ ہے کہ ظاہری شریعت کی مکمل حفاظت کریں۔'' (بیس بڑے مسلمان ص ۵۲۹)

حکیم الاسلام حضرت قاری طیبؒ (م۱۹۸۳) کا ارشاد

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:
''جس قوم میں بدعت آئے گی، اس میں دنگا فساد اور جھگڑا ضرور آئے گا۔ یہ بدعت کا خاصہ ہے۔ سنت میں کوئی جھگڑا نہیں، سنت تو ایک ہی ہے جس کا جی چاہے عمل کرے۔ اور بدعات ہر جگہ الگ الگ ہیں۔ تو بدعت کا خاصہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے اصل دین ختم ہو جائے گا، نزاع وجدال اور گروہ بندی و پارٹی بازی شروع ہو جائے گی۔''

(خطبات حکیم الاسلام ص۴۵۱ ج ۷)۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (م۱۹۷۶) کا ارشاد

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں: یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش اور بہترین نظر آئے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اچھا نہیں۔

(سنت و بدعت ص۱۰)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید (م۲۰۰۰ء) کا ارشاد

حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید فرماتے ہیں: سنت و بدعت باہم متقابل ہیں جب کہا جائے کہ فلاں چیز سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ بدعت نہیں اور جب کہا جائے کہ یہ چیز بدعت ہے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیز خلاف سنت ہے۔ (اختلاف امت اور صراط مستقیم ج۱ ص۷۸)

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر (م۲۰۰۹ء) کا ارشاد

امام اہل السنت محدث اعظم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''بدعت ایسی قبیح بری اور منحوس چیز ہے کہ انسان کے دل میں فطری طور پر جو نورانیت اور صلاحیت ہوتی ہے، بدعت اس کو بھی ختم کر دیتی ہے اور اس کی نحوست کا یہ اثر ہوتا ہے کہ توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔'' (راہ سنت ص ۷۳)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی (م ۲۰۰۸ء) کا ارشاد

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں؛

''اسی طرح سنت ایک روشنی ہے اور بدعت اندھیرا ہے جس کی وجہ سے انسان راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔'' (معالم العرفان ص ۳۷۷ ج ۶)

شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ کا ارشاد

شیخ القرآن مولانا محمد طاہر پنج پیری فرماتے ہیں:

''بدعت معاشی تنگی، زیادتی وتجاوز، عداوت ودشمنی، اختلاف وافتراق کا بھی سبب ہے۔''(اصول السنہ:۱۸)

بدعتی کے قرآن سننے سے انکار

ایوب فرماتے ہیں۔''ایک دن ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس گیا اور کہا کہ اے ابو بکر (ان کی کنیت) میں آپ کے سامنے قرآن کی صرف ایک آیت تلاوت کرنا چاہتا ہوں، اسے پڑھ کر بس فوراً چلا جاؤں گا۔ ابن سیرینؒ نے دونوں کانوں میں انگلیاں دے دیں اور فرمایا۔''اگر تو مسلمان ہے تو میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ابھی میرے گھر سے چلا جا۔'' اس نے کہا۔''اے ابو بکر! میں آیت پڑھنے کے سوا اور کوئی تقریر نہ کروں گا۔'' انہوں نے فرمایا۔ ''جا! بس تو چلا ہی جا۔''

جب وہ چلا گیا تو فرمایا۔''خدا کی قسم! اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا دل ایسا ہی مطمئن رہے گا جیسا کہ اب ہے تو میں اسے آیت پڑھنے کی اجازت دے دیتا، لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ آیت پڑھ کر میرے دل میں ایسا شبہ پیدا کر دے جسے میں بعد میں نکالنا چاہوں اور نہ

نکال سکوں۔‘‘ (الاعتصام)

شریعت میں کوئی بدعت حسنہ نہیں

بعض حضرات نے بدعت کی دو قسمیں بنا رکھی ہیں۔ ایک بدعت سیئہ اور دوسری بدعت حسنہ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر بدعت، بدعت سیئہ نہیں بلکہ بہت سی بدعات بدعت حسنہ ہیں۔ اور اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے بعض احادیث کا سہارا لیتے ہیں اور تمام بدعات مروجہ کو جائز قرار دینے کے لئے بدعت حسنہ کا چور دروازہ استعمال کرتے ہیں۔ اسی دروازے سے بے شمار بدعات دین میں داخل ہو چکی ہیں اور دین کی اصلی صورت ان بدعات میں دب کر رہ گئی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کی پرزور تردید کی ہے اور ہر بدعت کو ظلمت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی طرح روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفا ہے۔ کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں۔ یا سنت کی رافع ہو گی یا رفع سنت سے ساکت ہو گی۔ ساکت ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر زائد ہو گی، جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے۔ کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو، سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی خیر اور حسن نہیں پایا جاتا۔ ہائے افسوس! ان (بدعت پرست ملاؤں) نے دین کامل اور پسندیدہ اسلام میں، جب کہ نعمت تمام ہو چکی، بدعت محدثہ کے حسن ہونے کا کس طرح حکم دیا۔ یہ نہیں جانتے کہ اکمال اور اتمام اور رضا کے حاصل ہونے کے بعد دین میں کوئی نیا کام پیدا کرنا حسن سے کوسوں دور ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال۔ (حق کے بعد گمراہی ہے۔) اگر یہ لوگ جانتے کہ دین میں محدثہ امر کو حسن کہنا دین کے کامل نہ ہونے کو مستلزم ہے اور نعمت کے ناتمام ہونے پر دلالت کرتا ہے تو ہرگز اس قسم کے حکم پر دلیری نہ کرتے۔‘‘

(مکتوب نمبر ۱۹ مکتوبات دفتر دوم)

دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''گذشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا جو بدعت کے بعض افراد کو مستحسن اور پسندیدہ سمجھا ہے۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلے میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا۔ بلکہ سوائے ظلمت اور کدورت کے اس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ کل بدعة ضلالة ۔ (ہر ایک بدعت گمراہی ہے۔) اسلام کے اس ضعف و غربت کے زمانے میں کہ سلامتی سنت کے بجالانے پر موقوف ہے اور خرابی بدعت کے حاصل کرنے پر وابستہ ہے، ہر بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چمکنے والے ستارے کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت پھیلا رہا ہے۔ حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسن کہنے کی جرأت نہ کریں اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتویٰ نہ دیں، خواہ وہ بدعت ان کی نظروں میں صبح کی سفیدی کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر کو بڑا دخل ہے۔

گذشتہ زمانے میں چونکہ اسلام قوی تھا، اس لئے بدعت کے ظلمات کو اٹھا سکتا تھا اور ہو سکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات نور اسلام کی چمک میں نورانی معلوم ہوتے ہوں گے اور حسن کا حکم پالیتے ہیں۔ اگرچہ درحقیقت ان میں کسی قسم کا حسن اور نورانیت نہیں تھی۔ مگر اس وقت اسلام ضعیف ہے، بدعتوں کی ظلمت کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت متقدمین و متاخرین کو فتویٰ جاری نہ کرنا چاہئے کیونکہ ہر وقت کے احکام جدا ہیں۔ اس وقت تمام جہاں بدعتوں کے بکثرت ظاہر ہونے کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آرہا ہے اور سنت کا نور باوجود غربت و ندرت کے اس دریائے ظلمانی میں کرم شب افروز یعنی جگنوؤں کی طرح محسوس ہو رہا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کرتا جاتا ہے اور سنت کے نور کو کم کرتا جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس نور کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اب اختیار ہے کہ کوئی خواہ بدعتوں کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کا گروہ...... صوفیہ وقت اگر کچھ انصاف کریں اور اسلام کے ضعف اور جھوٹ کی کثرت ملاحظہ کریں تو چاہئے کہ سنت کے ماسوا میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور اپنے شیوخ کا بہانہ کر کے مخترعہ پر عمل نہ کریں۔ اتباع سنت بے شک نجات دینے والی اور خیرات و برکات بخشنے والی ہے اور غیر سنت کی تقلید میں خطر در خطر ہیں۔'' (مکتوب ۲۳ دفتر دوم)

ایک اور مکتوب میں بدعت حسنہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''اور وہ دوسرا راستہ اس فقیر کے خیال میں سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت کے اسم ورسم سے اجتناب کرنا ہے۔ جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں، تب تک اس دولت (یعنی ولایت) کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج بات مشکل معلوم ہوتی ہے کیونکہ تمام جہان دریائے بدعت میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیرے میں پھنسا ہوا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارے اور سنت کو زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔ اس زمانے میں اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سنتوں کو مٹاتے ہیں۔ شائع اور پھیلی ہوئی بدعتوں کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گمراہی شائع ہو جائے اور باطل متعارف ومشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل استحسان کی دلیل نہیں۔ تعامل وہ معتبر ہے جو صدر اول سے آیا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہوا ہے۔ جیسے کہ فتاوی غیاثیہ میں مذکور ہے کہ شیخ الاسلام شہیدؒ فرماتے ہیں کہ ہم بلخ کے مشائخ کے استحسان پر فتویٰ نہیں دیتے بلکہ ہم اپنے متقدمین اصحاب کے استحسان کے موافق فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ تعامل جواز پر دلالت کرتا ہے جو صدر اول سے استمرار کے طور پر چلا آیا ہے...... باقی رہا تعامل صدر اول کا جو در حقیقت رسول اللہ ﷺ کی تقریر ہے، وہ سنت سنیہ کی طرف راجع ہے۔ اس میں بدعت کہاں اور بدعت حسنہ کجا؟ صحابہ کرامؓ کے لئے تمام کمالات حاصل ہونے میں حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت کافی تھی اور علماء سلف میں سے جو لوگ اس رسوخ کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں، بغیر اس بات کے کہ طریق صوفیہ کو اختیار کریں اور سلوک وجذبہ سے مسافت قطع کریں، وہ لوگ سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت نامرضیہ سے پورے طور پر بچنے کی بدولت اس رسوخ فی العلم کی دولت سے سرفراز ہوئے۔'' (مکتوب ۵۴ مکتوبات امام ربانی دفتر دوم ص ۱۸۸ ج ۲)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ان مکتوبات میں بدعت حسنہ کی پرزور تردید کی ہے کہ بدعت میں حسن نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی بلکہ بدعت ظلمت ہی ظلمت ہے۔ کیونکہ جب سرکار دوعالم ﷺ نے کل بدعة ضلالة فرمایا ہے کہ ''ہر بدعت گمراہی ہے'' اور

جب گمراہی ہوتو گمراہی میں حسن دیکھنا تعجب سے خالی نہیں۔قوت اسلام کے زمانہ میں بدعات سے اتنے نقصانات نہ تھے جتنا کہ اب اس ضعف اسلام کے زمانہ میں اس کے نقصانات ہیں۔ کیونکہ اس زمانہ کی بدعات عین دین کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام کی عمارت بدعات کے اس سیلاب میں ڈوب چکی ہے۔ اور روز بروز یہ سیلاب بڑھتا جارہا ہے اور نئی نئی بدعتیں آ کراس میں فٹ ہوتی چلی جارہی ہیں۔علماء ومشائخ جنہوں نے دین کوان غلاظتوں سے پاک کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا تھا، وہ خود بدعت ساز فیکٹری کی شکل اختیار کر چکے ہیں، جھوٹ وفراڈ اور دغا بازی کے علم بردار بن چکے ہیں۔

بدعت ہمیشہ سیئہ ہوتی ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: حقیقی بدعت ہمیشہ سیئہ ہی ہو گی۔(امدادالفتاویٰ ص۲۸۵ ج ۵ ۔تحفۃ العلماء ص۱۵۰ ج ۲)

مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

سوال: کیابدعت کی دوقسمیں ہیں حسنہ اورسیئہ؟

جواب: شرعی بدعت توہمیشہ سیئہ ہوتی ہے۔ (کفایت المفتی ص۲۲۷ ج۱)

علامہ ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں۔’’اگرکوئی ایسی بدعت نکالی جائے جوشریعت سے مخالف نہیں ہے(جسے اہل بدعت بدعت حسنہ کا نام دیتے ہیں)اورنہ اس پرعملدرآمد سے نقص یا زیادتی لازم آتی ہے،توایسی بدعت سے بھی عموماً بزرگان سلف کراہت کرتے تھے اورعموماً ہرقسم کی بدعت سے نفرت کرتے تھے اگرچہ وہ جائز ہوتا کہ اصل جو اتباع سلف ہے، محفوظ رہے۔‘‘(تلبیس ابلیس ص۲۱)

فقیہہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

’’بدعت میں کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر اصطلاح کافرق ہے۔مطلب سب کا واحدہ ہے۔فقط واللہ اعلم۔‘‘ (فتاوی رشیدیہ ص۱۴۶)

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر فرماتے ہیں کہ اس نئی تہذیب کے زمانہ میں جوشخص بدعت کوحسنہ قرار دیتا ہے اس کا قول سراسر باطل اور مردود ہے اورایسی چیز

کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ:

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے   اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

(راہ سنت:۱۰۱)

بدعت حسنہ کی تردید آنحضرت ﷺ کی زبان مبارکہ سے

بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

جاء ثلاثة رهط الى ازواج النبى ﷺ يسالون عن عبادة النبى ﷺ فلما اخبروا بها كانهم تقالوها فقالوا اين نحن من النبى ﷺ وقد غفر الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فقال احدهم اما انا فاصلى اليل ابداً وقال الاخر انا اصوم النهار و لا افطر وقال الاخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء النبى اليهم فقال انتم الذين قلتم كذا و كذا اما و الله انى لاخشاكم لله واتقاكم له لكنى اصوم وافطر واصلى وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى. (بخاری ص مسلم ص مشکوۃ ص).

''تین شخص آنحضرت ﷺ کی بیویوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ ان سے آنحضرت ﷺ کی عبادت کا حال دریافت کریں۔ جب ان لوگوں کو آپ ﷺ کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں ہم کیا چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اب میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا۔ (یہ حضرات آپس میں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ) آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا ویسا کہا ہے، خبردار میں تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے میں روزہ

بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، (رات میں) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (یہی میرا سنت طریقہ ہے، لہذا) جو شخص میرے طریقے سے انحراف کرے گا، وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری جماعت سے خارج ہے)۔''

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان صحابہ کرامؓ نے جو عزم وارادہ کیا تھا وہ اہل بدعت کی تعریف کے مطابق بدعت حسنہ میں آتا ہے، بدعت سیئہ میں ہرگز نہیں آتا۔ باوجود اس کے آنحضرت ﷺ نے انہیں اس بدعت سے منع فرما کر امت کو بتلا دیا کہ صرف اور صرف میری فرماں برداری کرو اور ہر قسم کی بدعت (چاہے وہ تمہارے نزدیک حسنہ ہی کیوں نہ ہو) سے احتراز کرو۔

اس حدیث میں بدعت حسنہ پر رد ہے۔ حضرت مولانا شیخ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو بدعت حسنہ کے قائل ہیں، اس لئے کہ تینوں صحابہؓ نے جن چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ عبادت ہی کی قسم سے تھیں۔ لیکن چونکہ یہ سنت کے طریقہ کے خلاف اور اس سے زیادہ تھیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو پسند نہیں فرمایا اور اس سے منع فرما دیا۔ (مظاہر حق جدید ص ۲۰۱)۔

بدعات پھیلنے کے اسباب

بدعات مسلمانوں میں اتنی کثرت سے پھیل چکی ہیں کہ بدعت وسنت میں فرق کرنا مشکل ہو چکا ہے عوام تو عوام ہیں جن کے متعلق مشہور ہے عوام کالانعام وہ نہ تو کسی دلیل سے واقف ہیں نہ مدلول سے لیکن بہت سے پڑھے لکھے مقتداء بھی اس میں فرق کرنے سے قاصر ہیں اور بہت سے اس سے واقف بھی ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ طریقہ بدعت ہے ناجائز ہے لیکن حرص وہوس نے انہیں ان بدعات پر مجبور کر رکھا ہے اور بعض صرف حسد وعناد کی وجہ سے اپنی آخرت تباہ وبرباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے بدعات پھیلتی جارہی ہیں اور سنتیں مٹتی جارہی ہیں۔ چند اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا سبب

عوام کی جہالت

عوام کا دین کے ساتھ لگاؤ بالکل مفقود ہو چکا ہے یہاں تک کہ فرائض سے بھی اکثر ناواقف ہیں بلکہ نصف سے زیادہ لوگ تو نماز، روزہ، غسل وطہارت اور دیگر بنیادی مسائل سے بھی نا آشنا ہیں دنیوی لحاظ سے پڑھے لکھے جن کو عام اصطلاح میں تعلیم یافتہ طبقہ کہا جاتا ہے ان میں بھی اکثریت دین کے ابجد سے ناواقف ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے سامنے جو بھی عمل کیا جائے اور جس طریقہ سے کیا جائے ان بے چاروں کے سامنے وہ دین ہے کیونکہ ہر بدعت ظاہری طور پر بڑی دلکش اور خوبصورت نظر آتی ہے۔ اور نقالوں میں یہ اصطلاح عام ہے کہ اصل سے بہتر۔

دین واعمال میں بھی نقالوں نے اسی اصطلاح پر عمل کرتے ہوئے بڑی خوبصورت، خوشنما بدعات ورواجات گھڑ لئے ہیں اور انہیں ایسے خوبصورت غلاف میں بند کر رکھا ہے کہ ہر ناواقف دینی مسائل سے نا آشنا شخص اسی کو ذریعہ نجات، باعث ثواب اور بخشش کا سبب سمجھ کر بڑی پختگی کے ساتھ ادا کرتا ہے اس کے برخلاف سنت کی سادگی میں اسے نجات، فلاح و کامیابی اور بخشش کے آثار نظر نہیں آتے مثلاً نماز جنازہ ہے سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جلدی میت کو سپرد خاک کیا جائے اور بدعات میں نماز جنازہ کے بعد کئی دعائیں مانگنا، قرآن کو دائرے میں پھرانا، پیسے بانٹنا وغیرہ وغیرہ بظاہر بڑے اچھے اور خوبصورت اعمال ہیں۔ اب سنت کے سادہ طریقے پر میت کو دفنانے سے عوام کو تسلی نہیں ہوتی کہ بخشا جائے گا اور نجات پائے گا لیکن جب بدعات کے یہ خوبصورت غلاف چڑھا دیئے جاتے ہیں کئی دعائیں اور رسمیں ادا ہو جاتی ہیں تو عوام کالانعام کا دل مطمئن ہو جاتا ہے حالانکہ معاملہ الٹ ہے۔

دوسرا سبب

مقتداؤں اور اماموں کی جہالت

اکثر علاقوں میں آئمہ مساجد ایسے حضرات کو مقرر کیا جاتا ہے کہ اہل محلہ کو ان کا زیادہ بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے اور زکوٰۃ وصدقات اور خیرات پر وہ اپنا گزارہ چلا سکے ظاہر بات ہے کہ ایسی جگہ مین کوئی پڑھا لکھا، عالم، فارغ التحصیل نہیں جا سکتا کیونکہ اس کو تنخواہ دینی پڑے گی اور اس کے لئے اہل محلہ تیار نہیں اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلے گا کہ ایسی جگہ وہی شخص جائے گا جو کسی مدرسے میں یا پڑھے لکھے سمجھدار لوگوں کے سامنے کھڑے ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو بے چارہ قرآن وحدیث کے علم سے تہی دست ہو اور جو شخص خود ان پڑھ ہو دین کے مسائل قرآن و سنت سے ناواقف ہو تو اس کے سامنے اہل محلہ کی طرف سے جو بھی عمل کیا جائے گا اس کے سامنے وہی ٹھیک اور درست ہے، سنت اور دین ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بدعات و رسومات کا دور دورہ ہوگا۔

خفتہ خفتہ را کے کند بیدار

جاہل آدمی کیسے جاہلوں کو دین سکھائے گا قرآن وسنت سمجھائے گا اور بدعات کا قلع قمع کیسے کرے گا۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم سبیل الھالکین

جب کوئی کسی قوم کا رہبر وراہنما مقتدا و پیشوا لیڈر و امام کوا بن جائے تو وہ قوم وادی ہلاکت کے سوا اور کہاں جا سکے گی ہمارے ہاں مسند امامت پر بھی کوؤں کا قبضہ ہے مسند ارشاد پر بھی یہی کوے قابض ہیں اور مسند اقتدار پر بھی یہی کوے براجمان ہیں اب ہلاکت سے بچنے کا راستہ کہاں ہے۔

الٰہی تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

اماموں اور واعظوں کی اس جہالت کی وجہ سے آج سنت اور سادہ دین پر بدعات

ورسومات کے ہزاروں غلاف چڑھا دیئے گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے آج دین پر چلنا انتہائی دشوار امر بن چکا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس قسم کے بدعت پرست مقتداؤں اور مولویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے پوچھتا ہوں اور واعظوں اور عابدوں اور ان شیخیوں سے سوال ہے جو خانقاہوں میں بیٹھے ہیں کہ بہ جبر اپنے اوپر دین کو عائد کرنے والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمہارا ایمان ہے۔ لوگوں کو تم جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو، اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر چھوڑی ہے۔ حالانکہ تم اس لئے پیدا ہوئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گے نہ کہ ان کو دشواریوں میں مبتلا کرو گے۔ تم ایسے لوگوں کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال تھے اور عشق و محبت الٰہی میں عقل و حواس کھو بیٹھے تھے۔ حالانکہ اہل عشق کی باتیں وہیں کی وہیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں نہ کہ ان کا چرچا کیا جاتا ہے۔ تم نے وسواس کو اپنے لئے گوارا کرلیا ہے اور اس کا نام احتیاط رکھ چھوڑا ہے حالانکہ تمہیں صرف یہ چاہئے تھا کہ اعتقاداً و عملاً احسان کے مقام کے لئے جن امور کی ضرورت ہے بس اس کو سیکھ لیتے۔ لیکن جو بیچارے اپنے اپنے خاص حال میں مغلوب تھے، خواہ مخواہ ان کی باتوں کو خالص امور میں گڈمڈ کرنے کی حاجت نہیں تھی اور نہ ارباب کشف کی چیزوں کو اس میں مخلوط کرنے کی ضرورت تھی۔ چاہئے کہ مقام احسان کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ پہلے اسے خود سیکھو پھر دوسروں کو دعوت دو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ سب سے بڑی رحمت اور سب سے بڑا کرم اللہ تعالیٰ کا وہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنچایا ہے۔ وہی صرف ہدایت ہے جو آپ ﷺ کی ہدایت ہے۔ پھر کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم جن افعال کو کرتے ہو وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کیا کرتے تھے؟

(تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۵ ج ۱)

لیکن یہ بیچارے خود احسان و تصوف کے معنی سے بھی ناواقف ہیں۔ انہوں نے تو احسان و تصوف اسی کو سمجھا ہے کہ کسی پر دم ڈال دیا یا کسی کو تعویذ لکھ کر دے دیا اور اس کے بدلے نذرانے وصول کر کے جیب بھر دی اور اس سے پیٹ کی آگ بجھا دی۔

تیسرا سبب

پیروں مرشدوں کی جہالت

عوام کی رہنمائی کے لئے دو قسم کے لوگ تھے علماء اور صوفیاء جاہل لوگ ان کے پاس جا کر اپنی اصلاح کراتے تھے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات سیکھتے تھے اور باطن کی اصلاح بھی کیا کرتے تھے دنیا کی محبت مخلوق کا یقین دلوں سے نکال کر اللہ کی ذات پر یقین پیغمبر ﷺ اور دین کی محبت دلوں میں بھرتے تھے اور بہت سے ان پڑھ بھی معرفت ولایت کا درجہ حاصل کرتے تھے۔ بڑے بڑے گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ تائب ہو جاتے تھے لیکن کافی زمانہ سے اکثر خانقاہوں میں بھی جہالت کا دور دورہ ہے اور بہت سے مسند ارشاد پر بیٹھنے والے گدی نشیں دنیاوی محبت کے اسیر خواہشات کے غلام اور جہالت کے پتلے ہوا کرتے ہیں جن کو صرف نذرانوں کی اور جیبیں بھرنے کی فکر ہوتی ہے جن کے متعلق علامہ اقبال بڑی اچھی تصویر کشی کرتے ہیں۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
شہری ہو وہ دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

مرشد صاحب کا بیٹا جیسا بھی ہو جاہل ہو فاسق ہو بد کردار ہو پردہ نشیں ہو، عورتوں کی عزت سے کھیلتا ہو، حلال و حرام کی کوئی تمیز نہ کرتا ہو، نماز و تلاوت سے بھی کوئی سروکار نہ ہو، چرس و بھنگ کا عادی ہو جیسا تیسا بھی ہو اسی کو مسند ارشاد پر بٹھا دیا جاتا ہے اس کو نذرانوں کی فکر

رہتی ہے، تعویز، دھاگہ، دم ڈالنا، چومنتر کرنا ہی اپنا کام سمجھتا ہے لوگوں کی اصلاح کے قریب بھی نہیں گزرتا اور اصلاح کیسے کرے جب بے چارہ خود ہی ایمان وعمل اور تزکیہ نفس سے تہی دامن خواہشات نفسانیہ کا اسیر ہو اور لوگوں کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑتا ہو، بجائے اللہ تعالیٰ کے اپنی طرف لوگوں کو بلاتا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ اس قسم کے گدی نشینوں، پیروں اور پیرزادوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے وہ لوگو جو اپنے آباؤ اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہو یعنی گذشتہ بزرگان دین کی اولاد میں ہو۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹکڑوں ٹکڑوں اور ٹولیوں ٹولیوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے راگ اپنی اپنی منڈلی میں الاپ رہا ہے اور جس طریقے کو اللہ نے اپنے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے نازل فرمایا تھا اور محض اپنے لطف وکرم سے جس راہ کی طرف راہنمائی فرمائی تھی، اسے چھوڑ کر ہر ایک تم میں سے ایک مستقل پیشوا بنا ہوا ہے اور لوگوں کو اسی کی طرف بلا رہا ہے، اپنی جگہ اپنے کو راہ یافتہ اور رہنما ٹھہرائے ہوئے ہے۔ حالانکہ دراصل وہ خود گم کردہ راہ ہے اور دوسروں کو بھٹکانے والا ہے۔ ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لئے مرید کرتے ہیں تاکہ ان سے ٹکے وصول کریں......... اور نہ میں ان لوگوں سے راضی ہوں جو سوائے اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے خود اپنی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور اپنی مرضی کی پابندی کا لوگوں کو حکم دیتے ہیں۔ یہ لوگ بٹ مار اور راہگیر ہیں۔ ان کا شمار دجالوں، کذابوں، فتانوں اور ان لوگوں میں ہے جو فتنہ وآزمائش کے شکار ہیں۔ خبردار، خبردار! ہرگز ان کی پیروی نہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت نہ دیتا ہو اور اپنی طرف بلاتا ہو۔

(تفہیمات الٰہیہ ص ۲۱۴ ج ۱)

چوتھا سبب

علمائے پیٹ کا حرص وہوس

دنیا کی ہوس ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس کو لگتی ہے اسے تباہ کر کے چھوڑتی ہے اور یہی بیماری بنی اسرائیل یعنی اہل کتاب کے علماء و درویشوں کو لگی جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں ذکر کیا ہے۔

یا ایها الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار و الرهبان لیأکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله .

''اے ایمان والو بہت سے علماء اور پیر کے اموال غلط طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے (عوام) کو روکتے ہیں''۔

اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس امت میں بھی وہی خرابیاں جنم لیں گی جو اہل کتاب میں پیدا ہوئی تھیں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''بلاشبہ میری امت پر ایسا زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جس طرح کہ دونوں جوتے برابر ہوتے ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدفعلی کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے''۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

یعنی وہ تمام خرابیاں، بدکاریاں اور بداعمالیاں جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں اس امت میں بھی پیدا ہوں گی اور انہی بیماریوں وخرابیوں میں سے ایک علمائے سوء کا حرص و ہوس ہے جس کی وجہ سے توراۃ وانجیل کے تمام احکامات میں تحریف کے مرتکب ہو چکے تھے جس کو دوسری جگہ میں یشترون بایات اللہ ثمنا قلیلا سے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ دنیوی مال و دولت کی وجہ سے اللہ کے احکامات میں ردوبدل کمی، زیادتی کیا کرتے تھے اور یہی خرابی اور بیماری اس امت کے علماء سوء میں بھی سرایت کر چکی ہے اپنے پیٹ کی خاطر بدعات ورسومات کو دین بنا کر

پیش کرتے ہیں اوران کو ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث میں غلط تاویلات کر کے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھ کر دوہرے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس شخص نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا یعنی قرآن کی آیتوں سے اپنا غلط عقیدہ اورعمل ثابت کرنے کے لئے غلط تاویل کی تو وہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانہ تیار کر لے نیز فرمایا جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے یعنی غلط چیز کی نسبت میری طرف کردے وہ بھی اپنے لئے جہنم میں ٹھکانہ تیار کر لے''۔

تو بدعات کے لئے قرآن وحدیث میں تاویلات کرنا اوران کو دین ثابت کرنا جہنم میں ٹھکانہ بنانا ہے۔ **(اللهم احفظنا منه)**

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیٹ پرست علماء کو خطاب فرمار ہے ہیں:

''اے علم کے دعویدار! اور دنیا کے بیٹوں سے اس کا طلبگار کہ خودکوان کے سامنے ذلیل کرتا پھرتا ہے، تجھے تو علم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہے، تیرے علم کی برکت رخصت ہوگئی ہے گویا تیرے علم کا مغز ختم ہو گیا ہے اور صرف اس کا چھلکا باقی رہ گیا ہے۔اور اے عبادت کے ایسے دعویدار کہ جس کا دل مخلوق کو پکارتا ہے، مخلوق سے ڈرتا ہے اور مخلوق سے امید رکھتا ہے، تیری ظاہری عبادت تو اللہ کے لئے ہے لیکن تیرا باطن مخلوق کے لئے ہے۔ تیری ہر طلب اور تیرا ہر صبر صرف لوگوں کے ہاتھوں میں موجود دراہم و دینار اور دنیاوی فوائد کی وجہ سے ہے۔'' (فتوح الغیب ص ۱۰۰)

یوں جہالت کے پجاری ہیں دو رکعت کے امام
پوجتے ہیں جس طرح زراس وطن کے مشرکین
جو مجاہد تھے وہ مذہب کے مجاور رہ گئے
جو کبھی شاہین تھے اب ہے شان ان کی کرگسیں

پانچواں سبب

غیر اقوام کے ساتھ معاشرت

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان اور ہندو برسہا برس سے اکھٹے رہتے چلے آئے ہیں جس کی وجہ سے ناواقف مسلمانوں نے ہندوانہ رسم و رواج اپنایا ہے اور اسی کو دین سمجھ کر کرنا شروع کر دیا ہے ہندوستان میں اسلام کثرت سے پھیلا ہے لیکن پھر ان نو مسلموں کی تربیت صحیح طور پر نہیں ہو سکی اور جو لوگ ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے مگر اپنے سابقہ ہندوانہ رسم و رواج سے آزاد نہ ہو سکے کلمہ تو پڑھ لیا لیکن ہندوانہ طور طریق بوجہ لاعلمی نہ چھوڑ سکے اور وہی طریقے پھر آگے نسل در نسل مسلمانوں میں منتقل ہوتے رہے اور اسلام کی شکل اختیار کرتے رہے اور اسی طرح ہندو معاشرے کیساتھ کثرت اختلاط کی وجہ سے بہت سی چیزیں مسلمانوں میں داخل ہوئیں اور جہالت کی وجہ سے مسلمانوں نے ان رسومات کو دین سمجھ کر کرنا شروع کیا اور کچھ مفاد پرستوں نے اپنے مفادات کی خاطر جن کے متعلق علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا:

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

انہوں نے قرآن و حدیث کی غلط تاویلات کر کے ان بدعات و رسومات کو دین میں داخل کرنے کی مذموم کوشش کی۔

چھٹا سبب

باپ و دادا کی تقلید

بدعات کا ایک بڑا سبب باپ دادا کی تقلید ہے کہ جو کام ہمارے بڑوں نے کیا ہے ہم بھی وہی کریں گے، باپ دادا کے رسم و رواج کو چھوڑنے کے لئے کوئی بھی شخص تیار نہیں ہے نہ مشرکین مکہ اس کے لئے تیار تھے اور نہ یہود و نصاری اہل کتاب اسے گوارا کرتے تھے اور نہ ہی

آج کے مسلمان قرآن وسنت کے مقابلہ میں اسے ترک کرنے کے لئے تیار ہیں۔

واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا اولو کان اباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون. (البقرۃ ۱۷۰)

ترجمہ: ''اور جب انہیں کہا جاتا کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے (یعنی قرآن) تو کہتے ہیں نہیں ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھی راہ پائی ہو''۔

جب کفار ومشرکین سے کہا جاتا تھا کہ ان احکامات کی پیروی کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے اس گمراہی اور جہالت سے باز آجاؤ جس پر تم عمل پیرا ہو تو آگے سے ان کفار ومشرکین کا یہی جواب تھا کہ ہم تو باپ دادا کے دین پر چلیں گے کیا وہ بے دین تھے کہ ہم ان کے طور طریق چھوڑ کر نئے طور طریق اختیار کرلیں اور یہی بات آج کے کلمہ گو مسلمان بھی کہتے ہیں کہ کیا ہمارے باپ دادا بے دین تھے یا انہیں دین کا کوئی پتہ نہ تھا وہ تو ساری زندگی یہی کچھ کرتے رہے ہم بھی وہی کریں گے باپ دادا کے طریقوں کو ہم نہیں چھوڑ سکتے بڑے بڑے پیر صاحب اور مولوی صاحب بھی تو یہی کرتے اور سکھاتے رہے کیا وہ بھی گمراہ اور بے دین تھے؟ توبہ توبہ وہابیو! تم اپنا دین اپنے پاس رکھو ہمیں گمراہ نہ کرو ہم تمہارے کہنے سے اپنے باپ دادا کا دین نہیں چھوڑ سکتے اگرچہ انہیں قرآن وحدیث کے صریح احکامات بیان کئے جائیں قرآن وحدیث کے واضح احکامات کو چھوڑ دیں گے لیکن باپ دادا بڑے مولوی صاحب اور بڑے پیر صاحب کی باتوں اور خرافات پر جان دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے جسے قرآن پاک نے **اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ** کہہ کر رد کیا ہے اور اس قسم کے لوگوں کی شدید مذمت کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے پیروں اور مولویوں کو رب بنایا ہے جسے وہ جائز وحلال سمجھیں ان کے معتقدین بھی اسی کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں اور جسے یہ طبقہ چھوڑ دے اور ناجائز قرار دے، ان کے مریدین ومعتقدین بھی اس کو ناجائز حرام اور گناہ سمجھتے ہیں۔

ساتواں سبب

ضد اور ہٹ دھرمی

بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ درست نہیں دین اسلام قرآن سنت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے مگر ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس کو چھوڑ بھی نہیں سکتے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ اور اگر چھوڑیں گے تو لوگ کہیں گے پہلے غلطی پر تھے جس سے بے عزتی ہوگی اسی خفت سے بچنے کے لئے باوجود سمجھنے کے بدعات کو نہیں چھوڑتے اور ضد وہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں جیسا کہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

یعرفونه کما یعرفون ابنائهم وان فریقا منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون. (البقرہ ۱۴۶)

اہل کتاب حق وصداقت کو اچھی طرح پہچانتے تھے لیکن اس کے باوجود ایمان نہیں لائے اور اسی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے حالت کفر پر دنیا سے چلے گئے اسی طرح ہمارے زمانہ کے مولوی صاحبان بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں یہ بدعات و رسومات ہیں جن پر اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے لیکن یہی ہٹ دھرمی انہیں باطل اور بدعات پر مجبور کرتی ہے اور ضد، ہٹ دھرمی تعصب ایسی مہلک اور لاعلاج بیماری ہے جس کا علاج کہیں بھی نہیں ہے۔

آٹھواں سبب:

اعمال میں سستی اور کوتاہی

بے دینی اباحت پسندی کی ایسی عمومی فضا بن چکی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اعمال سے غافل اور بے پرواہ ہو چکی ہے اور جو حضرات اعمال کرتے بھی ہیں تو وہ مرضی کے مطابق جتنا چاہا کرلیا جب جی چاہا نماز پڑھ لی جب چاہا چھوڑ دی اسی طرح تمام فرائض و

واجبات کا یہی حال ہے اور گناہوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے جب مرنے کا وقت آتا ہے تو پھر بخشانے کی فکر ہوتی ہے اور مرنے سے پہلے پھر ان بدعات کی وصیت بھی کر جاتے ہیں اور اگر وہ خود وصیت نہ بھی کرے تو ورثاء سب جانتے ہیں کہ صاحب کتنا پانی میں تھا؟

ورثاء بھی اس بخشش کے لئے ہر قسم کی وہ بدعت سرانجام دیتے ہیں جس کے متعلق وہ اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں بدعت پرست ملا نے قرآن وحدیث کی فضیلتیں اتنی بیان نہیں کرتے جتنی اپنی خود ساختہ من گھڑت بدعات کی فضیلتیں صبح وشام بیان کرتے ہیں پھر مرنے کے بعد ہر وارث کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے باپ، بیٹے اور دوسرے رشتہ دار کی بخشش ہو جائے اس کے لئے پھر ہر حربہ استعمال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ بدعات کفن دفن اور جنازے کے موقع پر ہوتی ہیں۔

نواں سبب

ملاؤں کے دلوں سے خوف خدا اور محاسبہ آخرت کا نکل جانا

خوف خدا اور محاسبہ آخرت کی فکر ایسا نسخہ ہے جو انسان کو ہر قسم کی برائی اور گناہ سے بچائے رکھتا ہے لیکن جب یہ چیز رخصت ہو جاتی ہے تو آدمی گناہوں کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے اور نافرمانیوں میں شیر کی طرح دلیر ہو جاتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یہ ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ.

"اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے"۔

دوسری جگہ فرمایا:

ولتنظر نفس ما قدمت لغد.

کل یعنی قیامت کے لئے انسان کونسے اعمال کر رہا ہے اس کے لئے ہر انسان کو فکر ہونا چاہیے۔کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھے جس کی وجہ سے اٹھانی پڑے تمام خلقت کے سامنے رسوائی

کے ساتھ عذاب جہنم کی طرف دھکیلنا پڑے۔ لیکن جب انسان کے دل سے خوف خدا اور محاسبہ آخرت نکل جاتا ہے تو وہ انسان نما حیوان کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور یہی حیوانیت پھر اسے اللہ کی نافرمانیوں کی طرف لے جاتی ہے حلال حرام جائز، ناجائز سنت بدعت کی تمیز اس کے نزدیک ختم ہو جاتی ہے کہ بہت سے سمجھدار حضرات اور مولوی صاحبان باوجود سب کچھ جاننے کے بدعات سے باز نہیں آتے کیونکہ انہی بدعات ورسومات کی وجہ سے انہیں پیٹ بھرنے کے لئے ایندھن ملتا ہے اور یہی چیز ان کے ہاں مقصود اصلی ہے۔

پیٹ بھرنا ہے مقصد ہمارا
سنت اور بدعت سے کیا واسطہ ہمارا
مریدوں سے مل جائے پیٹ بھرنے کا چارہ
تھوڑے پہ ہوتا نہیں ہے ہمارا گذارا
قبر کے سرہانے ختم پڑھنا ہمارا
پیسے بٹورنے کا بہانہ ہے سارا
بدعت اور رسم محبوب عمل ہے ہمارا
اسی سے ملتا ہے ہمیں جینے کا سہارا
پیری مریدی کا گیم بہت ہی پیارا
حسیناؤں پہ چلتا داؤ ہے ہمارا
ہم ہی پیٹ کے اور پیٹ ہے ہمارا
اس لئے سنت سے ہم کرتے ہیں کنارا
تیجہ نہ کھائے تو کیا کھائے بے چارہ
بدعت نے پیٹ میں مروڑ ہے ابھارا
کھیر ہو یا حلوہ یہاں سب ہے پیارا
لیکن اس سے بہتر کہ جیب بھر دو ہمارا
تم جو کہتے ہو کہ بدعت ہی ہے سارا
مگر کیا کریں ہم کہ پیٹ ہے ہمارا

اسی پیٹ نے ہم کو دے دے کے مارا
اب جگہ نہیں دل میں خوف خدارا
مومن کرتے کیوں ہو دل آزردہ ہمارا
ہم زخم خوردوں کا صفدر نے کھیل ہے بگاڑا

استاذ محترم امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے اپنی مدلل تصانیف میں اہل بدعت کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا ہے اور ان کے اکابر حضرت کے دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکے اور اسی حسرت میں دنیا سے چل بسے۔ (مرتب)

دسواں سبب:

برادری میں ناک اونچی کرنا

اکثر بدعات اور رسمیں اس لئے ادا کی جاتی ہیں کہ برادری والے انہیں حقیر نہ سمجھیں اور ان رسموں کی وجہ سے ان کی خوب شہرت ہو۔ اور اگر رسم رہ گئی تو ساری برادری والے کہیں گے کہ یہ تو بڑا کنجوس ہے۔ اور یہی چیز ناک کاٹنے والی ہے۔ بدعات و رسومات میں جتنا خرچ ہوتا ہے، تمام کا تمام ریا، نمود و نمائش کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اس میں بالکل مقصود نہیں ہوتی۔ مثلاً نماز جنازہ کے دوران صفوں میں پیسے بانٹنا۔ اب یہ پیسے تمام لوگوں کے سامنے بانٹے جائیں گے تو لوگ واہ واہ کریں گے، شاباش دیں گے کہ فلاں کی اولاد یا رشتہ دار اتنے سخی اور کھلے دل کے مالک ہیں کہ اتنے پیسے خرچ کر ڈالے۔

اور اگر اللہ کی رضا کے لئے خفیہ صدقہ خیرات کریں گے تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے خفیہ صدقہ و خیرات کو خیرات ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اور جو مال نام و نمود کے لئے اور برادری میں ناک اونچی کرنے کے لئے ضائع کر دیتے ہیں، اسی کو صدقہ خیرات کہتے ہیں۔ حالانکہ نمود و نمائش کے لئے اگر کوئی شخص طریقہ سنت کے مطابق بھی خرچ کرے تب بھی کوئی اجر و ثواب نہیں بلکہ جرم کا مرتکب ہوا، چہ جائیکہ بدعات و رسومات اور غلط طریقوں پر مال اڑائے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''جس شخص نے نمود ونمائش کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے نمود و نمائش کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے نمود ونمائش کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔''

تو یہ خیرات اور صدقات بجائے بخشش کے اور زیادہ عذاب کا سبب بن گئے اور بدعات میں سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

گیارہواں سبب

خواہشات نفسانیہ کی غلامی

خواہشات نفسانیہ ایسی مہلک بیماری ہے کہ انسان کو تباہی کی زنجیروں میں جکڑ دیتی ہے۔ نفس کا پیروکار اپنی خواہش کو معبود بنالیتا ہے۔ جہاں اسے خواہش نفس لے جانا چاہتی ہے، وہیں جاتا ہے چاہے وہ صاحب علم ہی کیوں نہ ہو۔

افرایت من اتخذ الهه هواه واضله اللهُ علی علم و ختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله افلا تذكرون. (الجاثیہ: ۲۳)

ترجمہ: ''بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے باوجود سمجھ کے اس کو گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔''

خواہشات کی اتباع اور دین سے اعراض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے فطرت سلیمہ سلب کر لیتے ہیں اور باوجود علم کے وہ جاہلوں سے بھی بدتر جاہل بن کر زندگی گزارتا ہے۔

بارہواں سبب

من گھڑت افسانے

اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ آج تک قرآن اسی طرح محفوظ ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ارشادات محدثین عظام کی وساطت سے ہمیں پہنچے اور محدثین نے ان ارشادات کی اور ان کے راویوں کی کماحقہ حفاظت فرمائی۔ ہر راوی کے متعلق معلومات حاصل کر کے اس کی زندگی کا ہر گوشہ پوری امت کے سامنے ظاہر کیا تاکہ ہر آدمی اس کی روایت کو پہچان سکے۔ جس سے صحیح، ضعیف، منکر روایت کی پہچان ہوگئی۔

لیکن اہل بدعت جو افسانے، من گھڑت روایتیں، جھوٹے قصے بیان کرتے ہیں اور ان سے دینی مسائل ثابت کرتے ہیں، ان کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ بزرگوں کے اقوال، اعمال، احوال اگر قرآن وسنت کے موافق ہوں تو قابل تقلید اور موجب ثواب ہیں۔ لیکن اگر قرآن وسنت کے خلاف ہوں تو وہ کسی کے لئے حجت نہیں۔ اس سے دین کا کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ مگر اہل بدعت انہی من گھڑت افسانوں سے دینی مسائل ثابت کرتے ہیں اور ان غلط، مجروح اور موضوع روایتوں کو قرآن وسنت پر مقدم کرتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ گذرتا ہے، بدعات کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہر علاقہ میں نئی نئی بدعات جنم لیتی ہیں۔

بدعتی ذلیل ہے

بدعت ایک برا فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی مول لینی پڑتی ہے جس میں کوئی شک نہیں اس وجہ سے بدعتی جو اللہ تعالیٰ کے دین میں کمی زیادتی کرنے کا مرتکب ہوتا ہے وہ نہایت ہی ذلیل وکمینہ ہے اگرچہ ظاہر میں وہ کیسے ہی عزت ومرتبہ کا مالک ہی کیوں نہ ہو لیکن حقیقت میں وہ ذلیل ترین انسان ہے اور اس سے بڑھ کر ذلت کیا

ہو کہ مخلوق کی خاطر اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل دیتا ہے یا اپنے مفاد کی خاطر دین الٰہی کو بچوں کا کھیل بنا دیتا ہے مالداروں کے سامنے زرخرید غلام کی طرح جھکتا ہے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیاداروں کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے تا کہ ان کی نظروں میں اپنے آپ کو متقی اور پرہیز گار ظاہر کرے اور انہیں اپنی بزرگی کا یقین دلائے اور ان کے نذرانیں وصول پائے۔اور اس ذلت کی ایک بڑی وجہ اللہ تعالیٰ پر افترا و بہتان ہے کیونکہ بدعتی بدعات گھڑ کر انہیں دین سمجھتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ پر افترا و جھوٹ باندھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین اتخذو العجل سینالھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیاۃ الدنیا و کذلک نجزی المفترین.

’’بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا بہت جلد دنیوی زندگی میں ان کے رب کا غضب آئے گا اور ذلت پڑے گی۔ ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔‘‘

بدعت بھی افترا پردازی اور اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں۔’’تو ہر بدعتی پر ذلت چھائی ہوئی دیکھے گا۔‘‘

(تفسیر قرطبی ص۱۸۶ ج۷)

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا:

کل صاحب بدعۃ ذلیل و تلاھذہ الایۃ.

(تفسیر روح المعانی ص ۷۰ ج۵ ، تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۵ ج ۲)

’’ہر بدعتی ذلیل ہے، پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی۔‘‘

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

’’بدعتی کے چہرے پر بدعت کی وجہ سے ذلت برستی رہتی ہے، اگر چہ وہ دنیاوی شان وشوکت رکھتا ہو۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۵ ج ۲)

توحید وسنت پر عمل کرنے سے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے اور یہی نورانیت دل سے چہرہ پر بھی منتقل ہوتی ہے۔ اسی طرح بدعت پرستی سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ پھر

یہی ظلمت ونحوست دل سے چہرہ پر منتقل ہوتی ہے۔ پھر چہرے پر نحوست کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور ہر صاحب ایمان انہیں محسوس کر سکتا ہے۔

بدعتی ذلیل ہے، عمل اس کا بے دلیل ہے
دل اس کا علیل ہے، شیطان اس کا خلیل ہے
عقل میں قلیل ہے، غلط اس کی سبیل ہے
سب سے بڑا رزیل ہے کیونکہ دین میں دخیل ہے
سمجھو تو یہ بخیل ہے، بظاہر بڑا شکیل ہے
نفس کا اسیر ہے شیطان کا وکیل ہے

بدعتی کی زبان کاٹو

حضرت ابن سعدؒ نے ابن عطیفؒ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من احدث فی الاسلام حدثاً فاقطعوا لسانه.

''جو شخص اسلام میں نئی چیز (بدعت) گھڑ لے تو اس کی زبان کاٹ ڈالو۔''

(طبقات الکبری ج ۷ ص ۴۲۹)

آنحضرت ﷺ نے دین کے کسی معاملے میں کمی نہیں چھوڑی

وعن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه ان رسول الله ﷺ قال لیس من عمل یقرب الی الجنة الا وقدامرتکم به ولا عمل یقرب الی النار الا قد نهیتکم عنه. (مستدرک حاکم)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے نزدیک لے جانے والا کوئی ایسا عمل نہیں جس کا میں تمہیں حکم نہ دے چکا ہوں اور دوزخ تک پہنچانے والا بھی ایسا کوئی عمل نہیں جس سے میں تمہیں منع نہ کر چکا ہوں۔''

آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دین کامل مکمل طریقے سے جس طرح آپ ﷺ

پراترا تھا، اسی طرح امت کو پہنچایا ہے۔ جنت میں لے جانے والے تمام اعمال کا صاف صاف حکم دیا اور جہنم والے تمام اعمال سے منع فرمایا ہے تو پھر ان بدعات کی گنجائش کہاں سے نکل آئی جنہیں بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں اور دین سمجھ کر کرتے ہیں۔

ہر زمانے میں نئی نئی بدعتیں ایجاد ہوتی ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

ما يأتي على الناس من عام الا احدثوا فيه بدعة واماتوا سنة حتى تحي البدع وتموت السنن. (اعتصام ص ۸۱ ج ۱)

''آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال ایسا نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ بدعات زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی۔''

بدعتی کے مجاہدے اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہیں

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

صاحب البدعة لا يزداد اجتهاداً صياماً وصلاةً الا ازداد من الله بعداً. (اعتصام ص ۸۲)

''بدعتی شخص جتنا زیادہ روزے اور نماز میں مجاہدے کرتا جاتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا جاتا ہے''۔

ریاضت ومجاہدے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں مگر بدعتی کی ریاضت اور مجاہدے بجائے قرب کے بعد اور دوری کا سبب بنتے ہیں۔ جاہل صوفیاء میں ریاضت اور مجاہدوں کا شوق تو ہوتا ہے لیکن سنت کی مخالفت کی وجہ سے وہ بجائے اہل اللہ بننے کے اہل الشیطان بن جاتے ہیں۔ پھر اپنے مریدوں کو بھی اسی شیطانی راستے پر ڈال کر خود بھی گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

بدعتی کے پاس بیٹھنے سے دل بیمار ہو جاتا ہے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

(۲) لا تجالس صاحب بدعة فانه یمرض قلبک.

(اعتصام ص ۸۳ ج ۱)

''بدعتی کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا''۔

غلط مجلس اختیار کرنے والا اسی غلط روش پر چل نکلے گا اس لئے بدعتی کی مجلس میں جانے سے منع فرمادیا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کنند صحبت طالح ترا طالح کنند

بدعتی کے ساتھ اختلاط رکھنے سے نور ایمان سلب ہو جاتا ہے

حضرت اخون درویزہؒ فرماتے ہیں:

''جس کا ایمان درست ہو، دین اور توحید خالص ہو تو کبھی بھی بدعتی سے انس و محبت نہیں کرے گا اور نہ ان کے ساتھ ہم مجلس ہوگا، نہ باتیں کرے گا اور نہ ان کے ساتھ اٹھے گا۔ بلکہ عداوت کا اظہار کرے گا۔ اور جس نے بدعتی کے ساتھ مداہنت کی تو اللہ تعالیٰ سنت کی حلاوت و مٹھاس اس کے دل سے سلب کر دے گا۔ اور جس نے بدعتی کی اجابت کی تو اللہ تعالیٰ ایمان کا نور اس کے دل سے نکال دے گا۔''

(تذکرۃ الابرار بحوالہ مجموعۃ الافکار فی توضیح الاذکار ص ۳۸۰)

اہل بدعت قرآن وحدیث سے اپنی بدعات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

مبتدعین لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے کے لئے اپنی خود تراشیدہ اختراعات و بدعات پر قرآن وحدیث سے استدلال کر کے اپنے غلط عقائد و اعمال اور قیود کیفیات ثابت کرنے کی

ناکام کوشش کرتے ہیں جو کسی بھی طرح صحیح نہیں کیونکہ یہی قرآن وحدیث حضرات صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے سامنے بھی تھے لیکن یہ فاسد عقائد و بدعات خودتراشیدہ اختراعات و رسومات ان کی سمجھ میں نہ آسکے جو عقل وفہم، سوچ وتدبر میں نہایت ہی اعلیٰ درجہ پر تھے لیکن باوجود ان تمام فضائل ومناقب کے ان کا قرآن وحدیث سے ان اختراعات کا نہ سمجھنا ہی ان کی خلاف ورزی شروع ہونے اور مردودیت کی سب سے بڑی دلیل ہے علامہ شاطبی لکھتے ہیں تم کسی ایسے مبتدع کو نہ پاؤ گے جو ملت سے وابستگی کا مدعی ہو مگر یہ کہ وہ اپنی بدعت پر کسی شرعی دلیل سے ضرور استشہاد کرتا ہے اور اس طرح سے وہ اس کو اپنی عقل اور خواہش کے تابع بنالیتا ہے۔ (الاعتصام ص ۱۳۴ ج ۱)

ہر بدعت فسق ہے

شیخ احمد رومی فرماتے ہیں کہ بدعتی جو مصلحت اور فضیلت بیان کرتا ہے اگر وہ پیغمبر علیہ السلام کے وقت ثابت تھی اور باوجود اس کے آپ ﷺ نے اس کو نہیں کیا تو اس کام کو چھوڑنا ہی آپ ﷺ کی سنت ہے جو ہر عموم اور قیاس سے مقدم ہے۔ پس جو شخص ایسے کام کو عمل میں لائے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ دین میں ناجائز ہے، تو فاسق ہوگا، بدعتی نہ ہوگا۔ اور اگر اس کو عمل میں لائے اور اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ دین میں جائز ہے تو فاسق اور بدعتی ہے اس لئے کہ فسق بدعت سے عام ہے۔ پس ہر بدعت فسق ہے اور فسق بدعت نہیں ہے۔ (مجالس الابرار: ۱۶۷)

بدعت بدکاری سے بدتر ہے

جو شخص بدکاری میں لگا ہوا ہے دن رات شراب وشباب کی مجلسیں جماتا ہے وہ اپنے آپ کو گناہگار سمجھتا ہے اور اس فعل کو برا سمجھتا ہے اگرچہ وہ نفسانی خواہش سے مغلوب اور شیطان لعین کے جال میں پھنس کر وہ اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے لیکن سمجھتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا عمل کرتا ہوں ہوسکتا ہے کسی بھی وقت محاسبہ نفس سے وہ اس بدکاری سے باز آجائے اور وقت کا ولی بن جائے جس کی بہت سی مثالیں دور حاضر

میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن بدعتی جو بدعت میں لگا ہوا ہے وہ اسی بدعت کو عین ثواب سمجھتا ہے۔اور ذریعہ نجات سمجھ کر گویا وہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں لگا ہوا ہے حالانکہ وہ بدعت میں لگا ہوا ہے جس کے ذریعے اس نے سنت کا جنازہ نکال دیا ہے اور پیغمبر ﷺ کے محبوب طریقے کو اپنے اعمال سے رخصت کیا ہے اور ایک مردود و ملعون عمل میں لگا ہوا ہے لیکن اسے دین اور باعث ثواب سمجھ کر کرتا ہے اس لئے وہ کبھی بھی اس بدعت سے توبہ نہیں کرے گا بلکہ جو اس کو اس سے باز آنے کی تاکید کرے گا اسے بھی گالیاں دے گا اور بے دین سمجھے گا اور اس بدعت پر اور پختگی سے کاربند رہے گا اس لئے کہتے ہیں کہ بدعت بدکاری سے بدتر ہے۔

بدکاری سے بدتر ہے بدعت تیری
سمجھ لے نصیحت اگر تو میری

محروم حوض کوثر سے تجھ کو کرے گی
قیامت کے دن تجھ پہ لعنت پڑے گی

پیغمبرؑ کہیں گے یہ امت ہے میری
ملے گا جواب انہوں نے بگاڑی ہے سنت تیری

جب ہٹا دیں گے تجھ کو ہائے بدنصیبی تیری
رہے گی آقاؑ کے سامنے کیا عزت تیری

ساری محنت جب رہ جائیگی دھری کی دھری
اس سے بڑھ کر کیا ہو گی اور ذلت تیری

پیٹ کے ہاتھوں تیری شان کیوں اتنی گری
ہندوانہ رسوم سے ہو گئی محبت تیری

دو پیسوں کی خاطر پکڑی کیوں ہے تو نے اڑی
باز آجا بدعت سے اسی میں ہے عظمت تیری

پیغمبر سے ملتی نہیں جس عمل کی کڑی
اشد ضروری ہے اس سے بغاوت تیری

کر لے توبہ بس یہی ہے سعادت تیری
ایجاد بدعت پہ کیوں ہو گیا تو جری
کہ سنت سے ہو گئی عداوت تیری
حوض کوثر پہ آقاؐ کے سامنے ہو گی جو شامت تیری
پیٹ بھر لے قریب آ رہی ہے شقاوت تیری
پھر کرے گا کیوں مومن مخالفت تیری

بدعت دین میں تحریف ہے

بدعت تحریف دین کا پرفریب طریقہ ہے اور بدعتی دین میں اپنی طرف سے قیدیں، شرطیں اور نئے نئے طریقے ایجاد کر کے دین کی شکل وصورت کو بگاڑ دیتا ہے سنت وبدعت کو خلط ملط کر دیتا ہے یہی بدعت کی سب سے بڑی خرابی ہے کہ اس میں دین وشریعت اس طریقہ پر قائم نہیں رہتا جس طریقہ پر نازل ہوا تھا پچھلی امتوں میں بھی یہی ہوا کہ انہوں نے اپنی طرف سے نئے نئے طریقے نکالے اور اسی کو کار ثواب سمجھ کر کرنے لگے رفتہ رفتہ اصل دین کی کوئی چیز ان کے پاس نہ رہی اور ان بدعات اور خود ساختہ طریقوں کو دین سمجھ کر کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے تباہی وبربادی نے انہیں گھیر لیا اگر اسلام میں بھی اسی طرح نئے نئے طریقے ایجاد کرنے کی اجازت مل جاتی تو آج دین وشریعت کا نام ونشان نہ ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ کا آخری دین بالکل اسی طریقے سے قیامت تک زندہ جاوید رہے گا جس طریقے پر رب العزت نے اسے اپنے پیغمبر پر نازل کیا تھا۔

اس لئے شریعت نے فرائض ونوافل میں واضح فرق رکھا ہے تاکہ فرض ونفل آپس کی ادائیگی میں خلط ملط نہ ہوں فرائض کو مسجد میں اجتماعی شکل سے ادا کرنے کا حکم دیا اور سنت ونوافل کے لئے بہترین جگہ گھر قرار دیا، آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ فرائض مسجد میں باجماعت ادا فرمایا کرتے تھے اور سنت ونوافل گھر میں ادا فرماتے تھے اسی طرح روزہ کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے لیکن چونکہ رات تمام لوگ عادۃً سوتے ہیں اور سونے کی حالت میں بھی آدمی کھانے پینے سے ایسا ہی رکا رہتا ہے جیسا کہ روزہ میں اس لئے سحری کھانا

مسنون قرار دیا گیا ہے تا کہ سونے کے وقت جو صورت روزہ کی ہوگئی تھی اس سے امتیاز ہو جائے اور روزہ ٹھیک صبح صادق کے بعد سے شروع ہو اس وجہ سے سحری کھانا بالکل آخر وقت میں مستحب ہے اور اسی طرح غروب آفتاب کے فوراً بعد افطار کرنے کا حکم ہے اور دیر کرنا منع ہے تا کہ روزہ کی عبادت کے ساتھ زائد وقت کا روزہ میں اضافہ نہ ہو جائے غروب آفتاب تک روزہ کی حالت میں ایک ایک لمحے کا اجر وثواب مل رہا تھا اب غروب آفتاب کے بعد نہ کھانے کی صورت میں وہ ثواب نہیں ملتا بلکہ الٹا جرم ہے اب عقل کا تقاضا تو یہی ہے کہ اب بھی ثواب ملتا رہے اور زیادہ ملتا رہے کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا ہے بھوک پیاس بڑھتی رہتی ہے اب اللہ کے لئے نہ کھانے پینے میں اجر وثواب پہلے سے زیادہ ملنا چاہیئے لیکن اب ثواب کیا الٹا جرم کا ارتکاب کر رہا ہے کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور پیغمبر ﷺ کے عمل پر زیادتی ہے اور یہ زیادتی اللہ کے ہاں جرم ہے اسی طرح ہر عبادت میں اپنی طرف سے زیادتی اور کمی تحریف دین اور ارتکاب جرم ہے جو نا قابل برداشت ہے اس لئے ایسے شخص کی کوئی عبادت اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہے۔

بدعتی کو حوض کوثر سے محروم کر دیا جائے گا

بدعتی اپنے آپ کو بڑا دین دار سمجھتا ہے اور خود ساختہ عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تک رسائی حاصل کرنے کا سبب سمجھتا ہے لیکن یہ خام خیالی ہے کیونکہ بدعت اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی تابعداری سے بغاوت ہے اور جب یہ باغی گروہ قیامت کے دن محبوب خدا ﷺ کی شفاعت کی امید لے کر حوض کوثر کی طرف بڑھے گا تو خدائی پولیس فرشتے جو نہ کسی سے خوف کھاتے ہیں، نہ رشوت پہچانتے ہیں اور نہ ہی کسی چودھری کی چودھراہٹ سے ڈرتے ہیں اور نہ کسی ملنگ کی ملنگی سے دھوکہ میں آسکتے ہیں یہ فرشتے انہیں روک دیں گے اور ان کا راستہ بدل کر دوسری طرف موڑ دیں گے تو آنحضرت ﷺ فرمائیں گے یہ میری امت کے افراد ہیں مجھ سے عشق ومحبت کے دعوے دار ہیں مجھ تک پہنچنے دو، فرشتے جواب دیں گے انک لا تدری ما احدثوا بعدک ۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا بغاوتیں برپا کی ہیں کیا کیا بدعات، نئے نئے محدثات اپنی مرضی کے مطابق روایات گھڑے ہیں یہ بدعتی اور

باغی لوگ ہیں۔

فمن بدل او غیر اوبتدع فی دین الله مالا یرضاه الله ولم یاذن به الله فهو من المطر ودین عن الحوض المتبعدین منه مسود الوجوه. (تفسیر قرطبی ص ۱۰۸ ج ۴)

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تغیر وتبدل یا بدعت کا مرتکب ہوا جس سے نہ اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کی اجازت دیتے ہیں پس یہ منہ کالا شخص حوض کوثر سے دھتکار دیئے جانے والوں میں سے اور اس سے دور کر دیئے جانے والوں میں سے ہوگا''۔

یہی مضمون صاحب سنت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اس طرح بیان کیا ہے:

بخاری و مسلم کی روایت ہے سہل بن سعدؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں حوض کوثر پر تمہارا استقبال کروں گا جو شخص میرے پاس سے گزرے گا وہ حوض کوثر سے پانی پیئے گا اور جو شخص بھی اس کا پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا میرے پاس کچھ ایسے لوگ بھی آئیں گے جنہیں میں پہچان لوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گے لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی (تاکہ انہیں دور کر دیا جائے) میں کہوں گا یہ میرے امتی ہیں تو مجھے بتا دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی نئی بدعتیں پیدا کیں ہیں میں کہوں گا وہ لوگ مجھ سے دور ہوں دور ہوں جنہوں نے میرے بعد دین وسنت میں تبدیلی کی''۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

اس سے بڑھ کر ناکامی و نامرادی اور شقاوت و بدبختی کیا ہو سکتی ہے کہ ساری زندگی عشق رسول ﷺ کے دعوے کرتے ہوں اور قیامت کے دن عاشق نامراد سے کہا جائے دفع ہو میرے سامنے سے ہٹ دور ہو جا کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی بدبختی ہو سکتی ہے۔

بدعتی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو بے علم سمجھتا ہے

اہل بدعت مختلف قسم کے نئے نئے اعمال اور ان کے نئے نئے طریقے اختیار کرتے ہیں جن کو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا وہ اعمال جو

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جاری تھے لیکن ان طریقوں کے ساتھ نہیں تھے جن طریقوں کو اہل بدعت اختیار کرتے ہیں مثلاً ایصال ثواب کے مختلف طریقے ساتواں ، جمعرات ، چالیسواں وغیرہ ایصال ثواب کا عمل تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی ہوا لیکن یہ چیزیں نہیں تھیں اس کے علاوہ سینکڑوں اعمال اور ان کے من گھڑت طریقے ہیں آخر کیا وجہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ طریقے نہیں تھے حالانکہ صحابہ کرامؓ ہر عمل میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے والے تھے اور امور خیر کو تلاش کرنے والے تھے لیکن یہ طریقے انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے نہیں پوچھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دین نہیں ہے اور اگر یہ دین ہے جیسا کہ اہل بدعت سمجھتے ہیں تو پھر نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: یا تو نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا اور آج کے بدعت پرست کو اس کا علم ہو گیا اس لئے تو اس کو دین سمجھ کر عمل پیرا ہیں۔

اگر چہ بدعت پرست ٹولہ اس کو زبان پر لانا کفر سمجھتے ہیں لیکن ان کے اعمال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ طریقے جو ہم دین سمجھ کر کرتے ہیں اور ہے بھی دین اور اجر و ثواب کا باعث ہیں تو پھر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا کہ اتنے بڑے اجر و ثواب سے نعوذ باللہ محروم رہ گئے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اور جس شخص کے قول و عمل اور کسی بھی حرکت سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ عالم ہے صحابہ کرامؓ سے زیادہ جانتا ہے اس کے زندیق ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے اگر چہ وہ عشق رسول ﷺ کا پرفریب دعویٰ بھی کرتا رہے۔

اس مضمون کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بدعتیوں کے سامنے اس طرح بیان فرمایا:

جب انہیں خبر دی گئی کہ مسجد میں کچھ بدعتی جمع ہو کر خلاف سنت ذکر کرتے ہیں تو آپؓ نے ان کے پاس جا کر فرمایا میں عبداللہ بن مسعود ہوں قسم ہے اس اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں بے شک یا تو تم لوگ نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے ہو یا حضرت محمد ﷺ کے صحابہؓ سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو۔ (مجالس الابرار ص ۱۶۵)

بدعتی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مقابلہ کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً.

لیکن بدعتی اس دین میں اپنی طرف سے پیوند لگا کر اپنے عمل سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ دین کامل نہیں ہے اور وہ اپنی سمجھ سے اس کو مکمل کرتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ احکام جاری فرماتے ہیں، اسی طرح بدعتی بدعات کو دین کا لبادہ اوڑھ کر جاری کرتا ہے اور اس کو کارِ ثواب سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احکامات تبدیل فرماتے ہیں۔ بعض احکامات کو منسوخ کر کے ان کی جگہ دوسرے احکام جاری فرماتے ہیں۔ اسی طرح اہل بدعت ذاتی مفادات ونفسانی اغراض کی خاطر من گھڑت رسومات و بدعات میں حسب ضرورت تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الا لہ الخلق و الامر.

''جس طرح تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اسی طرح تمام کائنات پر اس کا امر اور اس کا حکم ہی چلے گا۔''

لیکن بدعتی اپنی طرف سے احکامات اور طریقے بنا بنا کر عوام کے سامنے پیش کرتا ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جس طریقے کو مردود ٹھہرایا ہے اور اس سے منع کیا ہے، یہ بدعتی اسی طریقے کو گھڑ کر عوام میں پھیلاتا ہے۔

علامہ احمد رومی لکھتے ہیں:

''جو شخص بدعت کرتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو توڑتا ہے۔ اگر چہ اس کے گمان میں یہی ہو کہ وہ بدعت سے آپ ﷺ کی تعظیم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یوں گمان کرتا ہے کہ وہ بدعت سنت سے بہتر ہے اور بدرجہ اولیٰ ٹھیک ہے۔ اور یہ اللہ اور رسول ﷺ کا مقابلہ کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کام کو اچھا سمجھتا ہے جس کو شرع نے مکروہ ٹھہرایا اور منع

کیا ہے۔'' (مجالس الابرار ص ۱۶۸)

بدعتی آنحضرت ﷺ کو معاذ اللہ خائن سمجھتا ہے

آنحضرت ﷺ نے جو طریقہ عمل اختیار کیا ہے اور صحابہ کرامؓ بھی اسی پر عمل کرتے گئے لیکن اہل بدعت اس طریقہ کو اختیار نہیں کرتے اور اس میں اپنی طرف کمی بیشی ضرور کرتے ہیں مثلاً جنازہ ہے آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھایا ہے اس کے بعد میت کو دفن کرنے قبر پر مٹی ڈالنے کا انتظام کیا ہے لیکن اہل بدعت نے اس میں کئی دعائیں اور دوسری حرکتیں ایجاد کرلیں مثال کے طور پر جنازہ کی چارپائی اٹھاتے وقت کی دعا، پھر جنازہ گھر سے نکال کر پھر دعا، جنازہ کے ساتھ اونچی آواز میں ذکر کرنا، جنازہ کے آگے آگے قرآن لے کر جانا، قرآن کو چارپائی میں رکھ کر جنازہ پڑھنا، پھر جنازہ کے بعد دعا کرنا اور حلقہ بنا کر قرآن میں پیسے رکھ کر گھمانا اس کے بعد پھر دعا کرنا اس کے بعد بھی کئی رسمیں کرتے ہیں جن میں بدعت پرست مولوی بھی بڑے اہتمام سے شریک ہوتے ہیں اور اگر کوئی نہ کرے تو اسے بے دین سمجھتے ہیں یا وہابی اور تبلیغی ہونے کا طعنہ دینے لگتے ہیں۔

پھر دفنانے کے بعد مولوی جی صبح کی چائے اور پراٹھوں کے بدلے کئی دن تک قبر پہ بیٹھ کر قرآن پڑھتا ہے۔ تیسرے دن میت کی برادری والے قبر پر جاتے ہیں اور تیجہ، ساتواں جمعرات، چالیسواں، سالانہ کرتے ہیں۔ یہ تمام رسمیں ادا کرنے والے ہی کو مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر یہ تمام امور کارثواب ہیں اور میت کو ان کرتوت سے فائدہ پہنچتا ہے اور اس کی بخشش ہوتی ہے تو پھر آنحضرت ﷺ نے یہ اعمال کیوں نہیں بتلائے؟ پھر تو نعوذ باللہ آپ ﷺ نے دین مکمل طریقے پر نہیں پہنچایا۔ اہل بدعت کے اعمال میں سے بیسیوں اعمال تو صرف جنازہ کے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں نہیں پائے جاتے۔ اس کے علاوہ دوسرے امور میں سینکڑوں اعمال ہیں جو آپ ﷺ نے نہیں بتلائے، جن کو اہل بدعت دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ کیا آنحضرت ﷺ نے یہ تمام افعال واعمال امت کو نہ بتلا کر خیانت کی؟ استغفر واللہ۔

اس لئے امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ ''جو شخص بدعت ایجاد کرتا ہے اور اس کو کارثواب

سمجھتا ہے، گویا وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ اللہ رسالت میں خیانت کر کے پوری بات اِمت کو نہیں بتلائی۔"

بدعتی دین کو نامکمل سمجھتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم.

"میں نے تمہارے لئے آج تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان تو دین کے مکمل ہونے کا ہے کہ دین کی اب کسی کمی بیشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں کیونکہ دین ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا ہے۔ اور اجر و ثواب اور عزت و کامیابی، بخشش اور مغفرت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو تشنہ رہ گیا ہو۔ لیکن اہل بدعت کا نئے نئے طریقے نکال کر ان کو دین سمجھنا اس بات کا اعلان ہے کہ دین آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مکمل نہیں ہوا تھا بلکہ آج اس کی تکمیل ہو رہی ہے۔

بدعتی آنحضرت ﷺ سے زیادہ امت کی خیر خواہی کا دعویٰ کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر رحم اور مہربانی کا معاملہ فرمایا کہ ان میں اپنے برگزیدہ پیغمبر علیہا السلام مبعوث فرمائے اور انہیں ناصح (خیر خواہ) کا لقب دے کر بھیجا۔ ہر نبی نے اپنی قوم سے فرمایا:

انی لکم ناصح امین.

ہر نبی خیر خواہ بن کر امت میں آئے اور اسی جذبے کے تحت ساری زندگی بسر کی۔ ماریں کھائیں، گالیاں برداشت کیں لیکن خیر خواہی میں کمی نہیں آئی۔

اسی طرح ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ بھی ناصح بن کر آئے۔ مکہ کی وادیوں میں یہی آواز لگاتے رہے۔ "لوگو! اپنے اوپر رحم کر لو، جہنم کے دھکتے ہوئے انگاروں سے اپنے آپ کو بچالو۔"

مکہ والوں نے جادوگر، مجنون، کذاب جیسے اخلاق سوز خطابات دیئے، دانہ پانی بند

کیا، شعب ابی طالب میں محصور ہونا بھی برداشت کیا، وادیٔ طائف میں سارا جسم لہولہان ہوا، میدان احد میں دانت مبارک شہید ہوئے، غزوہ خندق کے موقعہ پر پیٹ پر پتھر باندھ کر سب کچھ برداشت کیا۔ لیکن خیرخواہی میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ خیرخواہی بڑھتی گئی۔ رات کے وقت امت کی خیرخواہی میں ایسے روتے کہ سینے سے ہانڈی کے جوش کی طرح آواز آتی۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر گھنٹوں رو رو کر امت کے لئے مانگتے رہے۔

لیکن اس خیرخواہی کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ان اعمال اور طریقوں کی تعلیم نہیں فرمائی جو بدعت پرست کرتے ہیں۔ کیا یہ عملاً آپ ﷺ سے بھی بڑھ کر خیرخواہی کا اعلان نہیں ہے؟ اتنے فضائل والے اعمال، جن پر بخشش (بزعم بدعت پرست) یقینی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کو اتنے بڑے اجر و ثواب اور بخشش والے اعمال سے نعوذ باللہ محروم رکھا اور یہ بدعت پرست بہت بڑے خیرخواہ ثابت ہوئے کہ انہوں نے اتنے بڑے اجر و ثواب والے اعمال امت کو بتلا دیئے، جن سے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور فرائض ادا کرنے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً کفن پر وصیت لکھنا اور جنازہ کے بعد قرآن پھرانا جن کے متعلق بدعتیوں کا یقین ہے کہ اگر کسی نے ساری زندگی کوئی نماز نہ پڑھی ہو تو اس طرح قرآن پھرانے سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا گیارہویں کے ختم دینے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں ان حضرات نے تو دین کو بڑا آسان کر دیا ہے لوگ بے وقوف ہیں کہ اتنی محنت و مشقت برداشت کرتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، صبح کے وقت گرم نرم بستر چھوڑنا، مسجد میں جا کر نماز ادا کرنا جس میں کاروبار تجارت اور ملازمت کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اگر جنازہ کے بعد قرآن پھیرنے سے ہی ساری نمازیں معاف ہو جاتی ہیں تو پیغمبر ﷺ نے امت کو ویسے ہی مشقت میں ڈال دیا پانچ وقت نماز کی پابندی لگا دی۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

حضور ﷺ نے ان طریقوں کو تو معاذ اللہ نہ تو ناواقفیت کی بناء پر چھوڑا تھا نہ خیانت کر کے علم کو چھپایا تھا نہ سستی نہ غفلت کی وجہ سے بلکہ ان طریقوں کو غلط امت کے لئے مشکلات کا سبب اور دین و دنیا کے لئے نہایت خطرناک اور ضرر رساں سمجھ کر چھوڑا تھا آج کل خصوصا ہمارے علاقوں میں غریب آدمی کے لئے مرنا بھی ایک عذاب کی شکل اختیار کر چکا ہے کفن دفن

کا انتظام تو تھا ہی لیکن اگر جنازہ میں تمام شرکاء جنازہ کو پانچ پانچ روپے، دائرہ میں بیٹھنے والے مردار خوروں کو پچاس یا بیس روپے نہ دے گا تو علاقے میں کس طرح زندگی بسر کرے گا روزانہ صبح کے وقت مولوی جی کے گھر میں چائے پراٹھے نہ بھیجے گا، جمعرات کے دن مولوی صاحبان کو گھر میں بلا کر ختم پڑھانے پر کچھ رقم اور کھانا مع حلوہ و کھیر کے نہ دے گا تو امام کے پیچھے صف میں کھڑے ہو کر نماز کیسے پڑھے گا۔ صاف ستھرے، سیدھے سادے اور آسان دین پر ان بدعت پرست پیٹ پرست ملاؤں نے بدعت و خرافات کے ہزاروں غلاف چڑھا کر اتنا مشکل کر دیا ہے کہ گھر میں فوتگی کی وجہ سے پورا گھر قبرستان میں دفن ہونے کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ وہ اور یتیموں کا مال پورے علاقے والے سمیت ملاؤں اور درویشوں، نوابوں، خانوں! اور مالداروں کے اس طرح ہڑپ کرتے ہیں جیسے ماں کے جہیز میں ملنے والی رقم سے برسوں کا بھوکا گلاب جامن کھاتا ہے۔

بدعتی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اعمال میں غافل اور کوتاہ سمجھتا ہے

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے جو اعمال اور ان کے طریقے منقول نہیں اور بدعت پرست ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں تو اس سے یہ بات بھی صاف ظاہر ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے یہ طریقے (نعوذ باللہ) غفلت کی بناء پر چھوٹ گئے تھے، کاہلی کی وجہ سے رہ گئے جن کو اہل بدعت نے زندہ کر کے عوام کے سامنے پیش کیا اور ان کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ پیٹ کے پجاری اعمال میں معاذ اللہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بھی زیادہ مستعد اور باہمت ہیں کیونکہ جب یہ اعمال اور طریقے دین ہی تھے اور اس پر اجر و ثواب کا ملنا تھا تو پیغمبر ﷺ اور صحابہؓ سے باوجود علم کے کیسے رہ گئے؟ ظاہر بات ہے کہ بعض چیزیں آدمی سے غفلت اور سستی کی وجہ سے رہ جاتی ہیں آدمی کو علم ہوتا ہے لیکن آج کر لوں گا، کل کر لوں گا اور اسی طرح آج کل میں وہ چیزیں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ عقیدہ بھی کفر و ضلالت ہے۔

آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنتوں میں تبدیلی جائز نہیں

حضرت امام مالک کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کا درج ذیل کلام بہت پسند تھا جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں:

سن رسول الله ﷺ وولاة الامر من بعده سننا الاخذبها تصديق لكتاب الله و استكمال لطاعة الله وقوة على دين الله ليس لا حد تغييرها ولا تبديلها ولا لنظر في شيء خالفها من عمل بها مهتد ومن انتصر بها منصور ومن خالفها اتبع غير سبيل المومنين وولاه الله ماتولى واصلاه جهنم وساء ت مصيرا.

(اعتصام ص ۸۷ ج ۱)

''رسول کریم ﷺ نے کچھ سنتیں جاری فرمائی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں ان کو بجالانا کتاب اللہ کی تصدیق اور اطاعت الٰہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت حاصل کرنا ہے نہ تو اس میں کسی طرح تغیر جائز ہے اور نہ تبدل اور نہ ہی اس کے خلاف کسی چیز پر نظر کرنا جو ان پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا جو ان سنتوں کے ذریعہ اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہے گا اس کی مدد ہوگی اور جو ان کے خلاف کرے گا اس نے مسلمانوں کے راستے کے خلاف راستہ اختیار کرلیا اور اللہ اس کو اس کی تجویز واختیار پر چھوڑ دے گا اور پھر اسے جہنم میں جلائے گا اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

بدعتی کے جنازے میں شرکت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب پڑتا ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

''فضیل بن عیاض کی روایت ہے کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو کہتے سنا ہے کہ اگر

کوئی شخص کسی بدعتی کے جنازے کے پیچھے جائے تو جب تک واپس نہ آئے، خدا تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔" (غنیۃ الطالبین)

بدعت اتنی منحوس اور خطرناک چیز ہے کہ صاحب بدعت کے جنازہ میں شرکت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا مبغوض بن جاتا ہے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اور مسلمان کا حق ہے کہ اس کے جنازہ میں شرکت کیجائے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی بدعتی کے جنازے پر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جائے گا۔

بدعتی سے محبت کرنے والا نور ایمان سے محروم رہتا ہے

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

من احب صاحب بدعة احبط الله عمله و اخرج نور الاسلام من قلبه.

جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کو مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۷۲/۲)

بدعت تکمیل دین سے انکار ہے

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے نور کو بدعتوں کے اندھیرے نے پوشیدہ کر دیا ہے اور ملت مصطفویہ علیٰ حبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات کو امور مستحسنہ جانتے ہیں وران بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہین اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تقسیم ڈھونڈھتے ہیں اور ان امور کو بجا لانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی ہدایت دیدے۔ دین تو محدثات (بدعات) سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.

''آج میں نے تمہارے دین کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔''

پس ان محدثات (بدعات) سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار ہے۔

علماء مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس احکام اجتہادیہ امور محدثہ (بدعات) میں سے نہیں ہے بلکہ اصول دین میں سے ہے کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۰)

اہل بدعت نے بزرگوں کو بدنام کیا

اہل بدعت جتنی بدعات کرتے ہیں وہ ساری خرافات بزرگوں کی اقتداء کے عنوان سے کرتے ہیں اور بزرگوں کا نام استعمال کر کے اپنا پیٹ بھرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی بدعات کے دفاع میں بزرگوں کو بطور ڈھال استعمال کرتے ہیں اور ان کے پاس سب سے بڑا ہتھیار بھی یہی ہے۔ کیونکہ جب بدعات کی تردید کی جاتی ہے تو ان کی طرف بزرگوں کی گستاخی کا فتویٰ صادر ہوتا ہے۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں:

انّ المبتدع ینتصر لبدعته بعد تخیل التشریع ولو بدعوی الاقتداء بفلان معروف. (اعتصام)

''بدعتی شریعت کی نئی ایجاد کا خیال قائم کرنے کے بعد اپنی بدعت کا دفاع کرتا ہے اگرچہ وہ کسی مشہور بزرگ کی اقتداء کے عنوان سے ہو۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر اہل بدعت نے ہزاروں بدعات گھڑ رکھے ہیں، مختلف قسم کے افسانے بنا رکھے ہیں۔ گیارہویں کا تذکرہ ہو تو بدعت پرست مولوی ساری رات گیارہویں کی فضیلتیں بیان کرے گا، غلط جھوٹے قصے اور من گھڑت

کرامات کا تذکرہ کرے گا، حضرت شیخ کو بدنام کرے گا کہ انہوں نے ایسا حکم دیا ہے اور ہم حضرت شیخ کی تابعداری کرتے ہیں۔ تو نام حضرت شیخ کا استعمال ہو گا اور پیٹ مولوی کا بھرے گا۔

یہ کھیر، یہ حلوہ یہ کشمش کے دانے
پیٹ گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جمع کر کے باز پرس کریں گے۔

ءانتم اضللتم عبادی ھٰؤلاء ام ھم ضلوا السبیل.

(الفرقان ۱۷)

''کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود راستہ بھول گئے تھے۔''

تو یہی بزرگ جواب میں عرض کریں گے کہ اے باری تعالیٰ!

سبحٰنک ما کان ینبغی لنا ان نتخذ من دونک من اولیاء ولکن متعتھم و اباءھم حتی نسوا الذکر و کانوا قوما بوراً.

(الفرقان ۱۸)

''تو پاک ہے، ہمیں یہ کب لائق تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو کارساز بناتے لیکن تو نے انہیں ان کے باپ دادا کو یہاں تک آسودگی دی تھی کہ وہ یاد کرنا بھول گئے اور یہ لوگ تباہ ہونے والے تھے۔''

فقد کذبوکم بما تقولون فما تستطیعون صرفا ولا نصرا ومن یظلم منکم نذقه عذابا کبیراً. (الفرقان ۱۹)

''تو انہوں نے تمہیں تمہاری باتوں کو جھٹلا دیا اب نہ تو تم میں عذابوں کے پھیرنے کی طاقت ہے اور نہ مدد کرنے کی اور جو تم میں سے ظلم کرے گا ہم انہیں بڑا عذاب دیں گے۔''

قیامت کے دن یہ بزرگ صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم نے کسی کو شرک و بدعت کی تعلیم نہیں دی۔ اے باری تعالیٰ ہم تو خود تیرے عابد ہیں پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ہم انہیں اپنا

عابد بنا دیتے اور اپنی معبودیت کا اعلان کرتے۔ انہوں نے اپنی خوشی سے یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ ہم ان کے شرک و بدعت سے بری الذمہ ہیں۔ تیری ذات پاک ہے اور برتر ہے اس سے کہ کوئی تیرا شریک ہو۔

بدعتی کتے سے بھی زیادہ بدتر ہے

مسلک بریلویت کے امام اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی بدعتی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: ''مگر اب ان کا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کتا ہے کہ نہیں۔ ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر اور ناپاک تر ہے۔ کتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے۔ کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے۔ میری نہ مانو، سید المرسلین ﷺ کی حدیث مانو۔ ابو حاتم خزاعی اپنی جزو حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلیؓ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اهل النار.

(فتاوی الریقه ص ۱۰۴ بحواله چالیس بدعتیں ص ۶۱)

''بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں۔''

دراصل بدعتی کا کسی بزرگ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ نہ اپنے ہم مسلک کسی بڑے سے اس کا واسطہ ہوتا ہے۔ بلکہ بدعتی کا تعلق نفسانی خواہشات سے اور پیٹ کی ضروریات سے ہوتا ہے۔ اس میں جو بھی رکاوٹ بنے، چاہے وہ قرآن و حدیث ہوں یا بزرگوں کے ارشادات یا اپنے ہم مسلک مقتداؤں کے بیانات، وہ سب اس پیٹ کے پجاری کے ہاں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ کیونکہ بدعتی کسی کا وفادار نہیں۔ جیسے دریا کو اپنی موج سے کام ہے اسی طرح بدعتی کو اپنے پیٹ سے کام ہے۔ جہاں سے بھرے، جیسے بھرے۔ مثل مشہور ہے کہ:

الغَـثُ مِـنَ الْغَـثِ وَلَوْ كَـانَ بِشُو سر
بدعتی بدبخت کو لگی ہے جوع البقر

بدعتی آنحضرت ﷺ کی امت سے نکل جاتا ہے

حضرت ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں، تنقیح میں ہے کہ مبتدعؒ (بدعتی) علی الاِطلاق حضور ﷺ کی امت میں سے نہیں۔ توضیح میں ہے کہ امت سے علی الاطلاق اہل السنۃ والجماعت مراد ہیں اور وہ، وہ لوگ ہیں جن کا طریقہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے مطابق ہے اور یہ راہ اہل بدعت کی نہیں۔ صاحب تلویح کہتے ہیں، مبتدعؒ (بدعتی) اگر چہ اہل قبلہ میں سے ہے، وہ امت دعوت میں سے ہے، امت اجابت میں نہیں۔ امت دعوت میں تو کافر بھی آجاتے ہیں۔ (مرقات: ۱۱/۴۶۵)

بدعتی کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانی کی دس نصیحتیں

سرکار بغداد پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بدعتی کو اس قدر برا سمجھتے تھے کہ اس کے بارے میں دس نصیحتیں فرمائیں۔ (۱) بدعتی سے ملنا جلنا نہ رکھو۔ (۲) بدعتی کو از خود سلام نہ کرو۔ (۳) بدعتی کے پاس مت بیٹھو، (۴) بدعتی کے پاس نہ جاؤ، (۵) بدعتی کو عید پر مبارکباد نہ دو، (۶) بدعتی کے جنازہ میں شرکت نہ کرو، (۷) بدعتی سے ناراضگی رکھو، (۸) بدعتی کو پناہ نہ دو، (۹) بدعتی کے حق میں شفقت کا کلمہ نہ کہو، (۱۰) بدعتی کو راستہ میں دیکھو تو وہ راہ چھوڑ دو۔ (غنیۃ الطالبین: ۱۴۲، ۱۴۳)

اہل بدعت حضرت عبدالقادر جیلانی کے نام پر اپنے ٹکڑے میٹھے کرتے ہیں اور انہی کے نام پر بدعات کا بازار گرم کرتے ہیں، انہی کے نام کا نعرہ غوثیہ بھی لگاتے ہیں، ان کے نام پر صلوٰۃ غوثیہ بھی پڑھتے ہیں، ان کے نام پر گیارہویں شریف کا دھندہ بھی کرتے ہیں اور اپنی ہر مشکل میں یا غوث الاعظم کا نعرہ بھی لگاتے ہیں۔ مگر سید عبدالقادر جیلانی اہل بدعت اور ان کی ایجاد کردہ بدعات سے اتنی سخت نفرت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کو سلام کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ اس سے اہل بدعت کو اپنا انجام سوچنا چاہئے۔ خدارا! ضد، ہٹ دھرمی اور علماء دیوبند کی مخالفت میں آکر اپنی آخرت خراب نہ کریں۔ دنیا کی زندگی تو گذر جائے گی مگر قیامت کے دن تمہارا کوئی حیلہ وسیلہ کارگر نہ ہوگا۔ اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھی صاف صاف انکار کر

دیں گے کہ نہ تم نے مجھے پکارا ہے اور نہ میرے نام کی نماز پڑھی ہے اور نہ ہی میرے نام کی گیارہویں دی ہے بلکہ یہ سب کچھ تم شیطان لعین کے حکم اور اس کے نام پر کرتے تھے۔ اسی کو قرآن نے بیان کیا ہے:

ویوم القیٰمة یکفرون بشرککم.

حضرت قاضی ضیاء الدینؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا واقعہ

حضرت قاضی ضیاء الدینؒ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے راگ (قوالی) سننے پر معترض تھے۔ مگر جب قاضی صاحب بیمار ہوئے تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ ان کی مزاج پرسی کو گئے اور شریعت کے مطابق اجازت طلب کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ ''اب میرا وقت آخر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات کا وقت قریب ہے۔ لہذا مجھے یہ گوارہ نہیں کہ اس وقت بدعتی میرے سامنے آئے۔''

یہ سن کر حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا کہ قاضی صاحب سے جا کر کہو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔''

جب قاضی صاحب نے یہ سنا تو اسی وقت اپنا عمامہ دیا کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے قدموں کے نیچے اسے بچھا دو کہ اس پر چل کر اندر آ جائیں۔ (تحفۃ الہند ص ۱۲۲)

مروجہ بدعات کی شرعی حیثیت

چند مروجہ رسومات اور ان کی شرعی حیثیت

نماز جنازہ کے بعد دعا، قدم گننے کی رسم، حیلہ اسقاط، دوران قرآن، جشن عید میلاد النبی ﷺ، مروجہ صلوٰۃ وسلام، گیارہویں، تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ، قبروں کو پختہ کرنا، قبروں کا طواف وسجدہ، قبروں پر غلاف چڑھانا، قوالی سماع، عرس میلے، درود تاج وغیرہ بدعات ورسومات کا تذکرہ نہ قرآن میں ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں، نہ صحابہ کرام کی طرز زندگی میں، نہ تابعین تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کے اجتہاد میں، نہ صوفیاء کرام و بزرگان دین کے وعظ ونصیحت میں۔ قرآن وحدیث، اجماع امت اور مجتہدین کے اجتہاد و قیاس میں جن چیزوں کا نام ونشان نہیں پایا جاتا، وہ آج پندرہویں صدی میں کیسے دین کی صورت اختیار کرسکتی ہیں۔ کیا شریعت کوئی ایسی چیز ہے جس میں ہر شخص کی رائے اور خواہش چل سکے؟ اگر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ دین کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ ہر شخص، ہر فرقہ، ہر گروہ اپنے لئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرار بنا کر اسی میں مگن اور اسی پر مطمئن ہو کر بیٹھا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: انما اخشی علیکم شھوات الغی فی بطونکم وفروجکم ومضلات الھوی (الترغیب والترھیب ص ۱۰۵ ج ۳)۔ ''سب سے خطرناک چیزیں جن کے متعلق میں تمہارے لئے ڈرتا ہوں، تمہارے پیٹ اور شرمگاہ کی گمراہ خواہشات ہیں اور خواہش نفس کی گمراہیاں ہیں۔''

آج تمام انسانیت انہی گمراہیوں میں پھنس کر تباہی وبربادی کی طرف جارہی ہے۔ ایک طرف بے دین مادر پدر آزاد طبقہ شرم گاہ کی خواہشات میں لگ کر نت نئے طریقے ایجاد کر رہا ہے۔ دوسری طرف مذہبی طبقہ پیٹ کی خواہشات میں گھس کر نئی نئی بدعتیں ایجاد کررہا ہے۔ جس طریقہ سے کھانے پینے کا راستہ کھلتا ہو، اسی کو دین بنا کر پیش کرتا ہے۔ پھر اس کے لئے قرآن وحدیث میں تحریف کر کے دلائل دینے کی ناپاک جسارت کرتا ہے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کاغذ کے پھولوں سے

نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا

بدعات مروجہ میں سے ایک بدعت نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی ہے۔ اسلام نے انسان کو یہ شرف بخشا کہ جب اس کا دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کا وقت آ جائے تو اگلی منزل کی طرف بڑھانے سے قبل دوست احباب، رشتہ دار اور عام مسلمان جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے لئے سفارش کریں جو نماز جنازہ کی صورت میں کی جاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں کئی جنازے پڑھائے ہیں لیکن کسی ایک جنازہ میں بھی آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا نہیں مانگی، بلکہ جنازہ کی تیسری تکبیر ہی دعا ہے۔ اور اسی دعا کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذ صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا (مشکوۃ ص)

''جب میت پر نماز (جنازہ) پڑھو تو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا مانگو۔''

مرنے کے بعد ورثاء، رشتہ دار، دوست احباب صرف دعا ہی مانگ سکتے ہیں اور یہی چیز میت کے لئے سب سے بڑا تحفہ ہے، جس کا وہ بہت زیادہ محتاج بھی ہے۔ ہر آدمی اپنے مرحوم دوست، رشتہ دار کے لئے اپنی استعداد کے مطابق جتنا مانگ سکتا ہے، مانگے لیکن اجتماعی طور پر مانگنا صرف نماز جنازہ میں ہے، اس کے بعد انفرادی طور پر جو شخص جتنا چاہے مانگے۔

لیکن جس طرح موجودہ دور میں رواج بن چکا ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہوتے ہی آواز لگائی جاتی ہے کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور پھر تمام شرکاء جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور جو شخص اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتا، اسے بے دین سمجھا جاتا ہے، اس پر طعن و تشنیع کا بازار گرم کیا جاتا ہے اور بعض بدعت پرست مولویوں کا تمام زور اسی پر لگتا ہے۔ حالانکہ فقہاء نے اس دعا مانگنے کو سختی سے منع فرمایا ہے۔

ا۔ چنانچہ تیسری صدی کے فقہ حنفی کے مشہور فقیہہ امام ابوبکر بن حامد الحنفی (م ۲۶۴ھ) لکھتے ہیں:

ان الدعاء بعد صلوة الجنازه مکروه (فوائد بہیہ ص ۲۱۳ محیط باب الجنازہ)

''نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔''

۔ پانچویں صدی ہجری کے امام شمس الائمہ حلوائی الحنفی (م۴۵۴ھ) لکھتے ہیں:

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ (قنیۃ ص۵۶ ج۱)۔

''نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لئے کھڑا نہ ہو یعنی دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔''

۱۔ پانچویں صدی ہجری کے فقیہ بخاریٰ کے مفتی قاضی شیخ الاسلام علامہ سعدی التوفی ۴۶۱ھ فرماتے ہیں:

لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ (قنیہ: ۵۶/۱)

نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کے لئے کھڑا نہ ہو یعنی دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔

۴۔ چھٹی صدی ہجری کے فقیہ امام طاہر احمد بخاری سرخسی التوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں:

لا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القران لاجل المیت بعد صلاۃ الجنازہ و قبلها (خلاصۃ الفتاوی: ۲۲۵/۱)

نماز جنازہ کے بعد اور اس سے پہلے میت کے لئے قرآن پڑھ کر دعا کے لئے کھڑا نہ رہے۔

۵۔ علامہ سراج الدین اودی الحنفی (م فی حدود ۷۰۰ھ) لکھتے ہیں:

اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء (فتاویٰ سراجیہ ص۲۳)۔

''جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔''

۶۔ ساتویں صدی ہجری کے فقیہ مختار بن زاهدی التوفی ۶۵۸ھ کی بھی یہی رائے ہے۔ (فتاویٰ قنیہ: ۵۶/۱)

۷۔ آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم ابن الحاج التوفی ۷۳۷ھ لکھتے ہیں کہ یہ رواج قابل ترک ہے۔ (کتاب المدخل: ۲۲/۳)

۸۔ نویں صدی ہجری کے فقیہ علامہ شیخ امام محمد بن شہاب کردری الحنفی (م۸۲۷) لکھتے ہیں:

لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانه دعا مرۃ (فتاویٰ بزازیہ ص۲۸۳ ج۱)

''نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک مرتبہ دعا کرلی ہے (یعنی نماز جنازہ کے اندر)۔''

۹۔ دسویں صدی ہجری کے فقیہ علامہ علی برجندی بھی اس رواج کے ممنوع ہونے کے قائل

ہیں۔ (فتاویٰ برجندی: ۱/۱۸۰ سال تصنیف ۹۳۲ھ)

۱۰۔ دسویں صدی ہجری کے فقیہ امام شمس الدین محمد خراسانی کوہستانی (متوفی ۹۲۶ھ) لکھتے ہیں:

ولا یقوم داعیا له (جامع الرموز ص ۱۲۵ ج ۱)

''اور میت کے حق میں دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔''

۱۱۔ اسی دسویں صدی ہجری کے فقیہ ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری الحنفی لکھتے ہیں:

یدعو بعد التسلیم (بحر الرائق: ۲/۱۸۳)

سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ کرے۔

۱۲۔ اسی دسویں صدی ہجری کے ایک اور فقیہ مفتی نصیر الدین لکھتے ہیں:

وبعد ایستادہ نماند برائے دعا (فتاویٰ برہنہ ص ۳۶)

''نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔''

۱۳۔ گیارہویں صدی ہجری فقہ حنفی کے مشہور ومعروف عالم حضرت ملا علی قاری التوفی ۱۰۱۴ء لکھتے ہیں:

ولا یدعوا للمیت بعد صلوة الجنازہ لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة (مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۹ ج ۲)۔

''نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔''

۱۴۔ تیرھویں صدی ہجری کے فقیہ قاضی مفتی سعد اللہ الحنفی (م ۱۲۹۲ھ) لکھتے ہیں:

خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہا بوجہ زیادہ بودن برامر مسنون منع می کنند (فتاویٰ سعدیہ ص ۱۳۰)

''نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا کراہت سے خالی نہیں ہے کیونکہ اکثر حضرات فقہاء کرام اس کو امر مسنون پر زائد ہونے کی وجہ سے منع کرتے ہیں۔''

۱۵۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں کہ ''بعد نماز جنازہ کے دعا کرنا مکروہ ہے۔''
(نفع المفتی والسائل ص ۶۱)

۱۶۔ مشکوٰۃ کی مشہور شرح مظاہر حق میں علامہ نواب قطب الدین خان لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کی جائے (جیسا کہ دوسری نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے) کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں اضافہ کا اشتباہ ہوتا ہے۔

(مظاہر حق ص ۱۲۵ ج ۲)۔

تمام فقہاء کرام اور محدثین عظام نے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کو مکروہ و ممنوع لکھا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی تعلیمات میں اس کی کوئی مثال نہیں پائی جاتی۔ اور جس عمل کی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں مثال نہ پائی جاتی ہو، وہ بارشادِ نبوی ﷺ مردود ہے اور عمل مردود کا مرتکب خود بھی مردود ہے۔ لہٰذا مسلمان کی شان مسلمانی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر عمل میں آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ کو دیکھ کر قدم اٹھائے، جو آپ ﷺ کی سنت مبارکہ میں پائے اس کو مشعل راہ بنائے اور جس کو آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ میں نہ پائے اسے پاؤں کے نیچے روند ڈالے۔

دعا منع نہیں ہے بلکہ دعا کی یہ کیفیت منع ہے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ نے دعائیں نہیں مانگیں بلکہ نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازہ اٹھا کر قبر کی طرف جلدی لے جانے کا حکم ہے۔ اسی طرح میت کو دفنانے کے بعد علاقہ کے لوگ میت کے گھر آ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ جتنے آدمی آتے ہیں، اتنی ہی مرتبہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے۔ بعض اوقات تو کچھ دیر آدمی بیٹھ کر ہاتھ اٹھا اٹھا کر تھک جاتا ہے۔ کیونکہ ہر آدمی اپنے نمبر بنانے اور اپنی موجودگی کے اظہار کے لئے بار بار ہاتھ اٹھانے کو ضروری سمجھتا ہے۔ حالانکہ ان دعاؤں کا شریعت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی مسلمانی کے دعویدار اس کو دین و شریعت سمجھ کر کرتے ہیں۔ سمجھانے والے جتنا بھی سمجھائیں مگر ان رسوم و رواجات کو چھوڑنا گویا ایمان کو چھوڑنا ہے، جس کے لئے کوئی شخص بھی تیار نہیں ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔ ''نماز جنازہ کے متصل بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور نماز جنازہ خود ہی دعا ہے، ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے رہیں تو یہ جائز ہے، اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔'' (کفایت المفتی ص ۸۵ ج ۴)

بعض علم دین سے ناواقف عوام کو مفت میں گمراہ کرنے والے مفتی مطلق دعا کے متعلق احادیث سے جنازہ کے بعد دعا ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، حالانکہ مطلق دعا میں کسی کا اختلاف نہیں بغیر ہیئت اجتماعیہ کے۔ اگر کوئی شخص اپنے طور پر اکیلے دعا کرے تو اس کو کسی نے بھی آج تک منع نہیں کیا۔ بلکہ اس دعا کو منع کرتے ہین جو نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر مانگی جاتی ہے۔ ابوداؤد کی حضرت ام سلمہ والی روایت اور اس جیسی دوسری روایتیں، جن میں میت کے لئے دعا کا ذکر ہے، وہ تمام روایتیں اجتماعی طور پر مروجہ دعا کی بالکل مخالف ہیں اور ان روایات سے اجتماعی دعا ثابت کرنا حماقت اور جہالت ہے۔ ائمہ اربعہ اور فقہائے کرام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، جن کی عبارتیں آپ نے گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمالیں۔

بریلوی مجدد مفتی احمد یار خان رضا خانی لکھتے ہیں کہ اس دعا سے ممانعت کی تین وجوہات ہیں: ایک یہ کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہو۔ دوم یہ کہ دعائیں زیادہ لمبی نہ ہوں جس سے دفن میں بہت زیادہ تاخیر ہو۔ سوم کہ اسی طرح صف بستہ بہ ہیئت نماز کی جاوے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ نماز ہو رہی ہے کہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے، ہاں اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جائے تو بلا کراہت جائز ہے۔ (جاء الحق ۲۶۸)

ضد اور ہٹ دھرمی ایسی لاعلاج بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں ورنہ یہ تو مفتی احمد یار صاحب کو صاف نظر آیا ہی ہوگا کہ فقہاء کی ان تمام عبارتوں میں **بعد صلوة الجنازه. اذا فرغ من الصلوة، ولا يدعو بعد التسليم** کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ مفتی صاحب اور ان کی پارٹی کے مولویوں کو بھی نظر آرہے ہوں گے مگر پھر بھی ضد اور ہٹ دھرمی سے یہ کہا جائے کہ دعا کی ممانعت چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے ہے۔ افسوس صد افسوس! ایسے مفتیوں پر جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس طرح ڈھٹائی سے آنکھیں بند کر کے گمراہی کا درس دے رہے ہوں۔ دوسری بات مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ لمبی دعاؤں کی ممانعت ہے جس سے دفن میں بہت زیادہ تاخیر ہو۔ یہ لمبی کے الفاظ مفتی صاحب نے الٹے بانس بریلی یا گجرات کی کونسی دکان سے نکالے ہیں۔ حضرات فقہاء کرام تو لا یدعوا (دعا

نہ کرے) وغیرہ جملوں سے اس دعا کی بالکل نفی فرمار ہے ہیں اور مفتی صاحب لمبی کا پیوند لگا کر اپنی خواہشات کو تسکین پہنچانے کی ناکام جسارت کرر ہے ہیں۔ یہاں تو کوئی لمبی اور مختصر دعا کا تذکرہ نہیں بلکہ مطلق دعا کی نفی ہے۔

تیسری بات مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں کہ صف بستہ کھڑے ہو کر دعا نہ کی جائے بلکہ صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر تھوڑی دیر دعا کی جائے۔ یہ مفتی صاحب کی جہالت ہے۔ لا یقوم بالدعاء کے معنی ہی بریلویت کی سمجھ میں نہیں آئے۔ اس کے معنی ہیں، نماز جنازہ کے بعد دعا قائم نہ کرے، دعا کے لئے نہ ٹھہرے، اجتماع واہتمام سے دعا نہ کرے۔ مفتی صاحب تو دنیا سے چلے گئے ہیں ان کے نام پر گمراہی کا بازار گرم کرنے والے قام بامر کذا کے معنی لغت کی کتابوں میں دیکھ لیں، پھر جناب کی علمی قابلیت پر ماتم کریں۔

مفتی احمد یار خان کی عبارت پڑھ کر ان کی علمیت کا اندازہ لگائیں، فرماتے ہیں کہ عبارات میں سے جامع الرموز، ذخیرہ، محیط، کشف الغطا کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ ہم بھی منع کرتے ہیں۔ (جاء الحق: ۲۶۸)

سبحان اللہ! کیا علمی کمال ہے؟ مگر مفتی صاحب کے نام لیوا بریلی پارٹی کے مولوی صاحبان تو جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر ہی دعا مانگتے ہیں۔ جس چیز کو مفتی صاحب منع کرتے ہیں ان کے پیروکار اسی عمل کو بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ سرانجام دیتے ہیں۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”کراہت کی دونوں وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول اجتماع واہتمام، دوسرے لزوم تاخیر اور اسباب میں تزاحم نہیں ہوتا۔ پس اجتماع واہتمام کے ساتھ مختصر دعا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ کراہیت کی ایک وجہ سے عدم ثبوت اجتماع واہتمام اس میں بھی موجود ہے۔“

(کفایت المفتی ص ۱۶۰ ج ۴)

چوری اور سینہ زوری

اگر اب بھی کوئی اصرار کرے کہ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا میں کوئی نقصان نہیں اور استحباب مطلق دعا سے استدلال کرے تو اس سے سوال یہ ہے کہ جنازے کی ایک مرتبہ نماز

ہو چکنے کے بعد دوسری مرتبہ نماز پڑھنا (غیر ولی) کو جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حنفیہ کی معتبر کتب سے ثبوت درکار ہے، اور اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ آخر نماز جنازہ بھی بتصریح فقہاء کرام استغفار و دعا ہی ہے، پھر آپ کی مصنوعی صورت سے تو بار بار دعا جائز ہو اور ایک شرعی صورت سے دوبارہ سہ بارہ دعا نا جائز ہو، یہ زبردستی نہیں تو اور کیا ہے؟ (کفایت المفتی ص ۱۵۶ ج ۴) یہ وجہ تفاوت سمجھ میں نہیں آتی۔

مخالفین کے دلائل اور ان کے جوابات

اہل بدعت نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں مشکوٰۃ کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا ''جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اخلاص کے ساتھ اس کے لئے دعا مانگو۔'' مفتی احمد یار خان رضا خانی لکھتے ہیں:

ف سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے بعد فوراً دعا کی جائے بلا تاخیر۔ (جاء الحق: ۲۶۲)

جواب: (۱) حدیث میں آنحضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس میں نہایت ہی اخلاص سے دعا کرو، نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثنا، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں اس دعا کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ یہ دعا اخلاص سے مانگو۔ بریلوی مفتی فرما رہے ہیں کہ نماز جنازہ تو خیر بغیر اخلاص کے پڑھو، نماز جنازہ کے بعد اخلاص سے دعا مانگو۔ بریلی شریف کا علم بھی عجیب ہے۔

خود بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں

۲۔ دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: فی الصلوٰۃ علی المیت اخلصوہ بالدعا (المدونۃ الکبریٰ: ۱/۶۴۷)۔ ''میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت اخلاص سے دعا مانگو۔ اخلاص فی الدعا نماز جنازہ کے اندر مطلوب ہے۔

۳۔ اگر حدیث کا مطلب یہی ہے جو رضا خانی مفتی صاحب سمجھ رہے ہیں تو تیسری صدی سے لے کر آج تک تمام فقہاء، علماء، محدثین اس کو خلاف سنت اور مکروہ کیوں قرار دے رہے ہیں؟

۴۔ ف تعقیب کی نہیں تفریع وتفصیل کی ہے۔ مفتی صاحب فا تعقیب کا مغالطہ دینے کے لئے من پسند ترجمہ کرتے ہیں۔

۵۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے: ثم یصلی علی النبی ﷺ ویخلص الدعا للجنازة فی التکبیرات: (مسلم:۱/۳۱۱)۔ ''پھر حضور ﷺ پر درود پڑھے، پھر میت کیلئے بڑے اخلاص کے ساتھ دعا مانگے۔'' اس میں تصریح ہے کہ اخلاص کیساتھ دعا نماز جنازہ کے اندر سلام پھیرنے سے پہلے ہے۔ یہ نہیں کہ نماز جنازہ بغیر اخلاص کے پڑھو اور پھر اس کے بعد اخلاص سے دعا مانگو۔

دوسری دلیل: رضاخانی پارٹی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی روایت سے استدلال کرتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے اپنی لڑکی کا جنازہ پڑھا اور چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی اور فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ (جاء الحق:۲۶۳)

مولوی محمد عمر اچھروی رضاخانی حدیث کے متعلق ہیرا پھیری کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پھر نماز جنازہ ختم کرنے کے بعد آپ وہیں کھڑے رہے، اندازہ دو تکبیروں کے مابین کا دعا فرماتے رہے۔ (مقیاس حنفیت: ۵۲۶)

جواب:۱۔ یہ روایت قابل استدلال نہیں، اس لئے کہ تمام محدثین نے اس کو ضعیف اور منکر کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۱/۱۶۵)

۲۔ امام نووی اس روایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

وفی روایة کبر اربعا فمکث ساعة حتی ظننت انه سیکبر خمسا ثم سلم عن یمینه و عن شماله الخ.

(ریاض الصالحین: ۳۶۹، کتاب الاذکار: ۱۲۵)

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن اوفی نے چار تکبیریں کہیں، پھر کچھ دیر ٹھہرے رہے حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ پانچویں تکبیر کہیں گے مگر انہوں نے دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا۔

اس روایت کو پڑھیں اور پھر محمد عمر اچھروی کی خیانت کو پڑھیں۔ کس طرح مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کے لئے روایات کو اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی اور

مکاری اور فریب کاری ہو سکتی ہے؟ صاف روایات توڑ مروڑ کر پیش کرنا اور اپنی طرف سے خود ساختہ معنی پہنا کر عوام کو رسوم و رواج کا پابند بنا کر گمراہ کرنا کون سی امانت اور دیانت ہے۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا جائز ہے اور اسی پر شوافع کا عمل ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ کے ہاں چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں۔

۴۔ سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا کون سی روایت میں ہے؟ اگر ہے تو اچھروی کے پیروکار پیش کریں لیکن تا قیامت وہ ایسی کوئی روایت پیش نہیں کر سکیں گے، صرف تاویلات اور من گھڑت روایات سے ہی عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

تیسری دلیل: مفتی احمد یار خان رضا خانی لکھتے ہیں کہ بیہقی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پر نماز کے بعد دعا مانگی۔ (جاء الحق: ۲۶۳)

جواب: بیہقی کی روایت پڑھیں اور مفتی احمد یار خان کی جہالت یا خیانت کا اندازہ لگائیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا اور چند حضرات نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے، انہوں نے کہا، اے امیر المومنین ہم اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہو سکے، تو انہوں نے ان کے ساتھ نماز (جنازہ) ادا کی، ان کے امام قرظہ بن کعب تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۴۵)۔

دوسری روایت ہے کہ قرظہ بن کعب اور انکے ساتھی دفن کے بعد آئے اور انہوں نے ان کو نماز (جنازہ) پڑھنے کا حکم دیا۔ (سنن الکبریٰ: ۴/۴۵) یہاں تو کہیں بھی جنازہ کے بعد دعا کا ذکر نہیں۔

چوتھی دلیل: مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کا جنازہ پڑھا اور پھر دعا کی۔ (جاء الحق: ۲۶۳)

جواب: مفتی صاحب تو اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں، مگر انکے نام پر بدعات کی گرم بازاری میں، ہاتھ پاؤں مارنے والے مولویوں کو چیلنج ہے کہ صحیح اور سند متصل کے ساتھ کوئی روایت پیش کر دیں جس میں ان حضرات کی نماز جنازہ کا ذکر ہو۔ پتہ نہیں بریلوی حضرات بدعات کو ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کیوں لکھتے ہیں؟ کچھ تو اللہ کا خوف رکھنا چاہئے

اور اللہ کے ہاں جواب دہی کا استحضار ہونا چاہئے۔ ان جھوٹی روایتوں سے دنیا والوں کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے مگر اللہ کے ہاں کیا بنے گا؟

پانچویں دلیل: مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام ایک جنازہ میں نماز کے بعد پہنچے اور فرمایا ان سبقتمونی بالصلوٰۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعا (مبسوط: ۲/ ۶۷)۔ ''اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی تو دعا میں مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی آؤ میرے ساتھ مل کر دعا کرلو۔''

جواب: ۱۔ آؤ میرے ساتھ دعا کرلو، مفتی احمد یار خان کا بدایونی یا گجراتی ترجمہ ہے جس کا اس روایت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ میں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوسکا مگر ایسی دعا کروں گا کہ اس کی تلافی ہوجائے گی اور تم مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے جاسکتے۔

۲۔ نماز جنازہ کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے انفرادی طور پر دعا مانگنے کو کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا بلکہ اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو بدعت کہا جاتا ہے۔ مذکورہ روایت میں اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے دعا کہاں مانگی، دفن سے پہلے یا دفن کے بعد، قبرستان میں، گھر میں یا مسجد میں؟ روایت میں اس کی کوئی تعیین نہیں ہے۔

۴۔ اگر اس سے جنازہ کے بعد بریلوی طرز کی دعا مراد ہے تو کسی امام، مجتہد اور فقیہ نے اس کو دلیل کیوں قرار نہیں دیا؟ اور اگر قرار دیا ہے تو دکھایا جائے۔

۵۔ تمام فقہاء نے اس دعا کو نماز جنازہ میں زیادتی کی مشابہت قرار دے کر کیوں منع کیا ہے؟

جنازہ کے ساتھ قدم گننے کی رسم

جنازہ کی رسموں میں سے ایک رسم قدم گننا بھی ہے کہ میت کی چارپائی اٹھاتے وقت امام محلہ جنازہ کا اگلا دائیاں پایہ پکڑ کر دس قدم چلتے ہوئے کچھ منتر پڑھتا ہے، پھر پچھلا دائیاں پایہ پکڑ کر اسی طرح چلتے ہوئے کچھ پڑھتا ہے، پھر اگلا بایاں پایہ، پھر پچھلا بایاں پایہ پکڑ

کر اسی عمل کو دہراتا ہے۔ چالیس قدم مکمل کرنے کے بعد دعا ہوتی ہے، پھر جنازہ آگے چلتا ہے۔ اس رسم کو نماز جنازہ کی طرح ضروری سمجھا جاتا ہے اور مولوی صاحب بھی اس دن لمبا طرہ سجا کر تشریف لاتے ہیں۔ حالانکہ فقہائے کرام نے ایک حدیث کی رو سے اس مسئلے کی پوری وضاحت کی ہے۔ چنانچہ صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ:

واذ حمل الجنازہ وضع ندبا مقدمها الخ.

(درمختار علی ہامش ردالمختار ص ۶۵۷، ج ۱)

''جب کوئی شخص جنازہ اٹھائے تو مستحب ہے کہ جنازہ کا سرہانا اپنے دائیں مونڈھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر پچھلا پایہ دائیں مونڈھے پر رکھ کر دس قدم چلے، پھر اگلا پایہ بائیں مونڈھے پر رکھ کر اسی طرح دس قدم چلے، پھر پچھلا پایہ بائیں مونڈھے پر رکھ کر دس قدم چلے۔ پچھلی جانب پر (چالیس قدم پر) فارغ ہو جائے گا۔ اور اس طرح اٹھانا اس لئے مستحب ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ **من حمل جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة** (ردمختار) ''جو شخص جنازہ کو چالیس قدم اٹھا کر چلے گا اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہوں گے۔''

یہ طریقہ فقہائے کرام کا تجویز کردہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس طرح میت اٹھائے کہ پہلے جنازہ کا اگلا پایہ اٹھا کر دس قدم یا اس سے زیادہ چلے، پھر پچھلا پایہ اٹھا کر۔ اسی طرح پھر دوسری طرف بھی اسی طرح اٹھا کر چلے۔ نہ اس میں کوئی مخصوص منتر پڑھنے کا حکم ہے اور نہ امام اور مولوی کے ساتھ خاص ہے بلکہ ہر شخص کر سکتا ہے لیکن ہمارے ہاں امام مسجد کو گھر کی لونڈی سمجھ کر ہر کام اس سے کروایا جاتا ہے۔ اور امام صاحب بھی دس بیس روپے کے لالچ میں ہر گھاٹ پر لنگوٹ کسنے کے لئے تیار بیٹھے رہتے ہیں۔

الغرض قدم گننے کا مروجہ طریقہ بدعت ہے۔ شریعت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی اس رسم بد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

سوال: کیا میت کی چارپائی اٹھاتے وقت امام محلہ پر چالیس قدم لینا یعنی ایک ہاتھ سے چارپائی پکڑنا اور کچھ پڑھنا امر ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: جنازے کے چالیس قدم لینے کا یہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے، غلط اور خلاف سنت

ہے۔ یعنی امام کی یہ ڈیوٹی مقرر کرنا کہ وہ جنازہ اٹھاتے وقت ایسا ضرور کرے، یہ ناجائز اور بدعت ہے۔ ہاں ہر مسلمان پر میت کا یہ حق ہے کہ جنازہ کو کندھا دے اور کندھا دینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کا اگلا پایہ اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم یا اس سے زیادہ قدم چلے، پھر اس کا پچھلا پایہ اپنے دائیں کندھے پر رکھے اور دس قدم چلے، پھر اگلا پایہ بائیں کندے پر، پھر پچھلا بائیں کندے پر رکھ کر دس قدم چلے، یہ مستحب ہے اور ہر شخص کے لئے ہے نہ صرف امام کے لئے۔ اور گھر سے قبرستان تک جانے میں جس وقت اور جس مقام پر چاہے، ہر شخص یہ حق ادا کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ امام جنازے کو اٹھاتے وقت یہ چالیس قدم پہلے ضرور پورے کرے۔''

(کفایت المفتی ص۱۰۰ ج ۴)۔

حیلہ اسقاط

میت کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد میں سے ہے اور ایصال ثواب کے لئے وہی طریقہ معتبر ہے جس طریقہ پر صحابہ کرامؓ کے دور میں ایصال ثواب کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس دور میں نہ کی گئی ہو۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ ہر عمل میں آنحضرت ﷺ کی منشا کے مطابق ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے والے تھے۔ لیکن کسی صحابی سے کوئی بھی صاحب علم یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اس نے حیلہ اسقاط کیا ہو۔ اور نہ ہی تابعین، تبع تابعین میں اس حیلہ اسقاط کا نام پایا جاتا ہے۔ بعد میں فقہائے کرام نے غریب، مفلس، بے بس کے لئے ایک حیلے کی اجازت دے دی اور اس کا ایک خاص طریقہ بھی بتا دیا اور ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ اگر یہ حیلہ نمازوں کا بدلہ نہ بنا تو کم از کم ثواب تو ہو ہی جائے گا۔ لیکن بعض بدعت پرست ملاؤں نے اسے کاروبار بنا کر عوام کو انہی حیلوں میں اس طرح الجھا دیا کہ فرائض سے بھی زیادہ اس کی اہمیت بڑھ گئی۔

پھر ان پیٹ پرست ملاؤں نے ان حیلوں پر مناظروں اور مجادلوں کا سلسلہ شروع کیا اور عوام کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی گئی کہ اگر کوئی شخص ساری زندگی نماز روزے کے قریب بھی نہ آئے تو بھی ان حیلوں کے بعد ہر قسم کے گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو کر جنت کا

مستحق بن جائے گا۔ اور عوام نے بھی ماشاء اللہ یہ سستا نسخہ دیکھ کر اعمال کو بوجھ سمجھ کر پس پشت ڈالنے میں کوئی تاخیر نہیں کی اور جتنے لوگ بے دین بنتے گئے، ملاؤں کے مزے ہوتے گئے۔ اور زیادہ سے زیادہ ان حیلوں پر زور دے کر اپنا پیٹ بھرتے گئے اور ساتھ کتابوں کے حوالے دیتے گئے کہ فلاں کتاب میں حیلہ اسقاط کو جائز لکھا گیا ہے۔ حالانکہ فقہاء نے مخصوص حالات میں مخصوص انداز سے اس کی اجازت دی تھی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے لیکن مخصوص حالات میں اس کے کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی **فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه** ۔یعنی مجبور آدمی جبکہ کھانے کے لئے کچھ بھی نہ پاتا ہو اور بھوک کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو تو وہ ضرورت کے مطابق خنزیر کا گوشت کھا سکتا ہے۔

اب اگر کوئی علامہ یہ کہنے لگے کہ خنزیر کا گوشت کھانا جائز ہے اور قرآن نے اس کی اجازت دی ہے اور ہر جگہ ہر حالت میں کھانے لگ جائے تو اسے یہی کہا جائے گا کہ جناب بالکل اجازت ہے لیکن ایک مخصوص وقت اور مخصوص حالت میں اجازت ہے۔ جو اس حکم کو عام سمجھے گا، دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح حیلہ اسقاط کی بھی اجازت ہے لیکن مخصوص حالت میں جبکہ میت مفلس و نادار ہو۔ جو اسے عام سمجھے گا، وہ دائرہ اہلسنت سے نکل کر اہل بدعت میں شمار ہوگا۔

اب آیئے ذرا وہ عبارت بھی پڑھیے جس کو اہل بدعت حیلہ اسقاط کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ علامہ شرنبلالی صاحب نور الایضاح لکھتے ہیں:

اذا مات المريض ولم يقدر على الصلوة بالايماء لا يلزمه الايصاء بها وان قلت وكذا الصوم ان افطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الاقامة والصحة وعليه الوصية بما قدر عليه وبقي بذمته فيخرج عنه وليه من ثلث ما ترك لصوم كل يوم ولصلوة كل وقت حتى الوتر نصف صاع من بر او قيمته وان لم يوص و تبرع عنه وليه جاز ولا يصح ان يصوم ولا ان يصلي عنه وان لم يف ما اوصى به عما عليه يدفع ذالک المقدار للفقير فيسقط من الميت بقدره ثم يهبه الفقير للولي و يقبضه ثم يدفعه الولي للفقير فيسقط

بقدره ثم یهبه الفقیر للولی ویقبضه ثم یدفعه الولی للفقیر و هکذ حتی یسقط ما کان علی المیت من صلوة و صیام. (نورالایضاح باب صلوۃالمریض)

''اگر مریض مرنے لگے اور اشارہ کے ساتھ بھی نماز پڑھنے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اس پر ان نمازوں کی وصیت لازم نہ ہوگی، خواہ وہ نمازیں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی طریقہ سے روزہ کا حکم ہے اگر ماہ رمضان میں مسافر یا بیمار روزے نہ رکھے اور پھر وہ اقامت یا تندرست ہونے سے پہلے مرجائے تو اس پر فدیہ کی وصیت واجب نہ ہوگی اور نماز یا روزہ میں سے جس پر اسے قدرت حاصل ہوگئی اور وہ اس کے ذمے باقی رہ گئی ہو تو مرنے والے پر اس کی وصیت واجب ہوگی۔ لہذا اس کا ولی اس کے ایک تہائی ترکہ میں سے ادا کرے۔ ہر روزہ اور ہر نماز کا فدیہ ایک کلو ۶۳۳ گرام گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔ اور اگر وہ وصیت نہ کرے اور اس کا ولی تبرعاً اس کی جانب سے ادا کردے تو اسے درست قرار دیں گے۔ ولی کا میت کی جانب سے روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا صحیح نہ ہوگا۔ اگر صدقہ کی وصیت کردہ مال وصیت کردہ مقدار کے لئے کافی نہ ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ یہ مقدار کسی معتبر و مفلس (غیر صاحب نصاب) کو دے دے تو صدقہ کی اتنی مقدار میت کے ذمہ سے ساقط ہونے کا حکم ہوگا۔ پھر فقیر (غیر صاحب نصاب) شخص وہ مال ولی کو ہبہ کے طور پر دے دے اور ولی اس کے اوپر قابض ہوجائے۔ اس کے بعد ولی وہ مال فقیر کو عطا کردے اور اسی تدبیر سے کام لیتا رہے حتی کہ میت کے واجب شدہ نمازیں اور روزے اس طریقہ سے ادا و ساقط ہوں۔''

اب ذرا غور سے اس عبارت کو پڑھیئے کہ فقہائے کرام ایک غریب مفلس کے لئے کیا کہہ رہے ہیں اور ہمارے دور کے پیٹ پرست ملّانے کیا کہہ رہے ہیں۔

من چہ می گویم وطنبور من چہ سرائد

یہ تو ایک مجبوری کی صورت ہے جبکہ ثلث سے فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو اور یہ صورت بھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے، اسے مستقل رسم بنانے کی اجازت کسی فقیہ نے بھی نہیں دی۔ اس عبارت میں بھی، اسے مستقل رسم بنانے کی طرف کوئی اشارہ نہیں اور نہ جنازے کے وقت کے ساتھ مخصوص نہ اس میں دوران قرآن کا ذکر ہے، نہ حلقہ بنانے کا اور نہ ہی مولویوں کے بیٹھنے کا کوئی تذکرہ ہے اور نہ قرآن کے ساتھ پیسے رکھ کر گھمانے کا کوئی لفظ ہے۔

پھر پیٹ پرست ملانے حیلہ اسقاط پر اتنا زور کیوں لگاتے ہیں؟ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ یہی وقت ہے لوٹنے کا، پھر کون دیتا ہے۔ اس وقت میت کے تمام ورثاء پریشان ہیں اور وہ کچھ رقم دے کر اپنے مردہ رشتہ دار کو بخشوادیں تو یہ سودا مہنگا نہیں۔ مولوی صاحب کو بھی پتہ ہے کہ لوہا گرم ہے، ٹھنڈا ہونے کے بعد اس سے کچھ بھی نہیں بنتا۔ اسی گرما گرمی میں جو کچھ ہاتھ لگے، وہی غنیمت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہے۔ لیکن اگر اسے ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھا جائے تو پھر یہ ناجائز اور بدعت کی صورت اختیار کرلے گا۔ اور آج کل ہمارے علاقوں میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے بلکہ فرائض کے درجہ میں سمجھا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض و واجبات شرعیہ ہیں، ان سب کا پورا حساب کر کے فدیہ دے تو اس کے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں، بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے، یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اس کے لئے فقہاء نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو۔ وہ یہ کہ جس قدر نمازوں کا فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لے کر) اتنی نمازوں کی طرف سے فدیہ کسی فقیر کو دے۔ مثلاً اس کے پاس چار صاع گیہو (گندم) ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے اور فقیر کو دے کر قبضہ کرادے۔ پھر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کردے اور وارث بھی قبضہ کرلے۔ پھر یہ وارث وہی گیہوں اسی فقیر کو یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کردے۔ اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرے یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کرلینا شرط ہے، ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ پھر جب نمازیں پوری ہوجائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلہ مین دے اور پھر فقیر اسے ہبہ کردے وھکذا، یہاں تک کہ روزے پورے ہوجائیں۔ پھر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے۔'' (کفایت المفتی ص ۱۴۳ ج ۴)

یہ ہے فقہائے کرام کا بیان کردہ طریقہ اسقاط۔ لیکن اس طریقہ سے کہیں بھی کوئی فدیہ ادا نہیں کرتا، نہ نمازوں کا حساب، نہ روزوں اور دوسرے واجبات کا حساب اور نہ ہی ہبہ میں اس عدد کا لحاظ جس سے نماز روزوں کی تعداد پوری ہو جائے۔ بلکہ پیٹ پرست مولویوں کی کمائی کا ایک ڈھنگ ہے جس میں وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

''حیلہ اسقاط کا مفلس کیواسطے علماء نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملاؤں کیواسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں۔ مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنی کا ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۰)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''حقوق مالیہ تو ادائے حقوق سے ادا ہو سکتے ہیں اور حقوق بدنیہ جیسے نماز، روزہ تو ہر نماز روزہ کے بدلے نصف صاع گیہوں اور ایک صاع جو ادا کرنے سے امید ادا ہے انشاء اللہ تعالیٰ باقی رہا یہ اسقاط مروجہ محض لغو اور بیہودہ حیلہ ہے اور اس کا خیر القرون میں کچھ اثر نہیں ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۱)۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ کا فتویٰ

حیلہ اسقاط کے متعلق مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں:

''حیلہ اسقاط یادور بعض فقہاء کرام نے ایسے شخص کے لئے تجویز فرمایا تھا جس کے کچھ نماز روزے اتفاقاً فوت ہو گئے، قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت کے وقت وصیت کی لیکن اس کے ترکہ میں اتنا مال نہیں جس سے تمام فوت شدہ نماز روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا کیا جا سکے۔ یہ نہیں کہ اس کے ترکہ میں مال موجود ہو، اس کو تو وارث بانٹ کھائیں اور تھوڑے سے پیسے لیکر یہ حیلہ حوالہ کر کے خدا و خلق خدا کو فریب دیں۔ درمختار شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ساتھ ہی اس حیلہ کی شرائط بھی جن کی تصریحات واضح طور پر فرمائی ہیں۔

جورقم کسی کوصدقہ کے طور پر دی جائے، اس کو اس رقم کا حقیقی طور پر مالک ومختار بنادیا جائے کہ جو چاہے کرے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں دینے کا محض کھیل کھلا جائے جیسا عموماً آج کل اس حیلہ میں کیا جاتا ہے کہ نہ دینے والے کا یہ قصد ہوتا ہے کہ جس کو وہ دے رہا ہے وہ صحیح معنی میں اس کا مالک ومختار ہے اور نہ لینے والے کو یہ تصور وخیال ہوسکتا ہے کہ جو رقم میرے ہاتھ میں دی گئی ہے، میں اس کا مالک ومختار ہوں۔ دو تین آدمی بیٹھتے ہیں (اگر میت مالدار ہو تو بہت سارے پیٹ پرست یتیم بیٹھ جاتے ہیں) اور ایک رقم کو باہمی ہیرا پھیری ایک ٹونکا سا کر کے اٹھ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے میت کا حق ادا کر دیا اور وہ تمام ذمہ داریوں سے سبک دوش ہو گیا۔ حالانکہ اس لغو حرکت سے میت کو نہ تو کوئی ثواب پہنچا نہ اس کے فرائض کا کفارہ ادا ہوا، کرنے والے مفت میں گنہگار ہوئے۔'' (جواہر الفقہ ص ۳۸۹ ج ۱)۔

اور اب تو مفت میں گناہ گار نہیں ہوتے بلکہ جیب گرم کر کے گناہ گار ہوتے ہیں۔ کیونکہ دائرہ میں بیٹھنے والوں کو دس بیس روپے تو مل ہی جاتے ہیں اور اس دس بیس روپے میں یہ خودغرض اپنی آخرت تباہ کر دیتے ہیں۔

حیلہ اسقاط میں جو رقم دی جاتی ہے، پہلے تو وہ رقم تمام ورثاء کی مشترک ہوتی ہے۔ بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے، بعض نابالغ ہوتے ہیں۔ بغیر اجازت کے کسی کا مال استعمال کرنا حرام ہے۔ اگر اجازت بھی دے دیں تو نابالغ کی اجازت شرعاً معتبر نہیں۔ یتیم کا مال کھانے کو قرآن نے جہنم کی آگ سے تعبیر کیا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ تمام ورثاء موجود ہیں اور تمام بالغ ہیں اور سب نے اجازت بھی دی ہے تو پھر یہ کیسے معلوم ہوگا کہ انہوں نے بطیب خاطر اجازت دی ہے یا کنبے قبیلہ خاندان میں ناک کٹ جانے کے خوف سے۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ ورثاء نے بطیب خاطر اجازت دی ہے لیکن جب ہیرا پھیری کا یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے تو نہ لینے والا یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اس کا مالک بنایا جاتا ہے اور نہ ہی دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کا مالک بن گیا۔ بلکہ مداریوں والا کھیل ہے اور جب تملیک نہیں ہوئی تو فدیہ کیسے ادا ہوا۔ اور اگر یہ بھی مان لیا جائے تو پھر دائرہ میں بیٹھنے والے صاحب نصاب اور سیّد ہاشمی کو دینے سے کس طرح فدیہ ادا ہو سکتا ہے۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ سارے غریب، نادار و مفلس ہیں، سید، ہاشمی بھی کوئی

نہیں تو پھر دائرہ میں بیٹھنے والوں کو پورا مسئلہ بھی معلوم ہو کہ وہ لینے کے بعد اپنے آپ کو اس چیز کا مالک ومختار سمجھ کر میت کی خیر خواہی کے لئے آگے دوسرے کے حوالہ کریں۔ آخر میں جس کے پاس پہنچے وہ اس کا مالک ومختار ہو۔ وہ جس طرح چاہے تصرف کرے، اس سے لیکر تقسیم کرنے کا کسی کو کوئی حق نہ ہو۔ لیکن یہ کہاں ہوتا ہے؟

اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آخری شخص اس کی تقسیم پر دل وجان سے راضی ہے تو پھر بھی اس حیلہ کو ضروری سمجھنا اور اس کا التزام کرنا اور اس کو جنازہ اور تجہیز وتکفین کا جز سمجھنا ایک قبیح بدعت ہے، جس کو آنحضرت ﷺ گمراہی قرار دے چکے ہیں۔ اور جس کو گمراہی اور ضلالت میں بھلائی نظر آتی ہو تو دنیا کی کوئی طاقت اسے سمجھا کر صراط مستقیم پر نہیں لا سکتی۔ ہر شخص اگر اپنی خواہش کو دین سمجھے اور اپنی رائے پر لوگوں کو چلائے تو لازماً گمراہ ہوگا۔ کیونکہ دین کسی کی خواہش اور رائے کا نام نہیں ہے بلکہ ما جاء بہ النبی ﷺ ہی دین ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے شیخ محی الدین نے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے:

ایاکم والقول فی دین اللہ بالرائے وعلیکم باتباع السنة فمن خرج عنھا ضل.

''اللہ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی ضروری کرلو، اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوا، وہ گمراہ ہوگیا۔''

(کتاب المیزان للشعرانی ص۵۰ ج۱)

آگے امام شعرانیؒ لکھتے ہیں:

کان یقول لا ینبغی لا حد ان یقول قولا! حتی یعلم ان شریعة رسول اللہ ﷺ تقبله (کتاب المیزان ص ۵۱ ج ۱)

''امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ بات شریعت رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے، کسی کے لئے اس کا زبان پر لانا درست نہیں ہے۔''

دوران قرآن

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم اور آخری کتاب ہے جو انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت

کے لئے بھیجی گئی۔ اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن کی توہین سلب ایمان کی نشانی ہے۔ لیکن کتنی بڑی جہالت ہے کہ کچھ مسلمان اور مولویت کے دعویدار قرآن میں پیسے رکھ کر جنازہ کے بعد حلقہ میں پھراتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ اس طریقہ سے قرآن پاک پھیرنے سے میت کے ذمہ تمام فرائض و واجبات ساقط ہو جاتے ہیں۔ زندگی مین اگر چہ وہ تمام عمر شرابیں پیتا رہا، جوا کھیلتا رہا، سود و رشوت سے جیبیں بھرتا رہا، دنیا میں بدمعاشی اور ہر قسم کی بدکاری کرتا رہا، نہ نماز کے قریب آیا اور نہ کبھی روزہ رکھا، نہ زندگی میں کبھی قرآن کی تلاوت کی، نہ زکوۃ اور حج کا فریضہ ادا کیا۔ لیکن مرنے کے بعد چند ملاؤں کے اس طرح قرآن پھیرنے کے بعد وہ تمام گناہوں سے دھل گیا اور اس کے ذمہ تمام فرائض و واجبات ساقط ہو گئے اور اس کو جنت کا پروانہ مل گیا اور یہ خود ساختہ عبارت پڑھی جاتی ہے:

كل حق من حقوق الله تعالىٰ من الفرائض والواجبات و غير ذلك مما وجب (مذکر کے لئے) وجبت (مؤنث کیلئے) على ذمته بعضها ادت و بعضها لم تؤد الان عاجز عن ادائها و آتيتك بهذ المصحف مع النقودات رجاء من الله تعالىٰ ان يغفر لهاله.

"اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق و فرائض اور واجبات وغیرہ جو اس میت کے ذمہ ضروری تھے، جن میں سے بعض اس نے ادا کئے اور بعض کو ادا نہ کر سکا اور اب ان کے ادا کرنے سے عاجز ہے، اور میں تیرے پاس یہ قرآن پیسوں سمیت لیکر آیا ہوں اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ اس میت کو معاف کر دیں گے۔"

ماشاء اللہ! کیا مبارک نسخہ ہے۔ لوگ ویسے اعمال کر کر کے تھک گئے اور نبی کریم ﷺ نے معاذ اللہ، ویسے ساری زندگی محنت کر کے امت کو مشقت میں ڈال دیا۔ یہی نسخہ تجویز فرما لیتے نہ نمازوں کی ضرورت تھی، نہ روزوں کی، نہ زکوۃ و حج کی، نہ جہاد میں اتنی مشقتیں برداشت کرنے کی ضرورت تھی۔ جنازہ کے بعد ایک دفعہ قرآن پھیر لیتے، سارے حقوق ساقط ہو جاتے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور اب تو دائرہ میں اکثر بھکاری، نشئی، چرسی، ہیروئنچی بیٹھتے ہیں جنہیں شاید کلمہ طیبہ بھی پوری طرح نہ آتا ہو، وہ اس منتر کو کس طرح پڑھ سکتے ہیں اور پھر جس جلدی میں قرآن پاک گھمایا جاتا ہے شاید کہ کوئی مولوی صاحب بھی پڑھ سکتا ہو۔ جلدی

میں صرف رقم ٹٹول کر قرآن پاک کو اگلے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

ملاجی دراصل نوٹ ٹٹولتے ہیں جیسے چور لوگوں کے کوٹ ٹٹولتے ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اتنا آسان نسخہ تھا اور اس سے تمام حقوق ادا ہو سکتے تھے تو پھر خود نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل کیوں نہ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ نے اس کو کیوں نہ اپنایا اور اس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں درج کیوں نہ کیں۔ نہ قرآن میں اس کا ذکر، نہ حدیث میں نہ فقہ کی کسی معتبر کتاب میں اس کا تذکرہ، نہ صحابہؓ کی زندگی میں اس پر عمل اور نہ آج بھی کسی مسلک کا اس پر متفقہ طور پر عمل۔ صرف دیہات کے چند جاہل عوام اور ان کے مقتدا چند جاہل ائمہ مساجد اس پر مصر ہیں جن کی غرض صرف اور صرف ان نقودات سے ہوتی ہے جو قرآن کے ساتھ رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ورنہ وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ دین نہیں ہے۔ لیکن صرف ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اور اپنے باپ دادا کی تقلید کی وجہ سے اس پر عمل پیرا ہیں اور اپنی ناک بچانے کی وجہ سے اس بدعت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں کہ مقتدی کہیں گے کہ پہلے تم گمراہ تھے یا تمہارے باپ دادا جو عرصے سے اس پر عمل کر رہے تھے، کیا وہ گمراہ تھے؟ یہی چند وجوہات اور مجبوریاں ہیں جن کی بنا پر اہل بدعت پیٹ پرست مولوی قرآن کی اس بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

دوران قرآن کے متعلق فتاوی سمرقندی کی جو عبارت پیش کی گئی ہے، اس کے متعلق تو علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شیعوں کی طرف سے بہتان ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں دین سے لاپرواہی اتنی عام ہو چکی تھی اور نماز روزہ سے لوگ اتنے غافل ہو چکے تھے کہ اس کے لئے حضرت عمرؓ نے حیلے ایجاد کئے۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں یہ حیلہ مشہور ہو چکا تھا، ہارون الرشید کے زمانہ میں اس پر عمل ہو رہا تھا، لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ کا اس میں کوئی ذکر نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شیعوں کی جعلی اور بناوٹی روایت ہے جس کا مقصد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت کو بدنام کرنا ہے۔ اور اس روایت کے جتنے راوی بھی ہیں، وہ تمام جھوٹے اور کذاب مدلس وضاع، من گھڑت روایتیں بنا بنا کر پھیلانے والے ضعیف لیس بشئی، خواہش پرست، حیلہ گر، نوے عورتوں سے متعہ کرنے والے اور خلق کو گمراہ کرنے والے ہیں۔ اور جن کے متعلق

یہ حیلہ کیا گیا تھا، ان کا تاریخ میں کوئی نام ونشان ہی نہیں پایا جاتا۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آخری آٹھ پارے پھیرے گئے تھے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ خلافت میں پورا قرآن سرکاری طور پر جمع ہو چکا تھا۔ پھر صرف و مالی سے عمایتسائلون تک پھیرنے کا کیا مطلب ہوا؟

پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مشہور ہوا تھا تو پھر محدثین اور فقہا اس سے بے خبر کیوں رہ گئے۔ وہ کیسی شہرت تھی کہ کسی محدث اور فقیہ کو اس کا پتہ ہی نہ چل سکا اور ہمارے زمانہ کے سوا دو روپے کے مولوی صاحب کو تمام فضائل کے ساتھ پہنچ گیا۔ اسی دوران قرآن کے متعلق مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''امیر المومنین فاروق اعظمؓ اور ان کے سوا اور حضرات سے روایات بے سرو پا اس عبارت میں مذکور ہیں، سب باطل وافتراء ہیں، نہ یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے، اس پر افتراء ہے اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا، اپنی ٹوٹی پھوٹ جاہلانہ خرافات کو صحابہؓ وائمہ کی طرف منسوب کیا۔'' (العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ص ۵۶۱ ج ۲)

اعلیحضرت تو اس دوران کو جاہلانہ خرافات فرمارہے ہیں اور ان کے نام لینے والے اسی پر مرمٹنے کے لئے تیار ہیں اور اس کو دین سمجھ کر آنحضرت ﷺ کی بھی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے مقتداء پیشوا اعلیٰ حضرت کی بھی بغاوت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اسی جاہلانہ خرافات کی دوسری دلیل امام محمدؒ کی طرف منسوب کتاب الحیل سے دی جاتی ہے کہ امام محمدؒ نے اس کا طریقہ بتایا ہے۔ لیکن امام ابوسلیمان جرجانیؒ کہتے ہیں:

''لوگوں نے امام محمدؒ پر جھوٹ کہا ہے۔ کتاب الحیل ان کی نہیں ہے۔ کتاب الحیل تو وراق کی لکھی ہوئی ہے۔ امام محمدؒ کی ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور کتابیں اس سے بالکل خالی ہیں۔ اور فقہ حنفی کی تمام مشہور کتابیں دوران قرآن سے خالی ہیں۔ چند مجہول کتابوں اور فتاووں میں اس خود ساختہ اور من گھڑت رسم کا تذکرہ ملتا ہے لیکن ہم کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کی تابعداری کے مکلف ہی نہیں، ہم صرف قرآن وحدیث کے مکلف ہیں اور جن اعمال و قیود کی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی، وہ خرافات ہیں، بدعات ہیں، رسومات ہیں، بکواسات ہیں۔ ان سے اجتناب مسلمان کے لئے ضروری ہے اور ان پر عمل کرنا تباہی و

بربادی، نقصان وخسران اور خطرۂ سلب ایمان ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے
وایاکم و محدثات الامور فان کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة. ۔
(ترمذی ص ۹۲ ج ۲)

''خبردار! نئی باتوں سے احتراز کرنا کیونکہ (دین میں) ہرنئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اورنسائی کی روایت میں ہے: وکل ضلالۃ فی النار۔ ''اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔''

آج جاہل عوام اور پیٹ پرست مولوی اس دوران کو ذریعہ نجات سمجھ کر کرتے ہیں لیکن دراصل یہ جہنم میں لے جانے والی حرکت ہے۔

ان تمام دلائل سے ہٹ کر ایک صاحب عقل ذرا تھوڑی دیر کے لئے اس دائرے کے قریب جاکر دیکھے کہ یہ دین ہے یا بچوں کا کھیل اور دین کے ساتھ کھلا مذاق ہے کہ ایک شخص قبول کرکے دوسرے کے حوالے کرتا ہے، وہ بھی قبولیت کا منتر پڑھ کر آگے بڑھاتا ہے، اور پورا دائرہ یہ ٹونکا کرتا ہے۔ انہی ٹونکوں کو دوسرے الفاظ میں دھوکہ اور فراڈ کہا جاتا ہے۔ کیا دھوکے اور فراڈ سے کسی کی مغفرت ہوسکتی ہے؟ دھوکہ اور فراڈ دنیا کی مخلوقات میں سے کسی کو قبول نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں دھوکہ اور فراڈ کیسے قبول ہوسکتا ہے؟

حافظ ابن کثیرؒ نے ایوب سختیانی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ ''حیلے اختیار کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دھوکہ کرتے ہیں جس طرح بچے ایک دوسرے سے دھوکہ کرتے ہیں۔'' (اصول السنۃ ص ۱۵۹)

یہ دھوکہ باز ملانے ہیں سارے جن سے تذلیل علم ہورہی ہے

حیلے کرنے والے دراصل فراڈی اور دھوکے باز ہیں اور وہ اس معاملہ میں یہودیوں کی تابعداری کرتے ہیں کیونکہ اس قسم کا حیلہ یہودیوں نے اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں تبدیل ہوگئے تھے۔

اس رسم کے مختلف طریقے ہیں

بعض علاقوں میں نماز جنازہ کے بعد مولوی حضرات کا دائرہ بیٹھ جاتا ہے اور اس دائرہ میں مذکورہ بالا عبارت مبارکہ پڑھی جاتی ہے اور قرآن کے ساتھ کچھ رقم رکھ کر اس کو دائرہ میں گھمایا جاتا ہے۔ اختتام دور پر وہ رقم دائرہ والوں میں تقسیم کردی جاتی ہے۔ قرآن کا نسخہ اکثر دائرہ والے نہیں لیتے کیونکہ وہ سارے حروف ہجا سے بھی ناواقف علامہ فہامہ جاہل مولوی ملانے ہوتے ہیں جن کا مقصود رقم ہوتی ہے۔ قرآن تو صرف عوام کو الو بنانے کے لئے رکھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے بغیر رقم پھیرنے کے لئے عوام میں سے کوئی تیار نہیں ہوگا۔ اس لئے قرآن کو درمیان میں لاکر رقم بٹورتے رہتے ہیں اور نام اس کا دور قرآن رکھا ہے اور حقیقت میں وہ دوران رقم ہے۔ اس لئے قرآن کا نسخہ کسی اور غریب کو دے دیا جاتا ہے یا مسجد میں لاکر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور اب تو مولویوں سے زیادہ بھکاری اور نشئی قسم کے لوگ اس دائرہ میں بیٹھ کر کچھ نہ کچھ کما لیتے ہیں۔

بعض علاقوں میں جنازہ کے بعد یہی مولوی جمع بھکاری اور نشئی دائرہ کی صورت میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور سامنے ٹیبل پر قرآن پاک کا نسخہ رکھ دیا جاتا ہے جس میں کچھ پیسے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس دائرہ میں سے ہر شخص قرآن ہاتھ میں اٹھا کر یا قرآن پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ منتر پڑھتا ہے۔ دراصل رقم ٹٹول لیتے ہیں کہ کتنی ہے اور پھر واپس آکر اپنی جگہ پر کھڑا ہوجاتا ہے۔ پھر دوسرا پھر تیسرا۔ اس طرح پورا دائرہ اس عمل کو دہراتا ہے۔

قرآن کا مذاق اور قرآن کی توہین ہے دائرے میں براجماں یہ مار آستین ہے

ہر علاقہ کی اپنی عبارت اور اپنا اپنا منتر ہے۔ اس کو پڑھتے ہوئے پوری ڈھٹائی کے ساتھ قرآن اور قرآنی تعلیمات کے ساتھ یہ مذاق اور تمسخر مولویت کے دعویدار بھرے مجمع میں کرتے ہیں۔

ہر لفظ کو سینے میں بسا لو تو بنے بات
طاقوں میں سجانے کو یہ قرآن نہیں ہے
اس کی تعلیم سے دل کی دنیا کو بدل دو

مردوں میں پھرانے کو یہ قرآن نہیں ہے
اپنے افعال کو قرآن کے تابع کر دو
ختموں میں پڑھانے کو یہ قرآن نہیں ہے
اپنے اذہان کو اس کی روشنی سے منور کر دو
صرف سننے سنانے کو یہ قرآن نہیں ہے
ان مردہ ضمیروں کو نہ چھیڑو مومن
جن کے دل کے کسی خانے میں یہ قرآن نہیں ہے

تیجا، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ

میت کو عبادات مالیہ اور عبادات بدنیہ دونوں کا ثواب پہنچتا ہے۔

مگر بشرطیکہ اس طریقہ پر ایصال ثواب کیا جائے جس کا طریقہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہے اور فقہائے امت نے اس کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس میں اپنی طرف سے قیود لگانا اور دنوں کو منتخب کرنا سنت نبویہ کے خلاف بغاوت اور آنحضرت ﷺ کی شدید توہین ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا بلکہ ہر شخص ہر دن اور ہر وقت اپنے مردہ بھائی کے لئے مالی جانی عبادت کر کے ایصال ثواب کر سکتا ہے اور دنوں کا تعین ہندوؤں کا مذہب ہے جس کی تفصیل ان کی کتابوں میں موجود ہے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے جہالت اور دین نہ سیکھنے کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے میں ہندوانہ رسومات کو اس طرح فٹ کیا ہے کہ اب اس کی مخالفت ان کے ہاں کفر اور زندقہ سے کم نہیں اور جو شخص ان رسومات میں جس قدر منہمک ہے وہ اسی قدر زیادہ دینداری کا مدعی ہے اور جو ان ہندوانہ رسومات سے جس قدر اجتناب کر کے سنت پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے وہ اتنا ہی مطعون کیا جاتا ہے اور پوری برادری میں اسے ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے حالانکہ علماء نے ہر زمانہ میں ان رسومات کی شدید مخالفت کی ہے لیکن بعض مفاد پرست پیٹ کے پجاری انہی رسومات کے متعلق من گھڑت روایات بنا کر اس بے دینی کو دین ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

ہندوؤں کا کریا کرم

تیجہ، ساتواں، چالیسواں اور سالانہ کے نام سے میت کے پیچھے ایصال ثواب کے لئے جو خیرات کیئے جاتے ہیں یہ دراصل ہندو دھرم ہے۔ چنانچہ مولانا عبیداللہ (سابق انت رام) ہندوؤں کے رسومات کے متعلق لکھتے ہیں کریا کرم کے لئے ایک دن مقرر کیا جاتا ہے، ہندوؤں کے خیال میں مردے کے مرنے سے اس دن تک اس مردہ کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے اور یہ بدن قابل جزا وسزا ہوتا ہے، شاستری زبان میں کریہ بدن کو کہتے ہیں اور کرم عمل کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں مردے کے مرنے سے اس دن تک کوئی شخص جو اس مردے کا قریب ترین رشتہ دار ہو وہ شاستری کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق عمل کرے تاکہ اس مردے کا بدن تیار ہو پھر اس خاص دن مردے کے واسطے کچھ عمل کیا جاتا ہے اس کو بدن کا عمل یعنی کریا کرم کہا جاتا ہے۔

عمل یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کے نام پر کھانا، کپڑا، پلنگ اور دیگر اشیاء استعال جو بھی بن پڑے مہابرہمن کو دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کو یعنی مرنے والے کو پہنچتا ہے، کریا کرم کے واسطے دن کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ اگر مرنے والا برہمن ہو تو مرنے کے بعد گیارہویں دن، کھتری ہے تو تیرہویں دن، اگر ویش ہے تو پندرہویں، سولہویں دن اور اگر شودر ہے تو تیسویں یا اکتیسویں دن کریا کرم ہوتا ہے۔ کریا کرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں۔ مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے۔

عام طور پر اسوج کے مہینے میں جس تاریخ کو کوئی مرا ہو اس تاریخ پر مردہ کو ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے، کھانے کا ثواب کا نام سرادھ ہے، سرادھ کا کھانا تیار ہو جاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ بید پڑھواتے ہیں جو پنڈت پڑھتا ہے اس کو اکھشر من کہتے ہیں۔

(تحفۃ الہند صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴)

ہندوؤں کے ہاں عالم برزخ میں بدن تیار ہوتا ہے اور یہاں شام کے وقت روح آکر دروازے پر کھڑی ہو جاتی ہے وہاں شاستری کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل ہوتا ہے اور

یہاں بدعت پرست مولوی کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل ہوتا ہے، وہاں کریا کرم کہا جاتا ہے اور یہاں خیر خیرات کا نام دے دیا گیا، وہ پنڈت بلوا کر بید پڑھواتے ہیں اور یہاں مولوی کو بلا کر قرآن پڑھوایا جاتا ہے۔ یہ وہاں گائے کو کھلاتے ہیں اور یہاں مولوی صاحب کو کھلایا جاتا ہے۔ اور یہ تمام قیودات ہندوؤں سے بالکل مشابہ ہیں۔

آگے لکھتے ہیں کہ جو چیز کسی مردے یا معبود کے نام پر سنکلپ (نہت) کر کے دی جائے تو چیز یا کھانے کا برہمن کے سوا کسی اور کے لئے نہ لینا درست ہے اور نہ کھانا۔ چاہے برہمن مالدار دوسری قوموں کے محتاج ہوں۔ (تحفۃ الہند صفحہ ۱۸۵)

اور یہی چیز مسلمانوں میں بھی سرایت کر گئی کہ مولوی صاحب یا پیر صاحب جتنے بھی مالدار ہوں لیکن مقتدیوں اور مریدوں کے تمام نذرانوں کے حقدار وہی ہے حتیٰ کہ اس پر بہر صورت زکوٰۃ ہو جاتی ہے چاہے وہ مالدار کیوں نہ ہوں۔

آگے لکھتے ہیں: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کے بڑوں نے اپنی اولاد کی پرورش کی خوب تدبیر کر دی (تحفۃ الہند صفحہ ۱۸۵) اور یہی تدبیر ہمارے مولوی صاحبان اور پیر صاحبان نے بھی کر رکھی ہے کہ میت کے گھر سے چالیس دن تک روزانہ کھانا آتا رہے اور جمعرات کے دن خصوصی اہتمام کے ساتھ حلوہ، کھیر، پلاؤ و زردہ حضرت کے گھر آئے۔ ہندوؤں کے متعلق مولانا عبید اللہ لکھتے ہیں اس کے علاوہ معبودوں کے نام پر میوہ جات اور جو، گھی، شہد وغیرہ آگ میں جلا دیتے ہیں۔ (تحفۃ الہند صفحہ ۱۸۵)

ہندو جلاتے ہیں اور ہمارے مسلمان بزرگ کے مزار پر چھوڑ آتے ہیں۔ ہندوانہ رسومات کے متعلق علامہ بیرونی م ۴۳۰ھ لکھتے ہیں۔ اہل ہنود کے نزدیک جو حقوق میت کے وارث پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ضیافت کرنا اور یوم وفات سے گیارہویں اور پندرھویں روز کھانا کھلانا اس میں ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو فضیلت ہے (بریلوی مولویوں نے مسلمانوں کے لئے جمعرات کو منتخب کر لیا) اسی طرح اختتام سال پر کھانا کھلانا ضروری ہے (جسے برسی کہا جاتا ہے) ۹ دن تک اپنے گھر کے سامنے طعام پختہ و کوزہ آب رکھیں ورنہ میت کی روح ناراض ہو گی اور بھوک و پیاس کی حالت میں گھر کے ارد گرد پھرتی رہے گی پھر عین دسویں دن میت کے نام پر بہت سا کھانا تیار کر کے دیا جائے اور آب خنک دیا جائے اور اسی طرح گیارہویں تاریخ

کو بھی۔ (کتاب الہند صفحہ ۲۷۰)

اور یہی کچھ ہمارے مسلمان بھی کرتے ہیں اور اسی کو دین سمجھ کر اپنی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ کرتے ہیں اور مولوی صاحب بھی پورے سال تیجہ اور گیارہویں کے من گھڑت فضائل سنا کر انہیں اور بے وقوف بنا لیتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری" لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں خاص یہ رسم ہے اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ ہنود کے تیجہ کو دیکھ کر وضع ہوا۔ (البراہین القاطعہ ص ۱۱۱)

تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ یہ تمام اہل ہنود کے طریقے ہیں اور بدترین قسم کے بدعات ہیں فقہائے کرام نے اس کو غیر شرعی قرار دے کر اس کی مخالفت کی ہے چنانچہ علامہ طاہر بن احمد الحنفی (م ۵۴۲ھ) لکھتے ہیں **ولا یباح اتخاذ الضیافة عند ثلاثه ایام لان الضیافة یتخذ عند السرور** (خلاصۃ الفتاوی ص ۳۴۲)

اہل میت کی طرف سے تین دن تک ضیافت مباح نہیں ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوا کرتی ہے۔

علامہ قاضی خان الحنفی (م ۵۹۲ھ) لکھتے ہیں۔ **ویکره اتخاذ الضیافة فی ایام المصیبة لانها ایام تأسف فلا یلیق بها ما کان للسرور۔**

(فتاویٰ خانیہ ج ۴ ص ۷۸۱)

مصیبت کے دنوں میں دعوت کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ غمی کے دن ہیں، ان دنوں میں خوشی کے معاملات مناسب نہیں ہیں۔

علامہ قہستانی (م ۹۲۶ھ) لکھتے ہیں۔ **ویکره اتخاذ الضیافة فی هذه الایام وکذا اکلها** (جامع الرموز ج ۳ ص ۴۴۳)

ان دنوں میں میت کے گھر کھانا تیار کرنا اور کھانا دونوں مکروہ ہیں۔

امام حافظ الدین محمد بن شہاب کردری الحنفی (م ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں۔ **ویکره اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلها لانها مشروعه للسرور ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام الی القبر۔**

(فتاویٰ بزازیہ ج ۴ ص ۸۱)

تین دن تک ضیافت کرنا اور اس کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے اور پہلے، دوسرے، تیسرے دن طعام تیار کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح ہفتہ کے بعد اور عیدوں کے موقع پر بھی اور اسی طرح موسم بموسم قبروں کی طرف طعام لے جانا بھی مکروہ ہے۔

امام نووی شرح منہاج میں لکھتے ہیں:

الاجتماع علی مقبرة فی الیوم الثالث وتقسیم الورد والعود والطعام فی الایام المخصوصة کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشهر السادس و السنة بدعة ممنوعة.

"قبر پر تیسرے دن اجتماع کرنا، گلاب اور اگر بتیاں تقسیم کرنا اور مخصوص دنوں کے اندر کھانا کھلانا مثلاً تیجہ، پانچواں، نواں، دسواں، بیسواں اور چالیسواں دن اور چھٹا مہینہ اور سالانہ یہ سب کا سب امور بدعت ممنوعہ ہیں۔"

ملا علی القاری الحنفی لکھتے ہیں:

قد ذهب اصحاب مذهبنا من انه یکره اتخاد الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع. (مرقات ج۵ ص ۴۸۲)

"ہمارے مذہب (حنفی) کے فقہائے کرام نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اس طرح ہفتہ کے بعد طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔"

علامہ شرنبلالی (المتوفی ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

وتکره الضیافة من اهل المیت لانها شرعت فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة (مراقی الفلاح: ۱۲۰)

اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت (مہمانی) خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر اور اس موقع پر ضیافت بدعت قبیحہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی فرماتے ہیں:

عما یعمل یوم الثالث من موته من تهیة اکل واطعامه للفقراء وغیرهم و عما یعمل یوم السابع.......... جمیع ما یفعل مما ذکر

فی السوال من البدع المذمومة. (فتاویٰ کبری: ۷/۲)

میت کے تیسرے دن جو کھانا تیار ہوتا ہے اور فقراء وغیرہ کو کھلایا جاتا ہے، اسی طرح ساتویں دن کھانا کھلانے کا جو عمل ہوتا ہے، یہ تمام چیزیں جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے، مذموم بدعات میں سے ہیں۔

علامہ محمد بن محمد حنبلی التوفی ۷۷۷ھ تسلیۃ المصائب ۹۹ میں امام شمس الدین ابن قدامہ حنبلی التوفی ۶۸۲ھ شرح مقنع بلکبیر ۲/۴۲۶ میں امام موفق الدین بن قدامہ حنبلی التوفی ۶۲۰ھ مغنی میں لکھتے ہیں:

فاما صنع اهل الميت طعاماً للناس فمكروه ولان فيه زيادة على مصيبتهم و شغلا لهم الى شغلهم و تشبيها بصنع اهل الجاهلية (مغنی: ۴۱۳/۱)

میت والوں کی طرف سے لوگوں کو کھانا کھلانا مکروہ ہے اور اس میں ان مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتوں اور مصروفیات میں مزید اضافہ ہے اور جاہلیت کے کاموں کے ساتھ تشبیہ ہے۔

علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفی (التوفی ۹۸۱ھ) طریقہ محمدیہ کے آخری صفحہ پر لکھتے ہیں:

ان بدعات میں سے ایک بدعت یہ ہے کہ موت کے دن یا اس کے بعد ضیافت طعام کی وصیت کرنا اور قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو پیسے دینا یا قبر پر چالیس روز تک یا کم وبیش ایام تک آدمی بٹھانا یا قبر پر قبہ بنانے کی وصیت کرنا، یہ سب امور منکرہ ہیں۔ (طریقہ محمدیہ)

کشف الغطا میں شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را در سوم وقسمت نمودن آں میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کردہ برآں در خزانہ چہ شریعت دعوت نزد سرور رواست نہ نزد شرور۔ (کشف الغطا)

''یہ جو رائج ہو گیا ہے اہل مصیبت کا موت کے تیسرے دن کھانا تیار کرنا اہل

تعزیت اور اپنے تعلق والوں میں تقسیم کرنا یہ ناجائز اور غیر مشروع ہے اور خزانہ میں اس کی تصریح کی ہے کیونکہ دعوت کی مشروعیت خوشی میں ہے نہ کہ غمی میں۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''نعم برائے تعزیت اہل میت وجمع وتسلیہ وصبر فرمودن ایشاں راسنت ومستحب است اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۲۱)

ہاں اہل میت کی تعزیت اور ان کو تسلی دینا سنت و مستحب ہے لیکن یہ تیسرے دن کا خاص اجتماع اور دوسرے تکلفات کرنا اور بلا وصیت یتیموں کے حق میں سے خرچ کرنا بدعت و حرام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا وسیوم و چہلم وششماہی وفاتحہ وسالینہ ایں ہمہ را در عرب اول وجود نبود۔ (تفہیمات ج ۲ ص ۲۴۷)

''ہم لوگوں کی بری عادتوں میں غمی کے مواقع پر تیجہ، چالیسواں، چھ ماہی اور برسی میں اسراف کرنا بھی داخل ہو گیا ہے ان تمام چیزوں کا عرب میں کوئی وجود نہیں تھا۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جامع البرکات میں لکھتے ہی۔

وآنچہ مردم روزگار از تکلفات کنند سوم روز از فرش انداختن وخیمہ زدن وطیب ہا قسمت کردن وامثال آں ہمہ بدعت شنیع و نامشروع است۔'' (جامع البرکات)

''اور ہمارے زمانے کے لوگ تیسرے دن جو تکلفات کرتے ہیں یعنی فرش بچھانا اور خیمہ لگانا اور خوشبو تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب بدعت شنیع اور ناجائز ہے۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے وصیت نامہ میں فرماتے ہیں:

بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دھم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکنند۔

(وصیت نامہ ر

''میرے مرنے کے بعد دنیوی رسوم مثلاً تیجہ، دسواں، بیسواں، چہلم، چھ ماہی اور برسی کچھ نہ کریں۔''

خواجہ معصوم نقشبندی لکھتے ہیں:

سوال ششم آنکہ طعام بروح میت بروز سوم ودھم وگل دادن روز سوم از کجاست؟ مخدوما طعام دادن للہ تعالیٰ بے رسم وریا وثواب آں رابمیت گزرانیدن بسیار خوب است وعبادت بزرگ اما تعین وقت اصل معتمد علیہ ظاہر نمی شود وروز سوم گل دادن بمرداں بدعت است۔ (مکتوبات مکتوب نمبر ۱۱)

''چھٹا سوال یہ ہے کہ تیجہ اور دسویں کے دن میت کی روح کو کھانا پہنچانا اور پھول تقسیم کرنا کہاں سے ثابت ہے؟ میرے مخدوم محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کھانا کھلانا اور بلا پابندی رسم ورواج اور بلا دکھاوے کے اس کا ثواب میت کو پہنچانا بہت اچھا ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے لیکن تعین وقت کی کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے اور تیجے کے دن مردوں میں پھول کی تقسیم بدعت ہے۔''

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م ۸۰۰ھ) فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں سوئم کے روز میت کی زیارت کے واسطے شربت و برگ و میوہ لے جاتے ہیں اور کھاتے ہیں، صندوق لے جاتے ہیں اور سیپارے خوانی کرتے ہیں یہ مکروہ ہے۔'' (الدر المنظوم: ۷۸۳)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست۔ (مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۷۷)

''تیسرا دن بطور خاص مقرر کرنا اور اسے ضروری سمجھنا شریعت محمدیہ میں کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔''

سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

کنا نری الاجتماع الی اهل المیت و صنعهم الطعام من النیاحة۔

''ہم مردے کے گھر والوں کے پاس جمع ہونے اور ان کا کھانا پکوانے کو نوحہ گری سمجھتے تھے''۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۶)

علامہ ابن ہمام الحنفی فرماتے ہیں: ویکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل

الميت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة روى الامام احمد و ابن ماجه با سناد صحيح من جرير بن عبدالله۔

''میت والوں کی طرف سے ضیافت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ ضیافت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غمی کے موقع پر اور یہ ضیافت نہایت قبیح بدعت ہے جیسا کہ امام احمدؒ اور ابن ماجہ نے جریر بن عبداللہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے''۔(فتح القدیر ص ۱۰۲ ج ۲)

ملاعلی قاری فرماتے ہیں: **بل صح عن جرير كنا نعده من النياحة وهو ظاهر في التحريم۔** مرقات ج۱۔ص ۱۵۱)

''بلکہ حضرت جریر کی حدیث سے ثابت ہے کہ میت کے گھر سے کھانے کو حضرات صحابہ کرامؓ نوحہ کی طرح سمجھتے تھے اور ظاہر ہے کہ ایسا کھانا حرام ہے''۔

فقہائے کرام اور اکابرین امت کی تمام عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مروجہ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، چہلم، برسی وغیرہ تمام کے تمام شنیع بدعت اور غیر مشروع عمل ہے جس کا شریعت محمدیہ ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلا رسمی ورواجی پابندیوں کے اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ خیرات کیا جائے اور اس کا ثواب اموات تک پہنچایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ یہ احسن اور اموات کے لئے فائدہ مند عمل ہے، شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے: **في دعاء الاحياء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم** ۔زندوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ کرنا ان کے لئے نفع بخش ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں: تیسرے دن کا مجمع میت کے واسطے اولا مشابہت ہنود کی کہ ان کے ہاں تیجہ ضروری رسم جاری ہے حرام ہوگا بسبب مشابہت کے **قال عليه السلام من تشبه بقوم فهو منهم** (نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا'') ثانیاً تقرر کرنا تیسرے دن کا یہ خود بدعت ہے اور اس کی کچھ اصل شرع میں نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۶۵)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

''تیجہ، دسواں، چالیسواں بطور رسم کرنا بدعت ہے کیونکہ شریعت نے ایصال ثواب اور صدقہ وخیرات کے لئے کسی تاریخ، کسی دن اور کسی زمانے اور کسی کھانے اور کسی چیز کی

تخصیص نہیں کی ہے۔'' (کفایت المفتی ص۲۱۷ ج ۱)

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود فرماتے ہیں کہ واضح رہے کہ چالیسویں پر جو طعام پکایا جاتا ہے، شرع میں اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ایک رسم اور بدعت ہے۔

(فتاویٰ مفتی محمود: ۱/۱۹۰)

خانصاحب بریلوی کا فتویٰ

مولوی احمد رضا خان بریلوی تیجے، ساتویں اور چالیسویں کے متعلق لکھتے ہیں:

''اولاً یہ دعوت خود ناجائز و بدعت شنیعہ وقبیحہ ہے امام احمد اپنی مسند اور ابن ماجہ سنن میں سند صحیح حضرت جریر بن عبداللہؓ سے راوی ہیں: **کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة** ۔ہم گروہ صحابہؓ اہل میت کے یہاں جمع ہونے ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں ناطق ہیں۔

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا نابالغ بچہ ہوتا ہے یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونهم ناراً و سیصلون سعیرا.

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کی گہرائی میں جائیں گے۔

ثالثاً: یہ عورتیں جمع ہوتی ہیں، افعال منکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلا کر رونا، پیٹنا، بناوٹ سے منہ ڈھانکنا الی غیر ذالک۔ اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں، دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔

رابعاً: اکثر لوگوں کو اس رسم شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کے لئے پان چھالیہ کھانا کہاں سے لائیں اور بارہا ضرورت قرض لینی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کے لئے، پھر اس

کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سودی ملا تو حرام حاصل ہو گیا اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا کہ بے ضرورت شرعیہ سود دینا بھی سود لینے کے مثل باعث لعنت ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت وممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی رسوم شنیعہ جن سے ان کے دین ودنیا کا ضرر ہے، ترک کردیں اور طعن بے ہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ (احکام شریعت: ۳/۶۱ تا ۶۴)۔

ایک اور حضرت مولوی امجد علی رضا خانی لکھتے ہیں کہ میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز وبدعت قبیح ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غمی کے وقت (بہار شریعت: ۳/۱۵۹)

ایک اور بریلوی حضرت مولوی حشمت علی رضوی رضا خانی لکھتے ہیں کہ اہل میت کے یہاں کا کھانا کھانا، ان کی ضیافت کو قبول کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں یہ بہت بری رسم ہے کہ اہل برادری میت کے یہاں جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں، پان تمباکو وغیرہ چیزوں میں ان کا خرچ کراتے ہیں اور اہل میت مجبوراً ایسا کرتے ہیں بلکہ بہت سے بدنامی کے باعث قرض لے کر یتیموں کا مال اس میں صرف کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا اور بہت بچنا چاہئے۔ (اسوہ حسنہ: ۱۲از مولوی حکیم حشمت علی)

بریلوی پارٹی کے ایک اور حضرت مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں کہ اگر سب بالغ ہیں تو ترکہ میت سب ان کی ملک ہو گیا۔ اس کا صرف کردینا میت کے ایصال ثواب میں جائز نہیں نہ کپڑا، نہ کھانا، نہ روپیہ، نہ پیسہ..........فقط تجہیز وتکفین میں جو اٹھے وہی درست ہے اور بس۔ اور اگر بعض وارث نابالغ ہیں تب بھی نابالغوں کا حصہ کل اشیاء ترکہ میں مشترک ہے، اس کا صرف کرنا بھی ایصال ثواب کے لئے جائز نہیں الخ۔ (انوار ساطعہ: ۱۲۵)

خان صاحب بریلوی کے حلقہ بگوشوں کو چاہئیے کہ علماء دیوبند کے ساتھ ان رسومات تیجہ، جمعرات، چالیسواں وغیرہ بدعات کے متعلق بحث مباحثہ بند کر کے اپنے اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ کی پیروی کرتے ہوئے ان بدعات قبیحہ وشنیعہ سے توبہ کریں اور اپنے جاہل مقتدیوں کو بھی سمجھا دیں کہ یہ تمام ہندوانہ رسومات ہیں جن کا شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

مفتی احمد یار خان بریلوی لکھتے ہیں نیز اگر میت کی فاتحہ میت کے ترکہ سے کی ہو تو

خیال رہے کہ غائب وارث یا نابالغ کے حصے سے فاتحہ نہ کی جائے یعنی اولاً مال میت تقسیم ہو جائے پھر کوئی بالغ وارث اپنے حصہ سے یہ امور خیر کرے ورنہ یہ کھانا کسی کو بھی جائز نہ ہوگا کہ بغیر مالک کی اجازت یا بچہ کا مال کھانا ناجائز ہے یہ ضروری خیال ہے۔

(جاء الحق ص ۲۵۶)

مگر ہمارے ہاں نہ کھلانے والے اس کا خیال کرتے ہیں اور نہ کھانے والے بلکہ خیرات کے نام سے لوگ جب تیجے کے پلاؤ اور بریانی کی خوشبو سونگھتے ہیں تو کون یہ خیال کرتا ہے کہ ورثاء میں کوئی غائب یا نابالغ تو نہیں پھر تو الغث من العث والا معاملہ شروع ہوتا ہے اور ہر آدمی ہڑپ کرتا جاتا ہے۔

گھر کی گواہی

اہل بدعت فاضل حلبی اور ملا علی قاری کی بعض عبارات کو طعام میت کے جواز پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں ان کے متعلق احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں: **ولو رأى الفاضلان الحلبی و القاری ما علیه بلادنا طلقا القول جازمین بالتحریم و لا شک ان فی ترخیصه فتح باب لشیطان رجیم و القاء المسلمین لاسیما اخفاء ذات الید فی خرج عظیم و ضیق الیم۔** (احکام شریعت: ۳/ ۱۹۷)

اگر فاضل حلبی اور ملا علی قاری ہمارے شہروں کے رسم ورواج کو دیکھتے تو قطع و یقین کے ساتھ حرام کہتے اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کی رخصت یعنی اجازت دینے میں شیطان مردود کے لئے دروازہ کھول دینا ہے اور مسلمانوں بالخصوص ناداروں اور تنگدستوں کو سخت تنگی اور مصیبت میں ڈالنا ہے، خان صاحب بریلوی کے اس فتوے کے بعد کیا کسی بریلوی کو ان رسومات کے متعلق بحث مباحثہ کی کیا ضرورت رہتی ہے؟ لیکن جب پیٹ کی بات آتی ہے تو اہل بدعت اپنے اماموں اور مقتداؤں کے فتوؤں کو بھی روند ڈالتے ہیں اور بہر صورت حرص وہوس کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سالانہ چالیسواں ساتواں اور تیجہ جہل مرکب اور حرص وہوس کا نتیجہ

بوقت اذان انگوٹھے چومنا

حضور نبی کریم ﷺ تمام انسانیت کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے تھے اور آپ ﷺ کا ہر ہر عمل صحابہ کرامؓ نے اپنے شب و روز کے اعمال میں محفوظ کر کے اگلی نسلوں تک منتقل کیا۔ آپ ﷺ کے تمام ارشادات بھی ابھی تک محفوظ ہیں جن میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے حدیث کی تمام کتابوں میں کتاب الاذان موجود ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے وقت کی اذان کے جملہ کلمات اور اذان کا جواب اور اذان کے بعد دعا کا تذکرہ ہے اور اذان کی مکمل کیفیت کا ذکر ہے لیکن حدیث کی کسی کتاب میں انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں ملتا اگر اگر یہ اتنا اہم اور باعث ثواب عمل ہوتا تو محدثین عظام اس پر بھی کوئی باب باندھ کر اس کے متعلق روایات جمع کر لیتے لیکن احادیث کا تمام ذخیرہ اس چیز سے خالی پڑا ہے اور جو روایت اس کے متعلق بیان کی جاتی ہے وہ مسند فردوس کے حوالے سے تذکرۃ الموضوعات اور الموضوعات الکبیر کی ایک من گھڑت روایت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے جب موذن کا یہ قول ان محمد رسول اللہ سنا تو اپنی انگلیوں کے باطنی حصوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے اس پیارے کی طرح کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اہل بدعت نے اس بناوٹی روایت کو دلیل بنا کر انگوٹھے چومنے والا عمل شروع کیا حالانکہ اس روایت کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے اور یہ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ پر صریح بہتان ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہے: من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار ۔ جو شخص میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے وہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانہ تیار کر لے۔ چنانچہ علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں و لا یصح (تذکرۃ الموضوعات ص ۳۶) کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ملا علی قاری سخاوی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں لا یصح (الموضوعات الکبیر ص ۷۵) یہ انگوٹھے چومنے والی روایت صحیح نہیں ہے اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو تمام صحابہ کرامؓ انگوٹھے چومتے لیکن صحابہ کرامؓ، تبع تابعین میں سے کسی کی زندگی میں انگوٹھے چومنے کا تذکرہ

نہیں ملتا اسی روایت کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: **الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه ﷺ عن الموذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات۔** (تیسیر المقال للسیوطی)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

بعض روایات اس بارے میں نقل کی ہیں جو ثابت نہیں ہیں اور قول وفعل رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرامؓ سے یہ عمل ثابت نہیں ہے پس ترک اس کا احوط ہے بوقت اذان جو کلمات منقول ہیں اس کو معمول بنانا چاہئے احداث فی الدین نہ کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۲ ص ۱۲۵) علامہ شامی نے قہستانی سے اس کا استحباب نقل کرنے کے بعد جراحی سے نقل کیا ہے: **ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیءٌ** (شامی ج ۱ باب الاذان) اور کسی حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور جب کسی حدیث میں ثبوت نہیں ہے تو پھر یہ سنت کیسے ہو سکتا ہے اور جب سنت نہیں ہے اور پھر بھی اس (انگوٹھے چومنے) پر اتنا زور لگایا جاتا ہے کہ سنت سے بھی زیادہ اس کی تاکید کی جاتی ہے اور عوام اس کو سنت سے بھی زیادہ ضروری سمجھتے ہیں، نہ کرنے والے، پر طعن کرتے ہیں لہٰذا اس کا چھوڑنا ضروری ہے اور کرنے والا بدعت کا مرتکب ہو کر گناہ گار بنے گا۔

وہ حدیثیں جن میں موذن سے کلمہ شہادت میں آنحضرت ﷺ کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں اسی طرح ایک دلیل انجیل برناس سے لے کر اہل بدعت مولویوں نے انگوٹھے چومنے کا جواز فراہم کیا ہے۔ مفتی احمد یار خان رضا خانی نے انجیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آدم نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (انجیل برناس ص ۶۰ بحوالہ جاء الحق ص ۳۷۹، ۳۸۰) ماشاء اللہ کیا کمال تحقیق ہے کہ قرآن و حدیث میں جو چیز نہ ملی تو وہ انجیل سے برآمد کر لی گئی اور اسی کو دین کا نام دے کر جاہل عوام کے ایمان وعمل پر ڈاکہ ڈالا گیا۔

حضرت شرف الدین یحییٰ منیری (م ۷۸۶ھ) کا ارشاد

کسی شخص نے اذان میں نبی کریم ﷺ کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو مخدوم (شرف الدین یحییٰ منیری) نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کسی کتاب میں اس کے جواز کے بارے میں نہیں پڑھا اور جو کتابیں ان کے پاس ہیں ان میں بھی کہیں اس کا ذکر نہیں آیا۔ (زین بدر عربی معدن المعانی: ۱۱۶، نماز مسنون: ۲۵۹)

مولانا ضیاء الدین سنامی کا ارشاد

مخدوم (شرف الدین یحییٰ منیری) صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا ضیاء الدین سنامی محدث بھی تھے اور مفسر بھی۔ ایک روز ان کے وعظ میں مخدوم صاحب بھی شریک تھے، اتفاق سے کسی شخص نے ان سے انگوٹھے چومنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کتابوں میں یہ مسئلہ کہیں نظر نہیں آیا۔ (نماز مسنون: ۲۵۹)

حضرت صوفی عبدالحمید سواتی (م ۲۰۰۸ء) کا ارشاد

محدث دوراں، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی جو روایات جواز میں پیش کی جاتی ہیں، وہ قابل اعتبار نہیں۔ بڑے بڑے محدثین کرام مثلاً علامہ شمس الدین سخاوی، ابن طاہر فتنی، زرقانی مالکی، ملا علی قاری حنفی، علامہ عینی حنفی، علامہ جلال الدین السیوطی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل غیر مشروع اور ممنوع ہے اور ان احادیث کے خلاف ہے جو صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں، جن میں اذان کے جواب کا طریقہ سکھلایا گیا ہے۔ (نماز مسنون: ۲۵۷)

مفتی کفایت اللہ (م ۱۹۵۲ء) کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

''اذان میں کلمہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھوں کو چومنا اور

آنکھوں سے لگانا کوئی شرعی حکم نہیں ہے اس کے متعلق جو روایات مسند فردوس وغیرہ میں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں بعض بزرگوں نے اس فعل کو آنکھوں کی بیماری سے محفوظ رہنے کا ایک عمل قرار دیا ہے تو یہ شرعی بات نہ ہوئی اگر اس کو یہ سمجھ کر کرے کہ اس عمل کو کرنے سے آنکھیں نہیں دکھتیں تو اسے اختیار ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ عمل نہ کرے تو اسے مجبور نہ کیا جائے نہ اس پر اعتراض کیا جائے کیونکہ عملیات وتعویزات کوئی شرعی چیز نہیں ہے ہر شخص کو حق ہے کہ کوئی عمل کرے اور تعویذ باندھے یا عمل نہ کرے اور تعویذ نہ باندھے۔" (کفایت المفتی ج ۳ ص ۱۸)

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

سوال: اکثر مخلوق خدا کا یہ طریق ہے کہ وقت اذان اور وقت فاتحہ خوانی یعنی پنجایت پڑھنے کے وقت انگوٹھے چومتے ہیں اور علماء بھی درست بتلاتے ہیں اور حدیث شریف سے ثابت کرتے ہیں، آیا یہ قول درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب: اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا، آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں، جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے، کلام سے خالی نہیں، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون وموکد جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے وہ بے شک غلطی پر ہے، ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے۔ (ابر القال فی استحسان قبلہ الاجلال: ۱۰)

مفتی عبدالرحیم لاجپوری لکھتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک اذان کے علاوہ فاتحہ خوانی وغیرہ مواقع پر تقبیل ابہامین کا کسی کتاب سے ثبوت نہیں ہے، لہذا وہ مانتے ہیں کہ نہ چومنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ اذان کے وقت بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں مانتے اور چومنے کو مسنون اور حدیث کو صحیح کہنے والے کو اور سمجھنے والے کو نیز نہ چومنے والے کو برا ماننے والے کو غلطی پر سمجھتے اور مانتے ہیں، اذان کے وقت چومنے کی احادیث کو ضعیف اور مجروح مانتے ہیں اور شرائط ذیل سے چومنے کی اجازت دیتے ہیں: مسنون عقیدہ نہ رکھے، اس کے

متعلق جو حدیث وارد ہے اس کو صحیح نہ سمجھے، نہ چومنے کو برا نہ جانے۔ یہ ہے مسئلہ کی سچی حقیقت، جس کو سنی وھابی بلکہ اسلام و کفر کی علامت بنالی گئی ہے۔ افسوس صد افسوس!

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

(فتاویٰ رحیمیہ ۸۹/۲)

مگر اہل بدعت انگوٹھے نہ چومنے والوں پر گستاخ رسول کا فتویٰ داغ کر اپنے اعلیٰ حضرت کی بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان موضوع اور مجروح روایات کو بڑی سریلی آوازوں میں بیان کرکر کے اپنی جہالت کا اعلان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے ارشادات سے حکم عدولی کرر ہے ہیں۔

۲۔ ایک رضا خانی مولوی مختار احمد انگوٹھے چومنے کی ایک انوکھی دلیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سید الکائنات نے کیا بیعت رضوان کے موقع پر اپنے بائیں ہاتھ کو سیدی حضرت عثمان کا ہاتھ نہ ٹھہرایا؟ کیا سید الکائنات نے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے سیدی حضرت عثمان کی بیعت نہ لی؟ اگر ہم اپنے انگوٹھوں کو اذان میں سید الکائنات کے انگوٹھے سمجھ کر انہیں بوسہ عقیدت دیں تو یہ ناجائز کیسے ہو گیا؟ کیا صحیح بخاری میں اس کی اصل نہیں ملتی کہ سید الکائنات نے اپنے ہاتھ کو سیدی حضرت عثمان کا ہاتھ ٹھہرایا اور پندرہ سو صحابہ نے اس پر سکوت کیا۔ کسی نے نکیر نہ کی۔ کیا صحابہ کا اجماع حجت نہیں ہے؟ (اشتہار واجب الاعتبار مختار احمد مطبوعہ کانپور)۔

سبحان اللہ! اس انوکھی تحقیق پر اس مجتہد اجہل کو داد دیجئے۔ ایسے جاہل جب اجتہاد کریں گے تو اسی طرح گل کھلائیں گے۔ اس جاہل کے کس کس لفظ پر رد کیا جائے؟ کیا صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے کسی عمل پر نکیر کر سکتے تھے؟ کیا پیغمبر علیہ السلام کے عمل پر نکیر کرنے سے ان کی شان صحابیت باقی رہ سکتی تھی؟ کیا صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے کسی عمل پر نکیر کرنے کی جرأت کر سکتے تھے؟ وہاں صحابہ کرام کا سکوت حجت نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کا عمل حجت

ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ہر عمل وحی الٰہی ہوتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آنحضرت ﷺ کا یہ عمل کہ اپنا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے دیا، اسی وحی کے تحت تھا۔ مگر رضا خانیوں پر کون سی وحی آتی ہے کہ اپنے انگوٹھوں کو آنحضرت ﷺ کے انگوٹھے قرار دے کر چومو۔ پھر حضرت عثمان کا احترام رسول دیکھیں، فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے حضور ﷺ کی بیعت کی، میں نے اپنے اس ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھوا (ابن ماجہ: ۲۷)۔ اور رضا خانیوں کا عمل بھی دیکھیں کہ اذان کے وقت اپنے انگوٹھوں کو آنحضرت ﷺ کے انگوٹھے قرار دے کر چومتے ہیں اور دن میں کم از کم پانچ مرتبہ انہی انگوٹھوں سے اپنی غلاظت بھی صاف کرتے ہیں۔ دوسروں پر گستاخ رسول کے فتوے داغنے والے کس دیدہ دلیری کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی گستاخی کرتے ہوئے نہیں شرماتے؟ اپنے غلاظت بھرے انگوٹھوں کو آنحضرت ﷺ کے انگوٹھے قرار دے کر چومنا گستاخی کی انتہا نہیں؟ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

بڑے خان اور چھوٹے خان میں اختلاف

مولوی احمد رضا خان بریلوی جس درجے میں بھی اس مسئلے کا اقرار کرتے ہیں، وہ مسئلہ انگوٹھے چومنے کا ہے، انگلیاں چومنے کا نہیں۔ اور مفتی احمد یار خان انگوٹھے چومنے کی بجائے انگلیوں کے چومنے کے قائل ہیں۔ احمد رضا خان انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنے کا مسئلہ بیان کرتے ہیں مگر مفتی احمد یار خان انگلیوں کے اندر کے حصوں کو چومنے کے قائل ہیں۔ احمد رضا خان کی کتاب منیر العینین فی تقبیل الابہامین انگوٹھوں کے حق میں ہے مگر مفتی احمد یار خان کو انگلیوں کی عادت تھی۔ بریلویوں میں دونوں عادتیں جاری ہیں۔ ایک دفعہ دونوں گروہوں کے کچھ لوگ بات کے تصفیئے کے لئے بیٹھے کہ انگوٹھے چومے جائیں یا انگلیاں۔ مسئلے کا فیصلہ تو ان میں نہ ہو سکا البتہ محمد عمر اچھروی نے دونوں میں اس طرح صلح کرا دی کہ سری نمازوں کی اذان میں انگلیاں اور جہری نمازوں کی اذان میں انگوٹھے چومے جائیں۔ سنا ہے دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ (مطالعہ بریلویت: ۶/۲۱۲)

ماشاء اللہ! کیا عجیب مسلک ہے، خود ساختہ اختلافات کے خود ساختہ فیصلے، جیسے

مولوی ایسے مسئلے، جیسے مسئلے ایسے قاضی، جیسے قاضی ایسے فیصلے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قرآن وحدیث اور فقہائے کرام کی طرف رجوع کرتے کہ قرآن وحدیث میں کس طرح وارد ہوا ہے۔ یا فقہاء ومجتہدین نے کیا لکھا ہے۔ لیکن وہ مسئلہ قرآن وحدیث اور فقہاء ومجتہدین سے متعلق تھا ہی نہیں بلکہ بریلویت کی خانہ ساز فیکٹری کا ایجاد کردہ مسئلہ تھا، گھر کا مسئلہ گھر ہی میں حل ہو گیا۔

مروجہ ختم قرآن

جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن اگر اس کے لئے کوئی زندہ آدمی کوئی عمل کرے مثلاً کوئی مسجد تعمیر کرے یا کسی غریب کو کپڑے پہنائے یا کھانا کھلاوے یا نقد روپیہ پیسہ کسی غریب محتاج کو دے دے یا نفل نماز پڑھے یا نفل روزہ رکھے یا کوئی اور نیک عمل کر کے اس کا ثواب میت کو بخش دے تو یہ ثواب اس تک پہنچتا ہے اور کرنے والا بھی محروم نہیں رہتا اسے بھی ثواب ملتا ہے لیکن اس میں بھی طریقہ وہی معتبر ہوگا جو قرآن و حدیث وخیر القرون سے ثابت ہو ورنہ سارے اعمال ضائع ہو کر کرنے والا بجائے ثواب کے گنہگار ہوگا جسطرح ہمارے زمانے میں یہ رواج ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے چند مولویوں کو بلا کر ختم قرآن کیا جاتا ہے اور پھر ان مولویوں کی کھانے، چائے وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ کچھ نقدی بھی انہیں دی جاتی ہے کیا اس طریقہ سے ایصال ثواب ہوتا ہے اور یہ طریقہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے یا مخالف؟

فقہائے کرام کی تمام عبارتیں اس معاملہ میں مروجہ ختم قرآن کے بالکل مخالف ہیں اور خود قرآن بھی اس چیز کا شدید مخالف ہے۔ ارشاد ہے۔ ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا۔ ''میری آیتوں کے بدلے دنیا کا مال نہ خریدو۔''

اور حدیث میں ہے جو شخص قرآن کو ذریعہ معاش بنائے گا قیامت کے دن اس کا چہرہ محض ہڈی ہوگا اس پر گوشت نہیں ہوگا۔

فقہائے کرام نے بھی اس طریقہ پر ختم کرنے کی مخالفت کی ہے اور اس کو غیر شرعی قرار دیا ہے علامہ بدرالدین عینی الحنفی لکھتے ہیں:

الاخذ والمعطی اثمان فالحاصل ان ما شاع فی زماننا من قراءة

الاجزاء بالاجرۃ لا تجوز ۔ (بنایہ شرح ھدایہ ج ۳ ص ۶۵۵) قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے والا اور دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں حاصل یہ کہ ہمارے زمانہ میں جو قرآن کریم کے پاروں کا اجرت کے ساتھ پڑھنا رائج ہو چکا ہے یہ جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی فتاویٰ بزازیہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واتخاذ الدعوۃ لقراۃ القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام والاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ (ردالمختار شامی ص ۶۶۴ ج ۱)۔

''اور ایصال ثواب کے لئے اور قراء کو ختم قرآن کے لئے یا سورۃ انعام واخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ کہ قراۃ قرآن کے وقت کھانے کے لئے طعام تیار کرنا مکروہ ہے۔''

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

''واما قراۃ القران واھدائھا لہ تطوعا بغیر اجرۃ فھذا یصل الیہ کما یصل ثواب الصوم والحج (کتاب الروح ص ۱۷۵)۔

''قرآن کریم کا اجرت کے بغیر پڑھ کر بطور تبرع کے اس کا ثواب میت کو بخشنا صحیح ہے اور اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے جس طرح کہ روزہ اور حج کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔''

حضرت ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں:

ثم قراۃ القرآن واھدائھا لہ تطوعا بغیر اجرۃ یصل الیہ

(شرح فقہ اکبر ص ۱۶۰)

''قرآن کریم کا بغیر اجر ب کے محض اللہ کے لئے پڑھ کر اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا درست ہے۔''

علامہ صدر الدین الدمشقی (م ۷۴۶) لکھتے ہیں:

''واما استیجار قوم یقرأون القرآن ویھدونہ للمیت فھذا لم یفعلہ احد من السلف ولا امر بہ احد من الائمۃ الدین ولا رخص

فيه و الاستيجار عن نفس التلاوة غير جائزه بلا خلاف

(شرح عقيدة الطحاويه ص ۳۸٦).

''اجرت پر قرآن کریم کی تلاوت کر کے اس کا ثواب میت کو ہدیہ کرنا سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا اور نہ حضرات ائمہ دین میں سے کسی نے اس کا حکم اور اجازت دی ہے نفس تلاوت پر اجرت نا جائز ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔''

تمام علماء امت اور فقہائے دین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینا حرام ہے اور جب پڑھنے پڑھانے والے دونوں حرام کاری کے مرتکب ہو گئے تو میت کو ثواب کیسے پہنچ گیا؟ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

عادت نبوی نہ بود کہ برائے میت در غیر وقت نماز جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند زبر نسر گور و نہ غیر آں و ایں مجموعہ بدعت است و مکروہ (شرح سفر السعادت ص ۲۷۳)

''حضور نبی کریم ﷺ کی عادت نہیں تھی کہ میت کے لئے وقت نماز کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن خوانی کریں اور ختم پڑھیں نہ قبر اور نہ کسی دوسری جگہ، یہ ساری چیزیں بدعت اور مکروہ ہیں۔''

علامہ ابن عابدین شامیؒ ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

واخذ الاجرة على الذكر وقرأة القرآن وغير ذالك مما هو مشاهد في هذه الازمان وما كان كذالك فلا شك في حرمته و بطلان الوصية به ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم (ردالمحتار ص ۶٦۴ ج ۱)۔

''ذکر اور قرآن کریم وغیرہ پڑھنے پر اجرت کا لینا جو آج کل اس زمانہ میں دیکھا جا رہا ہے اور جو اس طرح ہو تو اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کی وصیت کے باطل ہونے میں **ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم**۔''

علامہ عبدالحی لکھنوی نے حضرات فقہائے کرام کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اجرت لے کر قرآن کریم پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا باطل ہے۔ نہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۸۷ ج ۲)

کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے: واتخاد الطعام عند قراۃ القرآن یکرہ۔

''قرآن خوانی کے وقت کھانا کھلانا مکروہ ہے''۔ (کبیری)

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

ولم یکن من ھدیہ ان یجتمع للعزاء ویقرأ لہ القران لا عند قبرہ ولا غیرہ و کل ھذہ بدعۃ حادثہ مکروھۃ (زاد المعاد: ۱/۱۵۰)

آنحضرت ﷺ کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ تعزیت کے لئے جمع ہوں اور قرآن خوانی ہو نہ قبر کے پاس نہ کسی اور جگہ، یہ سب باتیں بدعت ہیں، ایجاد کردہ ہیں مکروہ ہیں۔

ایصال ثواب کے لئے بہترین طرز عمل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

جس طریق سے آج کل قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے، یہ صورت مروجہ تو ٹھیک نہیں۔ ہاں احباب خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق پڑھ کر ثواب پہنچادیں۔ باقی اجتماعی صورت اس میں مناسب نہیں۔ چاہے تین بار قل ھواللہ ہی پڑھ کر بخش دیں جس سے ایک قرآن کا ثواب مل جائے گا۔ یہ اس سے اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کئے جائیں۔ اس میں اکثر اہل میت کو جتلانا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا تو وہ اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ فرق خلوص اور عدم خلوص ہی کا تو ہے۔ کیونکہ جو خلوص ایک صحابی کو ہوگا وہ غیر صحابی کو نہیں ہو سکتا۔ (انفاس عیسیٰ: ۲/۲۱۵)

علامہ گنگوہیؒ کا فتویٰ

فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

''پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے، وہ اجرت ان کے پڑھنے کی ہے اور جو پڑھائی

کہ اجرت پر ہوتی ہے، اس کا ثواب نہ پڑھنے والے کو ہوتا ہے اور نہ مردہ کو۔ لہذا یہ فعل ان کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام اور موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ ہے۔ مردہ کو اس کا ثواب نہیں ہوتا اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں۔ لہذا اس کام کا ترک کرنا بھی واجب ہے۔ اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچادے اور تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جائے۔ نفس ایصال ثواب کوئی منع نہیں کرتا اگر بلا تعین ہو۔ مگر ان قیود خصوصیات کے ساتھ بدعت ہے اور ثواب بھی نہیں پہنچتا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ص)

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

"بلا اجرت بہ نیت ایصال ثواب قرآن مجید پڑھنا خواہ قبر پر ہو یا کہیں اور جائز ہے اور ایصال ثواب کے لئے اجرت دے کر پڑھوانا اور اجرت لیکر پڑھنا ناجائز ہے۔"

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ایصال ثواب کی غرض سے قرآن مجید کی تلاوت یا کلمہ شریف کے ختم یا کسی اور ذکر و قرأت پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے، فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔"

(کفایت المفتی ص ۱۲۶ ج ۴)۔

خان صاحب بریلوی کا فتویٰ

مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

"تلاوت قرآن عظیم پر اجرت لینا دینا حرام ہے اور حرام پر استحقاق عذاب ہے نہ کہ ثواب پہنچنے کا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو اتنے دنوں کے لئے معین داموں پر کام کاج کے لئے نوکر رکھ لیں پھر اس سے کہیں کہ ایک کام یہ کرو کہ اتنی دیر قبر پر پڑھ آیا کرو۔ یہ جائز ہے۔" (احکام شریعت ص ۶۳ ج ۱)

ماشاء اللہ! اپنی برادری کے لئے کیا حیلہ تجویز فرما دیا کہ اپنے مولوی صاحب کو کسی کام کاج یعنی بھینسیں یا بکریاں چرانے یا گھر میں جھاڑو مارنے یا برتن دھونے کے لئے نوکر رکھ لیں اور ساتھ ساتھ ختم بھی پڑھواتے رہیں۔ کیا ہی معزز و مہذب طریقہ تجویز فرما رہے ہیں اور اپنی مولوی برادری کی عزت نفس کو کس طرح نیلام کر رہے ہیں اعلیٰ حضرت صاحب مجدد مائتہ ما ضیہ۔ اہل بدعت پیٹ پرست مولویوں نے اپنے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو کس طرح پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس وقت تک ختم کے لئے تشریف نہیں لے جاتے جب تک اجرت طے نہ ہو۔ بلکہ ان کے ہاں تو کوئی عمل بھی بغیر اجرت اور کھانے پینے کے نہیں ہو سکتا۔ بچے کے کان میں اذان دینے سے نماز جنازہ اور پھر جمعرات کے دن ختم پڑھنے تک ہر عمل کی قیمت طے شدہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ان کو چاہئے کہ اپنے اعلیٰ حضرت صاحب کی نصیحت کے مطابق محلہ میں میت ہونے کے بعد میت اور اس کے ورثاء کے گھروں میں نوکریاں تلاش کریں تا کہ اعلیٰ حضرت صاحب کی روح بھی پرسکون رہے اور ان ہرجائی دریوزہ گروں کو بھی حلال روزی کمانے کا موقع میسر ہو۔

دریوزہ گران ملت کو نوید ہو
کہ حضرت نے عجیب حیلہ بتا دیا ہے
ختم پڑھنے کے لئے اپنے چیلوں چانٹوں کو
مجدد نے اک نسخہ کیمیا دے دیا ہے

محفل میلاد یا جشن عید میلاد النبی ﷺ

آنحضرت ﷺ کی ولادت کا تذکرہ اور آپ ﷺ کی سیرۃ مبارکہ کا بیان بلاشبہ خیر و برکت کا ذریعہ ہے اور بہت بڑا ثواب ہے۔ آپ ﷺ سے عشق و محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر مسلمان آپ ﷺ کی سیرۃ مبارکہ سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہو اور آپ ﷺ کی سیرۃ ہی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے۔ آپ ﷺ نے جس چیز کو پسند کیا اس کو پسند کرے اور جس چیز کو آپ ﷺ نے ناپسند کیا اس کو ناپسند کرے، اور آپ ﷺ کی سیرۃ مبارکہ میں غور و فکر کر کے دیکھے کہ خوشی کے وقت آپ ﷺ نے خوشی کا اظہار کیسے کیا اور غم میں کیسے صبر کیا؟ آپ ﷺ

کی عادات واخلاق کیسے تھے؟ آپ ﷺ نے کس طرح کا لباس زیب تن فرمایا؟ آپ ﷺ کے چلنے پھرنے کا انداز کیسا تھا؟ آپ ﷺ کی گفتگو اور تبسم کا کیا انداز تھا؟ آپ ﷺ کا مسلمانوں اور غیر مسلموں کیساتھ کیسا سلوک تھا؟ آپ ﷺ سوتے کیسے، جاگتے کیسے؟ آپ ﷺ نے گھر میں اوقات کیسے گزارے؟ بازار میں کیا عمل کیا؟ بڑوں چھوٹوں کے ساتھ کیسے پیش آئے؟

سچے عاشق رسول ﷺ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر عمل میں آپ ﷺ کی سنت کو اپنائے اور اسی میں اپنی کامیابی اور فلاح تصور کرے اور ہر اس عمل سے احتراز کرے جو آپ ﷺ کی سنت سے میل نہیں کھاتا۔ کیونکہ یہ شان عاشقی کے خلاف ہے کہ معشوق کی اداؤں کی خلاف ورزی کی جائے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ آج عاشق رسول ﷺ اسی کو سمجھا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کے مقابلہ میں اپنی خواہشات اور من گھڑت روایات، علاقائی رسومات اور قبیح بدعات پر عمل کرنے والا ہو۔ اور جو شخص جتنا ان بدعات وخرافات میں زیادہ منہمک ہے، وہ اتنا ہی زیادہ عشق رسول ﷺ کا مدعی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا، دلوں کی کیفیت بدلتی گئی۔ ایمان وعمل کے لحاظ سے مسلمانوں کی حالت بگڑتی گئی، نئی نئی ایجادات اور بدعات وجود میں آتے گئے اور دین کی شکل اختیار کر کے اسلام کی خوبصورت عمارت کو دیمک کی طرح چاٹ گئے۔ بالآخر اسلام کی عمارت منہدم ہوگئی اور اس کی جگہ بدعات وخرافات کی لمبی لمبی عمارتیں کھڑی کی گئیں۔ ان کی حفاظت اور ان کی تزئین و آرائش کے لئے کلمہ گو مسلمان ہر وقت مسلح ہو کر تیار کھڑے ہیں۔

شروع شروع میں محفل میلاد کے نام سے آنحضرت ﷺ کی ولادت اور محاسن کے تذکرے کی ابتداء ہوئی، پھر اس کے ساتھ کھانے پینے کی رسم چلی، پھر گانے بجانے کی رسم چل نکلی، پھر یہ سلسلہ رو بہ ترقی ہو کر ڈھول باجے، ناچ رنگ کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر عید میلاد النبی کے نام سے اس میں اور ترقی ہوئی اور اب جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے ہر سال اس بدعت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

عید کی وجہ تسمیہ

آنحضرت ﷺ کی ولادت کا دن منانے اور یادگار قائم کرنے کا سلسلہ جب سے شروع ہوا بتدریج اس میں بدعات وخرافات کا اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، نئی نئی رسموں اور جدید ناموں کے ساتھ یہ بدعات معاشرہ میں پھیلتی جارہی ہیں۔ ابتدا میں صرف محفل میلاد کے نام سے یہ مجلس جمتی تھی۔ پھر مولود شریف کی صورت اختیار کرگئی، پھر اسے عید میلاد النبی ﷺ کا نام دیا گیا۔ اور اب جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔

اہل علم لکھتے ہیں کہ عید (ع ی د) کا اصل مادہ عود ہے۔ اور عود کے معنی آتے ہیں ''لوٹ کر واپس آنا''۔ عید کو ''عید'' اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک بار ختم نہیں ہوتی، بلکہ ہر سال لوٹ کر واپس آتی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام میں صرف دو عیدوں کا ثبوت تو ملتا ہے، مگر تیسری عید کا نہ تو ثبوت ملتا ہے اور نہ اس کی کوئی اصل اور دلیل ہے۔

عید الفطر کو لیجئے! وہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے۔ اس کا سبب بھی ہر سال ہوتا ہے۔ یعنی رمضان کے روزے۔ ان کے اختتام پر بطور خوشی عید منائی جاتی ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ ہے، اس کا سبب بھی متکرر ہے۔ ہر سال ماہ ذی الحجہ میں حج کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے، مخصوص ارکان کی ادائیگی ان ایام میں ہوتی ہے، پھر قربانی جیسی عبادت انجام دی جاتی ہے، اس لئے عید الاضحیٰ بھی ہر سال ادا کی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا عید میلاد النبی ﷺ کا سبب بھی متکرر ہے؟ نہیں بالکل نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت تو ایک مرتبہ ہوئی، تو پھر اس عید کا سبب کیسے متکرر ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی قرآن وحدیث میں اس کا کوئی حکم ہے، نہ صحابہؓ نے اس دن کو بطور عید منایا، نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین، نہ ائمہ مجتہدین اور نہ سلف صالحین نے اس دن کو بطور یادگار منایا۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ ہندوؤں اور عیسائیوں کی تقلید ہے

برصغیر پاک وہند میں جب تک مسلمان حاکم تھے اپنے دین پر قائم بھی تھے لیکن

جب محکوم بن گئے تو پھر ان کے اندر بھی وہ چیزیں آ گئیں جو عیسائیوں اور ہندوؤں میں تھیں۔ کیونکہ یہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ محکوم اور غلام قومیں اپنے حاکم اور آقاؤں کے زیر اثر رہتی ہیں۔ان کے طور وطریق، رہن سہن اور طرز معاشرت کو اپنا لیتی ہیں اسی طرح مذہب اور عقیدے میں بھی انہی کی اتباع اختیار کر لیتی ہیں اور یہی کچھ ہندوستان میں ہوا جب مسلمان محکومی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے تو انہوں نے بھی عیسائیوں اور ہندوؤں کے طور طریق، لباس و پوشاک، عادات و خصلت، مذہب وعقیدہ اور وہ تمام رسومات اختیار کر لیں جو ہندوؤں میں پائی جاتی تھیں چنانچہ عید میلاد النبی ﷺ منانے کی رسم بھی ہندوؤں اور عیسائیوں سے لی گئی ہے۔عید میلاد النبی ﷺ میں رات کو چراغاں کیا جاتا ہے یہ ہندوؤں کی دیوالی کے مشابہ ہے، دیوالی کے دن پہلے دھن و دولت اور اقبال مندی کی دیوی لکشمی کی پوجا ہوتی ہے اور بعد کو چراغاں ہوتا ہے کبھی کبھی آتش بازی بھی چھوڑی جاتی ہے اور آپس میں مٹھائیوں اور تحائف کا لین دین ہوتا ہے۔(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر ص ۱۶۹)۔

ہولی موسم بہار سے متعلق ہے اس میں دیوتاؤں کے جلوس نکالتے تھے اور یہ اظہار خوشی کا موقع سمجھا جاتا تھا مذہبی قانون اس تہوار میں ضرورت سے زیادہ چھوٹ دیتا ہے ناچ گانا، الاؤ لگانا، رنگ کھیلنا اس کے اجزاء ہیں۔مسلمان اس موقع پر ہندوؤں سے کیسے پیچھے رہ سکتے تھے لہٰذا انہوں نے اس کی تقلید میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالنا شروع کیا اسی طرح عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت پر کرسمس ڈے مناتے ہیں جب عیسائیوں کی حکومت قائم ہوئی تو کچھ ان سے مجبور ہو کر یہ رسم چل نکلی چنانچہ چراغاں، آتش بازی، خوشی کے نغمے اور موسیقی کی ترنگ میں عیسائی کرسمس ڈے مناتے ہیں اور اسی طرح ہندوستان کے مسلمان بھی یہ رواج پکڑتے گئے پھول اور سبز جھنڈیوں سے بازاروں، گھروں اور مسجدوں کو سجانے لگے پھر محفل میلاد کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کا نام دے کر چراغاں اور آتش بازی کا مظاہرہ کرنے لگے، گانا بجانے کی جگہ قوالیوں نے لے لی اور بعض علاقوں میں تو ڈھول دھمکے، گانے بجانے سے عید میلاد النبی ﷺ کا جشن منایا جاتا ہے اور اسی کو عشق رسول سمجھ کر اپنی آخرت تباہ کی جاتی ہے۔

ہولی کے تہوار کی حقیقت

ہندوؤں کے مقبول ہرن کسب کی بہن کا نام ہولی تھا اس نے چاہا کہ اپنے بھتیجے کو ہلاک کرے اس نے پھاگن (مارچ) کے مہینے میں چند روز پر ہلاد کو راگ رنگ میں مشغول رکھا پھر اپنے اندر سے اس کو جلانے کے لئے آگ نکالی لیکن ہوا یہ کہ وہ خود اس آگ میں جل گئی اب ہندو اس کی یاد میں ہولی کا تہوار مناتے ہیں جس میں ہولی جلائی جاتی ہے، گانے بجانے ہوتے ہیں، ناچ رنگ میں گالی گلوچ ہوتی ہے، شراب پی جاتی ہے اور ان تمام کاموں کو ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ (تحفۃ الہند ص ۱۵۶)

مولوی عبدالسمیع بریلوی کی گواہی

مولوی عبدالسمیع بریلوی کو اس اقرار کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب انوار ساطعہ میں لکھتے ہیں:

''اسی طرح ممالک مغربی وغیرہ کے حدود قوم نصاریٰ سے ملحق ہیں جب وہ لوگ اپنے پیغمبر مسیحؑ کے یوم ولادت میں احتشام وشوکت ظاہر کرتے، فخر دکھلاتے تھے اور ضعفا اہل اسلام وہ ظاہری شوکت دیکھ کر افسردہ خاطر اور خستہ دل ہوتے تھے۔ تب ملوک مصر و اندلس و مغربی نے جو اہل اسلام تھے، قوم نصاریٰ سے بہت زیادہ رونق وجلال کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کے لئے اپنے نبی مختار ﷺ کے روز میلاد ماہ ربیع الاول میں تزک و احتشام ظاہر کیا تاکہ شوکت اسلامی ان کے مقابلہ میں بخوبی ظاہر ہو۔ اور طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور پر حضرت کا جاہ وجلال اور جمال وکمال کل عالم پر ہر طرف مشہور و منتشر ہو۔'' (انوار ساطعہ ص ۱۷۱)

حالانکہ نصاریٰ نے عید مسیح علیہ السلام چھٹی یا ساتویں صدی میں شروع نہیں کی بلکہ وہ تو شروع سے عید مسیح مناتے چلے آئے ہیں اور آغاز اسلام کے وقت بھی وہ یہ دن مناتے تھے، خیر القرون کے زمانہ میں بھی وہ یہ عید مناتے تھے اور اسلامی حکومت کی سرحدیں نصاریٰ کے ممالک سے متصل تھیں۔ لیکن کسی صحابی یا تابعی نے اسلام کی شان وشوکت کو ظاہر کرنے کے

لئے عید میلا دنہیں منائی بلکہ اسلام کی شان وشوکت کو ظاہر کرنے کے لئے بھوک، پیاس، ماں باپ، بیوی بچوں کی جدائی برداشت کر کے جہاد کرتے رہے، اپنے خون کا نذرانہ دے کر جسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا کر اسلام کی شان وشوکت کو ظاہر کرتے رہے۔ اگر اس طرح اسلام کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا تو صحابہ کرام عیسائیوں کے مقابلے میں دن مناتے اور آرام سے گھروں میں بیٹھ کر ذکر کرتے۔ لیکن اسلام کی شان وشوکت کو ظاہر کرنے کا یہ طریقہ نہیں جو بریلوی ذہنیت کا تراشیدہ ہے۔

دین کے ساتھ مذاق

اذا فاتک الحیاء فافعل ما شئت ۔ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن یہ مضمون شورش کاشمیری کی زبان سے:

غلغلہ اسراف کا خیر البشر کے نام پر
میں سمجھتا ہوں نئی افتاد ہے اسلام پر
جھنڈیوں کے جھرمٹوں میں قمقموں کا پیچ و تاب
زاویے بناتی ہوئی رعنائیاں ہر گام پر
یار لوگوں میں نئے عنوان سے چندے کی طلب
حیف اس انداز پر افسوس ان ایام پر
مسجد نبویؐ کی نقلیں کوچہ و بازار میں
دید و دل نقش بر دیوار ہیں اصنام پر
بج رہے ہیں ڈھول تماشے، تالیاں، چمٹے، رباب
کس مزے سے عید میلاد النبیؐ کے نام پر
دین قیم سرنگوں نالہ بلب روح حجاز
مفتیان دین بازاری کے ذوق خام پر
کٹ کھنوں کے ہاتھوں میں میرا م کا تذکرہ
عرش اعظم کانپتا ہے اس مذاق عام پر

انڈے پھرتے ہیں شورش واعظان بے لگام
کھینچ کر تنسیخ کا خط شرع کے احکام پر

برصغیر میں مجلس میلاد کی ابتداء

برصغیر میں انگریز کی آمد سے پہلے ۱۲ ربیع الاول کو میلاد منانے کا کوئی رواج نہیں تھا دہلی کے مسند حدیث کا فیض پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے جانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی اس مسند حدیث کے صدر نشین تھے انگریز اپنے ملک کرسمس اپنے ملک میں قومی سطح پر مناتے ہیں انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں اس موضوع کی آبیاری کی اور کچھ ایسے پیٹ پرست علماء لا کھڑے کئے جو دہلی کی مسند حدیث کے خلاف عدم اعتماد کی فضا پیدا کریں اور عیسائیوں کی طرح ہندوستان میں مسلمان بھی ایک مجلس قائم کریں اور یہ مسلمان یاد ولادت اور اس کے جشن میں ایسے کھو جائیں کہ انگریزوں کے لیے ان کے پیغام رسالت کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

چنانچہ برصغیر میں سب سے پہلے محفل میلاد کی ابتداء 1903ء میں ہوئی جو کہ ریاست ٹونک کے نواب صاحب کے اہتمام سے ان کے محل میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھی اور سات دن تک کچہریاں بند رہتی تھیں اور محل کے ایک کمرے میں چار سو ستون چاندی کے اور ان پر پھولوں کی چھت اور پھولوں کی دیواریں بنائی جاتی تھیں اور روشنی کے لئے دس ہزار چھ سو چھوٹی بڑی لالٹینیں، اگربتیاں سلگانے کے لئے سونے کا دستہ جس میں سینکڑوں اگربتیاں سلگتی تھیں اور شمع دان سونے اور چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ سات روز تک نواب صاحب کی اپنی تصنیف کردہ کتاب مولودرات کو 9 بجے سے صبح 2 یا 4 بجے تک پڑھی جاتی تھی۔ چھ سات ہزار آدمی جمع ہوتے تھے ان سب کو عطر ملا جاتا، پھولوں کے ہار پہنائے جاتے اور گلاب پاشی ہوتی، فی آدمی دس دس لڈو تقسیم کئے جاتے بعض لوگ مولود سن کر حال کھیلتے اور نعرے لگاتے، پیدائش رسول ﷺ کے دن صبح چار بجے سے سو توپوں کی سلامی دی جاتی، قیدی رہا کئے جاتے، چاندی کی صراحیوں اور کٹوریوں میں پانی دیا جاتا، برف کے طباق بھی چاندی کے ہوتے اس کے ساتھ دودھ، شربت، کھجوریں، لڈو اور چاندی کے ورقوں والے پان سب کو

تقسیم کئے جاتے۔(سبیل الرشاد بحوالہ حقیقت میلاد ص ۹۵)

لیکن یہاں نہ جشن کا کوئی نام استعمال ہوتا تھا اور نہ ہی جلوس نکالا جاتا تھا صرف مجلس میلاد منعقد ہوتی تھی اس اس طریقہ پر لاکھوں روپے اس بے ہودہ رسم پر ضائع کئے جاتے تھے۔

عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی ابتداء

عید میلاد النبی ﷺ میں جلوس نکالنے کی بدعت اس طرح رونما ہوئی کہ 1929 میں ایک شخص نے ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا اس کا اسلامی نام عنایت اللہ تجویز ہوا جو بعد میں حاجی عنایت اللہ قادری ہو گیا۔ یہ شخص جب ہندو تھا تو رام لیلی کا جلوس نکالتا تھا مسلمان ہونے کے بعد ریا کاری اور نمود و نمائش کا جنون ختم نہ ہوا اور بارہ ربیع الاول کو لاہور میں میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالنے کا آغاز کیا۔ مولوی فضل رسول بدایونی مولوی عبدالسمیع رامپوری انہی دنوں میں محدثین دہلی کے خلاف اٹھے یہ وہ لوگ تھے جن کے رگ و پے میں بدعات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں انہوں نے دن رات کام کر کے بدعتیوں کے امام ہونے کا اعزاز حاصل کیا بہت سی بدعات کو سنت کا جامہ پہنانے کیلئے مذموم کوششیں کیں۔

(حقیقت میلاد ص ۹۶)

جشن عید میلاد النبی ﷺ کی ابتداء

پھر قیام پاکستان کے بعد یہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے سرکاری سطح پر اکثر شہروں میں منایا جانے لگا اور ہر سال اس میں خرافات اور بدعات کا اضافہ ہوتا گیا اور ہر علاقہ میں الگ الگ قسم کی بدعات ورسومات داخل ہو کر سادہ لوح مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنتی رہیں اور رفتہ رفتہ یہ جلوس مولویوں کے پیٹ اور جیبیں بھرنے کا ذریعہ بھی بنا اور مخالفین کے خلاف ہتھیار کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا کیونکہ حکومت کی طرف سے ان کو اجازت ہے اور یہ شرپسند عناصر اسی روڈ پر جلوس نکالتے ہیں جہاں علماء دیوبند کا کوئی بڑا مدرسہ یا مسجد ہو اور وہاں سے گزرتے ہوئے پتھراؤ کر کے اپنے دلوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں۔ یا ان کے خلاف نعرہ بازی اور غلیظ زبان استعمال کر کے اخلاق نبوی کی عملی مخالفت کرتے ہوئے جشن عید میلاد النبی

منانے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

بانی جلوس عید میلاد النبیؐ

عید میلاد النبی کا جلوس رضا خانیت پھیل جانے کے بعد شروع ہوا۔ اس کا بانی سابق ہندو عنایت اللہ قادری ہے جو ۱۹۲۹ء میں مسلمان ہوا اور اس نے اپنی سابقہ روش رام لیلیٰ کے جلوس کو برقرار رکھنے کے لئے عید میلاد النبی کا جلوس ایجاد کیا۔ ۲۱ جنوری ۲۰۰۲ میں حاجی عنایت اللہ قادری کا انتقال ہوا، آج بھی کشمیری بازار لاہور میں اس کے مکان پر لکھا ہوا ہے "شیخ عنایت اللہ قادری بانی جلوس عید میلاد النبیؐ"۔

جس عمل کا بانی عنایت اللہ قادری ہو اسے قرآن و حدیث سے ثابت کرنا کتنی بڑی جسارت اور بدبختی ہے اور جو اعمال قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ان کے متعلق کسی شخص کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا بانی فلاں شیخ یا مولوی یا پیر صاحب ہیں؟ بریلوی مولوی اس چیز کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اس جلوس کا بانی و موجد عنایت اللہ قادری (م ۲۰۰۲ء) ہے، پھر اس کو دین و شریعت کا درجہ بھی دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور تاریخی روایات میں تحریف کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوششیں بھی کرتے ہیں۔

عید میلاد النبی انگریزوں کی ایجاد ہے

موجد بدعات مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں:

اس وقت میں جو حکام فرمانروا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت ﷺ سے نہیں، بایں ہمہ انہوں نے اپنی کچہری اور محکمہ میں جا بجا اہل اسلام کے لئے مثل عید اور بقر عید کے ایک دن چھٹی اور تعطیل کے واسطے خوشی، میلاد حضرت خیر العباد ﷺ کی بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ انگریز حکام کاروبار ضروری میں اپنے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگذاری کو اس روز (میلاد النبی) کے واسطے بجا آوری مراسم فرحت و سرور و تعظیم حضرت نبی کریم ﷺ کے موقوف کریں اور یہ لوگ اس

کے مقابل (انگریزوں کی اس تحریک کے مقابل) زبان مبارک سے فرماویں کہ یہ فعل بدعت ہے (انوار ساطعہ: ۱۷۰)

یہ انگریزوں کے کمالات ہیں کہ انہوں نے امت مسلمہ میں رخنہ ڈالنے اور امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایک طرف بدعات ایجاد کر کے مسلمانوں کو اس میں لگایا اور دوسری طرف نبوت کا دروازہ کھول کر مرزا غلام احمد قادیانی کو بٹھا دیا تا کہ مسلمان ان بدعات اور خرافات کی وجہ سے آپس میں لڑتے رہیں اور انہیں حکمرانی کے لئے کھلی چھٹی ملے۔ انگریزوں کی آمد سے قبل ۱۲ ربیع الاول بارہ وفات کے نام سے جانا جاتا تھا، مگر اکابرین بریلویت نے انگریز کی خدمت کے صلہ میں ۱۲ وفات کو عید میلا دالنبی کے نام سے تبدیل کر دیا۔ مولوی عبدالحکم شرف قادری رضا خانی نور بخش توکلی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں، ''آپ ہی کے مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلا دالنبی ﷺ کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔'' (تذکرہ اکابر اہل سنت: ۵۵۹)

علامہ اقبال احمد فاروقی رضا خانی بھی نور بخش توکلی کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ آپ نے گورنمنٹ کے گزٹ اور سرکاری کاغذات میں ۱۲ وفات کو عید میلا دالنبی کے نام سے تبدیل کرانے کی جدوجہد کی اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ گورنمنٹ سے اس مقدس دن کی تعطیل منظور کرائی، آج یہی تعطیل خدا کے فضل سے اسلامیان پاکستان کی ایک اہم تقریب میں تبدیل ہو گئی ہے۔ (مقدمہ تذکرہ سیدنا غوث اعظم: ۸)۔

انگریزوں نے برصغیر پر قبضہ کے بعد مسلمانوں کے مشہور دنوں کی تعطیل منظور کی جس میں بارہ ربیع الاول کو ۱۲ وفات کے نام سے تعطیل منظور کرائی لیکن اہل بدعت کو اپنے رنگین مزاج کے مطابق یہ چیز اچھی نہ لگی اور انہوں نے انگریز حکومت سے اپنی خدمات (اطاعت فرمانبرداری، رسم ورواج کو شریعت کے نام سے رائج کرنا، مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلانا، مسلمانوں پر کفر کے فتوے داغنا وغیرہ) کے صلہ میں اپنے آقاؤں سے ۱۲ وفات کی بجائے عید میلا دالنبی کا نام منظور کرایا اور پھر اسی کو دین وشریعت اور عشق رسول کا خوبصورت غلاف چڑھا کر عوام کے سامنے پیش کیا۔

اب بات واضح ہو گئی کہ عید میلا دالنبی انگریز ملعون گورنمنٹ کی ایجاد ہے جس کا

آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، صوفیاء کرام، اولیاء عظام کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ہے اور آج جو عید میلاد النبی کے نام سے جشن منایا جاتا ہے یہ انگریزوں کی منظور کردہ سنت ہے، پیغمبر ﷺ کی سنت نہیں ہے۔ اب بات صاف کھل کر سامنے آ گئی کہ محفل میلاد کو ایجاد کرنے والا مظفر الدین کوکری بے دین، جاہل بادشاہ تھا اور عید میلاد النبی کو ایجاد کرنے والا انگریز ملعون گورنمنٹ ہے اور جشن عید میلاد النبی (یعنی جلوس) کو ایجاد کرنے والا نو مسلم رام لیلیٰ کا پجاری حاجی عنایت اللہ قادری ہے۔ اب گویا مظفر الدین بادشاہ اربل، انگریز گورنمنٹ اور حاجی عنایت اللہ قادری تینوں کے ذہنی فساد اور اختراعات کو ہر سال دھوم دھام سے جشن عید میلاد النبی کے نام سے منایا جاتا ہے اور اس پر تماشا یہ کہ اس کے لئے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ گویا چودہ سو سال تک کسی نے قرآن وحدیث کو سمجھا ہی نہیں تھا۔

آنحضرت ﷺ کی تاریخ پیدائش کی تحقیق

نبی کریم ﷺ کی ولادت کا تذکرہ آپ کے بچپن اور لڑکپن کا بیان، آپ کی جوانی اور کہولت کے واقعات سب کے سب ایمان کو جلا، روح کو بشاشت اور قلب وجگر کو ٹھنڈک پہنچانے کا ذریعہ ہے، آپ کی تعریف وتوصیف سے جو سرور اہل ایمان کو ملتا ہے وہ کسی اور چیز میں میسر نہیں ہے مگر کچھ عرصہ سے مسلمانوں کا مزاج کچھ ایسا بگڑ چکا ہے کہ ہر عمل میں خرافات کی بھرمار ہے اور اسی کو کمال عشق اور ذریعہ کامیابی سمجھا جا رہا ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت کے موقع پر بھی چند غیر شرعی اور شرمناک افعال کئے جاتے ہیں جس کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کا نام دیا جاتا ہے لیکن جس دن یہ جشن منایا جاتا ہے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتھ نہ اس دن کا کوئی تعلق ہے اور نہ اس تاریخ کا جس تاریخ کو تاریخ ولادت کہا جاتا ہے، نہ تو آپ ﷺ اس روز پیدا ہوئے جس روز کو آپ ﷺ کی پیدائش کا روز سمجھا جا رہا ہے اور نہ اس تاریخ کو پیدا ہوئے جس کو آج پیدائش کی تاریخ خیال کیا جاتا ہے۔ دن اور تاریخ کو سمجھنے میں ٹھوکریں کھائی جا رہی ہیں اس دفعہ ۱۴۲۲ھ منگل کے دن کو ولادت رسول ﷺ قرار دیا گیا حالانکہ آپ ﷺ منگل نہیں بلکہ پیر کے دن پیدا ہوئے تھے، دنیا کے تمام علماء، محدثین، مفسرین اور مورخین اس پر متفق

ہیں کہ آپ ﷺ پیر کے دن دنیا میں تشریف لائے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک دفعہ پیر کے دن روزہ رکھنے کی حکمت پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ولدت فیہ میں اسی دن پیدا کیا گیا وانزل علی اور مجھ پر نزول قرآن کا آغاز بھی اسی دن ہوا۔ گویا آپ ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دو وجہیں بیان فرمائیں ایک پیر کا دن میری ولادت کا دن ہے اور اسی دن مجھ پر وحی کا آغاز بھی ہوا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ آپ کی ولادت پیر کے دن ہوئی تو اب کسی مولوی علامہ قادری چشتی رضوی کو یہ حق نہیں کہ پیر کے علاوہ کوئی اور دن آپ کی ولادت کا دن قرار دے کر خوشی منائے اس روایت کی رو سے منگل کے دن جشن عید میلاد منانا صاف جھوٹا اور ظاہر دھوکہ ہے یا سب سے بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ منگل کے دن یہ کہنا کہ ہمارے نبی ﷺ آج کے دن پیدا ہوئے کتنا بڑا جھوٹ ہے پتہ نہیں منگل کے دن کون سا نبی پیدا ہوا تھا؟ یہ کیسا عشق اور کیسی محبت ہے اور امتی ہونے کا کون سا دعویٰ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وضاحت کے بعد بھی پیر کے علاوہ کسی اور دن کو ولادت نبی کا دن کہے۔ ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

اسی طرح تاریخ پیدائش کے متعلق بھی اختلاف ہے زرقانی کے مطابق بعض علماء کہتے ہیں آپ ﷺ ربیع الثانی میں پیدا ہوئے، بعض ماہ صفر کا قول نقل کرتے ہیں، بعض رجب المرجب میں آپ ﷺ کی ولادت کے قائل ہیں، بعض رمضان المبارک کو آپ ﷺ کی ولادت کا مہینہ قرار دیتے ہیں مگر محقق قول یہ ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاول میں پیدا ہوئے (زرقانی ص ۱۳۰ ج ۱) پھر اس میں اختلاف ہے کہ کون سی تاریخ کو آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے بعض نے ۲ ربیع الاول، بعض نے ۸ ربیع الاول، بعض ۹ ربیع الاول اور بعض نے ۱۲ ربیع الاول کا ذکر کیا ہے۔ اہل تشیع کے ہاں ۱۷ ربیع الاول مشہور ہے۔

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں: ’’ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پرنور ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے لیکن جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ حضور ﷺ ۸ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور جبیر بن مطعمؓ سے بھی یہی منقول ہے اور اسی قول کو علامہ قطب الدین قسطلانیؒ نے اختیار کیا ہے۔‘‘ (سیرۃ مصطفی ﷺ ص ۵۱ ج ۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت عبداللہ بن عباس اور جبیر بن مطعم سے ۸ ربیع الاول کا قول نقل کیا ہے (ماثبت بالسنہ ص ۵۷) علامہ شبلی نعمانی مشہور ہیئت دان محمود پاشا فلکی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول بروز سوموار بمطابق 20 اپریل 571ء میں ہوئی۔

بخاری میں ہے کہ ابراہیم آنحضرت ﷺ کے صغیر السن صاحبزادے کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا اور ۱۰ھ تھا اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا، ریاضی کے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گرہن 7 جنوری 632ء کو 8 بج کر 30 منٹ پر لگا تھا اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ کی پیدائش کا سال 571ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12 اپریل 571ء کے مطابق تھی۔

تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک میں منحصر ہے، ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ (سوموار) کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے ان وجوہ کی بناء پر تاریخ ولادت قطعاً 20 اپریل 571ء تھی۔ (سیرۃ النبیؐ ج ۱ ص ۱۱۵) اور 20 اپریل 571ء کو ربیع الاول کی ۹ تاریخ آتی ہے۔

یہ تاریخ انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کی ہے اور یہی اقرب الی الحق ہے کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ آپ کا آخری خطبہ جمعہ کے دن ۹ ذی الحجہ کو ہوا تو اس سے ۶۳ سال پہلے کا حساب کر لیا جائے تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کسی بھی صورت میں نہیں بنتی۔ صحیح حساب اگر بنتا ہے تو ربیع الاول کی پہلی یا دوسری تاریخ بنتی ہے یا پھر آٹھویں یا نویں تاریخ بنتی ہے اس لئے کہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تو مسلم ہے اور ان دونوں کا اجتماع بارہ ربیع الاول کو کسی صورت میں بھی نہیں بنتا تاریخ ولادت میں اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ نہ تو حدیث میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ آپ کون سی تاریخ کو پیدا ہوئے نہ صحابہ کرامؓ، تبع تابعین اور آئمہ اربعہ نے ربیع الاول کی کسی تاریخ کو بطور ولادت منایا ہے اگر وہ اسی طرح جشن ولادت مناتے تو پھر اختلاف کی گنجائش ہی نہ تھی سب کو معلوم ہوتا بچہ بچہ اس سے واقف ہوتا کہ فلاں دن جشن

ولادت منانے کا ہے لیکن صحابہ کرامؓ اور خیر القروں کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ان خرافات اور واہیات سے پاک رکھا تھا۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہی ہوئی تھی تو سوال یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول پاکستان کی یا ۱۲ ربیع الاول سعودی عرب کی؟ سعودی عرب میں جب ۱۲ ربیع الاول ہوتی ہے تو پاکستان میں دس یا گیارہ ہوتی ہے گویا سعودی عرب اور پاکستان کی تاریخوں میں ایک یا دو دن کا فرق ہوتا ہے جیسا کہ رمضان المبارک اور عیدوں کے موقع پر اختلاف ہوتا ہے اور سارے لوگ اس سے واقف ہیں کہ پاکستان میں رمضان کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ ہوتی ہے اور سعودی عرب میں عید کا دن ہوتا ہے تو جب وہاں اور یہاں کی تاریخوں میں فرق ہے تو ولادت رسول ﷺ کا دن کون سی ۱۲ کو سمجھا جائے گا ظاہر ہے کہ آپ ﷺ جس ملک میں پیدا ہوئے تھے ولادت باسعادت میں اسی ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا شرف سعودی عرب کے حصے میں آیا لہٰذا آپ ﷺ کی ولادت پاک کا دن بھی وہی کہلائے گا جس دن سعودی عرب میں ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوگی البتہ اگر آپ ﷺ پاکستان میں پیدا ہوتے تو پھر پاکستان کی تاریخ کا اعتبار ہوتا کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ہمیشہ سعودی عرب ۱۲ ربیع الاول کی بجائے یہاں کی ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دے کر اچھلتے کودتے ہیں اور حلوہ وکھیر کی رکابیاں چاٹتے اور شربت کے جام نوش فرماتے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کی ولادت شریف کی تاریخ کے دو دن بعد والے دن کو ہم ولادت کا دن کہتے ہیں تاریخ ولادت کے دو دن بعد کہنا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ آج کے دن پیدا ہوئے تھے کتنا بڑا جھوٹ اور ظلم ہے۔

مثال کے طور پر پاکستان کے ایک شخص کا بیٹا سعودی عرب میں ملازم ہے یہ شخص منت مانتا ہے کہ اگر اللہ نے میرے بیٹے کو بیٹا دیا تو پوتے کی ولادت کے دن بکرا ذبح کروں گا اگر میں نے ایسا نہ کیا تو میری بیوی طلاق۔ ۱۲ ربیع الاول بروز جمعہ اس شخص کو اس کا بیٹا فون پر یہ خوشخبری سناتا ہے کہ ابا جان آج ۱۲ ربیع الاول کو صبح دس بجے اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا ا شخص خوش خبری سن لیتا ہے مگر بکرا ذبح نہیں کرتا اگلے دن بھی ذبح نہیں کرتا تیسرے روز پاکستان کے حساب کے مطابق ۱۲ ربیع الاول بروز اتوار بکرا ذبح کر لیتا ہے ایسی صورت میں

پاکستان کے سب علماء اور مفتی کہیں گے کہ بیوی کو طلاق ہوگئی اب یہ شخص ہزار یہ کہے کہ مولوی صاحب طلاق کیسے پڑ گئی میرا پوتا بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہوا تھا اور میں نے بکرا بھی ۱۲ ربیع الاول کو ذبح کیا ہے تو علماء ومفتی یہ کہیں گے کہ تیرا پوتا سعودی عرب کی ۱۲ تاریخ کو پیدا ہوا تھا اور تو نے بکرا پاکستان کی ۱۲ تاریخ کو ذبح کیا تم نے منت یہ مانی تھی کہ ولادت کے روز ہی بکرا ذبح کروں گا لیکن تم نے ایسا نہ کیا ولادت کے دو دن بعد بکرا ذبح کیا تمہارے پوتے کی ولادت کا دن سعودی عرب کی ۱۲ ربیع الاول ہے پاکستان کی ۱۲ ربیع الاول نہیں لہٰذا بیوی طلاق ہوگئی چونکہ ولادت کا واقعہ سعودی عرب میں پیش آیا تھا اس لئے تمام علماء ومفتی وہاں کی تاریخ کا اعتبار کریں گے اسی طرح دنیا کا ہر مورخ جب آنحضرت ﷺ کے حالات ولادت کا ذکر کرتا ہے تو یہ لکھتا ہے کہ آپ صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے پاکستان کا مورخ بھی یہی لکھتا ہے، بنگلہ دیش ، برما، انڈونیشیا اور یورپ وامریکہ کا مورخ بھی یہی لکھتا ہے حالانکہ پاکستان میں اس وقت صبح صادق کا وقت نہیں تھا بلکہ چاشت واشراق کا وقت تھا یعنی سورج طلوع ہو چکا تھا بنگلہ دیش میں اس وقت دن کے آٹھ، نو بجے ہوں گے اس سے مشرق میں کہیں دوپہر، کہیں ظہر، کہیں عصر کا وقت ہوگا اور مغرب میں کہیں رات، کہیں مغرب اور کہیں عصر کا وقت ہوگا لیکن کوئی بھی مورخ اپنے ملک کے وقت کا اعتبار نہیں کرتا بلکہ سعودی عرب کا وقت لکھتا ہے اور اسی پر اعتبار کرتا ہے کیونکہ ولادت وہاں ہوئی تھی اور یقیناً سعودی عرب کے صبح صادق کے وقت آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے مگر یہ کہنا جھوٹ ہے کہ آپ ﷺ پاکستان کے صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے تھے اسی طرح یہ کہنا بھی جھوٹ اور غلط بیانی اور افترا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کے دن پاکستان میں ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ تھی ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت منانا نہ شرعاً درست ہو سکتا ہے اور نہ ہی عقلاً درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

(ماہنامہ الشفاء بتغیر یسیر)

آنحضرتؐ کی ولادت کے متعلق پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" محرم کے فضائل بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دس محرم کو پیدا ہوئے (غنیۃ الطالبین ص ۴۷۰) گیارہویں شریف کا حلوہ کھانے والے یہاں بھی شیخ عبدالقادر جیلانی" کی بات مان کر دس محرم کے دن اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترکہ طور پر جلوس نکال دیا کریں تاکہ ان کی افرادی قوت بھی بڑھے اور ایک طرف نالہ وشیون آہ بکا اور ماتم ہو اور دوسری طرف جشن کی خوشیاں پلاؤ زردہ، کھیر وحلوہ اور ڈھول ڈھمکے ہوں اور ایک ہی جگہ دونوں مل کر اتحاد کا مظاہرہ بھی کریں اور ان بدعات کی وجہ سے سال میں دو دفعہ سرزمین پاکستان پر غضب الٰہی کا جو نزول ہوتا ہے اس میں بھی تخفیف ہو۔ شیخ عبدالقادر جیلانی" کے متعلق اہل بدعت کے پیشوا، مقتداء کا عقیدہ ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور ان کی آنکھ ہر وقت لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہے اس لئے کوئی ذرہ بھی ان کی نظر سے باہر نہیں۔ (ملفوضات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۳۱) یہاں اہل بدعت حضرات خود ہی فیصلہ کرلیں کہ سچا کون اور جھوٹا کون؟ شیخ جیلانی" سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی یوم ولادت دس محرم ہے تو پھر اہل بدعت ۱۲ ربیع الاول کو جشن عید میلادالنبی مناتے ہیں یا تو یہ خود جھوٹے ہیں کہ بجائے دس محرم کے ۱۲ ربیع الاول کو جشن عید میلاد مناتے ہیں یا ان کا مقتدا پیشوا اعلیٰ حضرت جھوٹے ہیں کہ وہ حضرت جیلانی" کے متعلق غلط عقیدہ رکھتے ہیں۔

من خوب می شناسم پیران پارسا را

احمد رَضا خان بریلوی (م ۱۹۲۱) کی تحقیق

امام بریلویت مولانا احمد رَضا خان بریلوی آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت کے متعلق لکھتے ہیں۔ ولادت (پیدائش) نبی ﷺ ۸ ربیع الاوّل اور وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ ۲۶/۴۱۲، ۴۱۵) انجمن فیضان رَضا)

محفل میلاد کی ابتدائی کہانی

علامہ ابن خلکان اربلی شافعی (م ۶۸۱ ھ) جو سلطان اربل کے ہم وطن اور ہم عصر اور اس کی مجلس کے چشم دید گواہ ہیں، وہ سلطان اربل کی محفل میلاد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سلطان اربل کو مجلس مولد سے جو حسن اعتقا: تھا، اہل ملک اس سے خوب واقف تھے، اسی لئے ہر سال اربل کے قرب و جوار کے شہروں مثلاً بغداد، موصل، جزیرہ، نصیبین، ملک عجم اور اطراف سے شرکت محفل کے لئے اس کے پاس ہر سال بے انتہا لوگ آتے تھے۔ ان میں علماء، صوفیاء، واعظین، حفاظ، شعراء وغیرہ ہر طرح کے لوگ ہوتے تھے۔ ابتدائے محرم سے ربیع الاول تک لوگوں کے آنے کا تانتا بندھا رہتا۔ سلطان لکڑی کے قبے اور خیمے بنواتا۔ قبے تقریباً تیں اور چار پانچ منزلے ہوتے تھے جن میں زیادہ تر سلطان کے باقی دیگر امراء و ارکان حکومت کے ہوتے تھے، ہر امیر کا ایک قبہ ہوتا تھا، ماہ محرم ان کی تیاری میں ختم ہو جاتا تھا، شروع صفر سے ان قبوں کی آرائش و زیبائش ہونی شروع ہوتی تھی، ہر قبے میں موسیقی کے مختلف ساز اور باجے ہوتے تھے، حتیٰ کہ تمام قبے پر ہو جاتے۔ اس زمانہ میں لوگ کاروبار چھوڑ کر بس سیر و تفریح میں مشغول رہتے تھے۔ وہ قبے دروازۂ قلعہ سے دروازۂ خانقاہ تک جو میدان کے قریب تھا، کھڑے رہتے تھے۔ سلطان روزانہ عصر کے بعد یہاں آتا، ایک ایک قبے پر کھڑے ہو کر گانا سنتا، سیر کرتا اور شب خانقاہ میں بسر کرتا۔ وہاں بزم سماع منعقد کرتا، فجر کے بعد سوار ہو کر شکار کو نکلتا، دوپہر تک قلعہ میں واپس آجاتا۔ اسی طرح شب ولادت تک دن رات اس کا یہی معمول رہتا۔ مجلس میلاد ایک سال آٹھویں اور ایک سال بارہویں ربیع الاول کو اس لئے کرتا کیونکہ تاریخ ولادت میں آٹھویں اور بارہویں کا اختلاف ہے۔ شب ولادت کو دو دن رہ جاتے تو بے انتہا اونٹ، گائیں یا بھیڑ بکریاں گانے باجے کے ساتھ نکلوا کر میدان تک لے

جاتا، وہاں انہیں ذبح کراتا اور انواع و اقسام کے کھانے پکواتا۔ شب میلاد میں مغرب کے بعد قلعہ میں مجلس مولد منعقد کرتا تھا۔ پھر قلعہ سے اس شان سے اترتا تھا کہ اس کے آگے آگے بکثرت شمعیں ہوتیں جن میں سے دو چار بڑی شمعیں خاص جلوس کی ہوتیں، ان میں سے ہر شمع ایک ایک خچر پر ہوتی جس کے پیچھے ٹیک لگانے کو ایک آدمی ہوتا۔ وہ شمعیں خچروں کی پشت سے بندھی ہوتی تھیں حتیٰ کہ اسی طرح سلطان خانقاہ تک پہنچ جاتا اور اس شب کی صبح کو تمام سامان قلعہ سے منگواتا جس کو صوفی لوگ اپنے اپنے ہاتھوں سے اٹھائے ہوئے ہوتے تھے، ہر شخص کے ہاتھ میں کپڑوں کی ایک گٹھری ہوتی تھی اور وہ سب کے سب امیروں کے پیچھے ہوتے تھے۔ پھر خانقاہ میں بڑے بڑے ارکان دولت اور سفید پوش لوگ جمع ہوتے، ان کے لئے کرسیاں رکھی جاتیں اور سلطان کے لئے ایک برج ہوتا جس میں حسب موقع بڑی بڑی کھڑکیاں ہوتیں۔

یہ میدان نہایت وسیع ہوتا جس میں اہل فوج جمع ہوتے۔ ان کے لئے فرش بچھتا، پھر محتاجوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ ایک اور عام دسترخوان جمع ہونے والوں کے لئے ہوتا۔ عصر تک یہی قصہ رہتا اور رات کو سلطان خانقاہ میں ٹھہرتا۔ صبح تک گانا سنتا۔ جب یہ میلہ ختم ہو جاتا تو ہر شخص اپنے اپنے وطن کو واپس ہوتا۔ ہمیشہ ہر سال سلطان اربل کا یہی طریقہ تھا۔ (وفیات الاعیان بحوالہ تاریخ میلاد: ۴۵)

اس تمام عبارت کو پڑھیں، کیا یہ کسی دینی مذہبی مجلس کا نقشہ ہے یا عیاشی کے لئے خرمست بادشاہ کی خرمستیوں اور ناچ گانے، سیر و تفریح، عیش و عشرت کی مجلس کا نقشہ ہے؟ اس مجلس میں اگر نمازوں کا اہتمام ہوتا، درود شریف پڑھنے کا اہتمام ہوتا، آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت اور سیرت کے بیان کرنے کا اہتمام ہوتا تو علامہ ابن خلکان ضرور اس کا تذکرہ کرتے۔ لیکن یہاں صرف موسیقی، گانے بجانے (اور ظاہر ہے اس میں دیگر خرافات بھی ضرور تھیں، جو اس قسم کے میلوں میں عام طور پر ہوتی ہیں) اور رقص کی محفلیں ہوتیں۔ بادشاہ کے غرور، فخر و تکبر کے نظارے ہوتے اور اعلیٰ پیمانے پر پیٹ کی پوجا ہوتی۔ شکار، سیر و تفریح جیسے فضول اور بے دینی کے کام ہوتے تھے جس کے لئے دور دور سے لوگ جمع ہو کر اپنے دور کے بے تعبیر میلے

میں شرکت کرتے تھے اور مفت کا مال اڑاتے تھے۔

یہ ہے عید میلاد النبی کے نام پر بکواسات اور خرافات کی گرم بازاری کی ابتدائی کہانی۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں، اگر ان خرافات، ناچ گانے اور رقص کی محفلوں اور فضول خرچی کو آنحضرت ﷺ دیکھتے تو آپ ﷺ کا دل ان سے خوش ہوتا یا رنجیدہ ہوتا؟ اگر اپنی زندگی میں آنحضرت ﷺ اس قسم کی خرافات سے رنجیدہ ہوتے اور ان چیزوں کو سختی سے منع فرماتے، اپنے نام پر اس قسم کی خرافات سے آپ ﷺ غمگین و پریشان نہیں ہوں گے اور اس قسم کی بکواسات و خرافات کو بجالانے والے آنحضرت ﷺ کی سفارش اور حوض کوثر کے لائق ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آنحضرت ﷺ کے مقدس نام پر ہر سال یہ طوفان بدتمیزی کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ اور اس کو ثواب و نجات کا ذریعہ کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

علامہ ذھبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

کان ینفق کل سنة علی مولدالنبی ﷺ نحو ثلاث مائة الف.

(دول الاسلام ۲/۱۰۳).

وہ (شاہ اربل) ہر سال اس محفل میلاد پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''وہ ائمہ دین اور سلف صالحین کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، **خبیث اللسان، احمق، شدید الکبر، قلیل النظر فی امور الدین متھاوناً** (لسان المیزان: ۴/۲۹۶) گندی زبان کا مالک تھا، بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ابن نجار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال ابن النجار رائیت الناس مجتمعین علی کذبه و ضعفه

(لسان المیزان ۴/ ۲۹۵).

علامہ ابن نجار فرماتے ہیں، میں نے لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔

موجد محفل میلاد بادشاہ اربل کا تعارف

اسلام کے چھ سوسالہ طویل دور میں عشق کے اس انوکھے انداز کا کہیں بھی کوئی نام و نشان نہیں ملتا اگر ملتا ہے تو ساتویں صدی کی ابتداء میں ایک بے دین بادشاہ کے بے دین کردار میں اس بے دینی کا تذکرہ ملتا ہے وہ بھی موجودہ جشن عید میلاد النبی ﷺ سے مختلف۔

مظفرالدین کوکری بن اربل موصل شہر میں ایک بے دین فاسق فاجر بادشاہ گزرا ہے جس نے ۶۰۴ھ میں اس بے دینی اور عشق نما فسق کو ایجاد کیا چنانچہ امام احمد بن محمد مصری مالکی لکھتے ہیں:

کان ملکاً مسرفا یامر علماء زمانه ان یعملوا باستنباطهم واجتهادهم و ان لا یتبعوا لمذهب غیرهم حتی مالت الیه جماعة من العلماء وطائفة من الفضلاء ویحتفل لمولد النبی ﷺ فی الربیع الاول وهو اول من احدث من الملوک هذا العمل (القول المعتمد)

"وہ ایک بے دین بادشاہ تھا اپنے زمانے کے علماء سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط و اجتھاد پر عمل کریں اور دوسرے آئمہ کے مذہب کی پیروی نہ کریں یہاں تک کہ (پیٹ پرست) علماء وفضلاء کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی وہ ربیع الاول میں میلاد منعقد کرتا تھا بادشاہوں میں وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔"

بسط بن جولان (متوفی ۶۵۴ھ) نے تاریخ مراۃ الزمان میں لکھا ہے کہ بادشاہ مظفرالدین کوکری **بعمل للصوفیة سماعا من الظهر الی العصر ویرقص بنفسه معهم** ظہر سے عصر تک صوفیوں کے لئے جسل سماع کرتا تھا اوران کے ساتھ خود بھی ناچتا تھا (تاریخ میلاد ص ۲۴) ابن خلکان اربلی شافعی نے وفیات الاعیان میں اپنے ہم وطن اور ہم عصر سلطان اربل اور اس کی مجلس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ ہر طبقہ میں ایک ایک جماعت گانے اور خیال ملاہی والوں کی بیٹھتی تھی مولود کے دو دن رہ جاتے تو بادشاہ طبلوں، گویوں، ملاہی اور راگ باجے وغیرہ کی قسم سے بے شمار سامان نکلواتا۔ شب میلاد میں قلعہ میں بعد مغرب گانا کراتا اور اس کو گانے کے سوا دوسری چیز سے مزہ نہیں ملتا تھا۔

(تاریخ میلاد ص ۲۴)

صاحب توضیح المرام لکھتے ہیں اول من اخترعه الملک الاربل ومن رعایاه .عمر بن ملا محمد وما کان ثقتین عند اهل الشریعة لانهما یستمعان الغناو الملاهی بل کان الاربل یر قص (توضیح المرام ص ٦ بحوالہ تاریخ میلاد ص ١٦) سب سے پہلے مجلس میلاد کو بادشاہ اربل اور اس کی رعایا میں سے عمر بن ملا محمد نے ایجاد کیا اور یہ دونوں اہل شریعت کے نزدیک ثقہ اور معتبر نہیں ہیں کیونکہ کہ دونوں گانا باجا سنتے تھے بلکہ بادشاہ اربل تو ناچتا بھی تھا۔

علامہ ناصر فا کہانی لکھتے ہیں وہ بادشاہ گانے بجانے والوں کو محفل میلاد میں جمع کرتا تھا اور راگ مزامیر سن کر خود بھی ناچتا تھا اور اس قماش کے اہل مجلس بھی رقص کرتے تھے ایسے شخص کے فاسق اور گمراہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے اور ایسے شخص کا قول وفعل کیسے حجت وقابل اعتماد ہوسکتا ہے (ردعمل المولود بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ ص ١٣٢)

سبط بن جوزی مراۃ الزماں میں بادشاہ اربل کی مجلس میلاد یا مجلس ناؤونوش، محفل مجلس میلاد کی کیفیت لکھتے ہیں جو لوگ سلطان اربل کے ہاں میلاد میں اس دسترخوان پر شریک ہوتے تھے ان کا بیان ہے کہ دسترخوان پر پانچ ہزار بکرے دس ہزار مرغ سو گھوڑے تیس ہزار حلوے کی رکابیاں ہوتی تھیں بہت عالم اور صوفی مدعو ہوتے تھے صوفیوں کیلئے ظہر سے عصر تک گانا ہوتا تھا جس میں ان کے ساتھ سلطان اربل خود بھی ناچتا تھا ہر سال اس محفل میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا اور علماء وصوفیا جو حاضر محفل ہوتے تھے ان کو انعام واکرام سے خوش کرتا تھا (تاریخ میلاد ص ٤٤)

دس ہزار مرغیاں اور تیس ہزار حلوے کی رکابیاں دیکھ کر پھر خودغرض مولویوں کا جلوہ کیوں نہ ہوتا اور وہاں گلے پھاڑ پھاڑ کر نعت خوانی کیوں نہ کرتے ۔ یہ حالت تو بادشاہ سلامت کی تھی اب ذرا مولوی صاحب کی حالت بھی دیکھئے جس نے اپنے پیٹ کو گرم کرنے اور بیس ہزار مرغیاں تیس ہزار حلوے کی رکابیاں ہضم کرنے کیلئے خود ساختہ من گھڑت روایات بنا بنا کر محفل میلاد کا جواز فراہم کیا۔

مولوی ابوالخطاب کی حالت

مولوی ابوالخطاب ابن دحیہ جس نے سب سے پہلے محفل میلاد کے جواز پر کتاب

لکھی اوراس کو جائز قرار دیا۔اس کے متعلق علامہ ذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

عمر بن الحسن ابولخطاب بن وحیه الاندلسی المحدث متهم فی نقله

''عمر بن حسن بن وحیہ اندلسی محدث نقل میں متھم تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

قلت و فی توالیفه اشیاء تنقم علیه من تصحیح و تضعیف .

(میزان الاعتدال ص ۱۱۸ ج ۳)

''میں کہتا ہوں کہ ابن وحیہ کی کتابوں میں ایسی چیزیں ہیں جو اس پر عیب لگاتی ہیں تصحیح وتضعیف کے قبیل سے۔''

علامہ ذھبی ابن النقطہ حنفی بغدادی سے نقل کرتے ہیں:

کان موصوفا بالمعرفة و الفضل الا انه کان یدعی اشیاء لا حقیقة لها. (میزان الاعتدال ص ۱۸۸)

''ابن وحیہ معرفت اور بزرگی کے ساتھ موصوف تھا مگر بعض ایسی چیزوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا جن کی کچھ اصل وحقیقت نہیں ہے۔''

حافظ ضیاء مقدسی فرماتے ہیں:

لم یعجبنی حاله کانه کثیر الوقیعة فی الائمة ثم قال اخبرنی ابراهیم السنهوری ان مشایخ المغرب کتبوا له جرحه و تضعیفه. (میزان الاعتدال ص ۱۸۶ ج ۳)

''مجھے اس کی یہ حالت اچھی نہیں لگی کیونکہ وہ ائمہ محدثین کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ پھر علامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم سنہوری نے خبر دی ہے کہ بیشک مشائخ عرب نے اس پر جرح کی ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

امام ابن نجار فرماتے ہیں:

رایت الناس مجتمعین علی کذبه وضعفه و ادعائه سماع ما لم یسمع و لقائه من لم یلقه (لسان المیزان ص ۲۹۵ ج ۴)

''میں نے ابوالخطاب مولوی کے جھوٹا اور ضعیف ہونے اور ایسی باتوں کے سماع کا دعویٰ کرنے پر جو اس نے نہیں سنیں، اور ایسے لوگوں سے ملاقات کا دعویٰ کرنے پر جن سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی، لوگوں کو متفق پایا۔''

حافظ ضیاء مقدسی فرماتے ہیں:

فرایت انا منه غیر شئ مما یدل علی ذالک

(میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۸۸)

''پھر میں نے مولوی ابوالخطاب سے بہت سی وہ چیزیں دیکھیں جو اس کی جرح و تضعیف پر واقعی دلالت کرتی تھیں۔''

علامہ ابن عساکر اپنی کتاب رجال میں لکھتے ہیں:

کان شاعرا مطبوعا الا انه کان یتهم فی الروایة لانه کان مکثارا.

''مولوی ابوالخطاب اچھا شاعر تھا مگر روایت میں متہم تھا کیونکہ وہ بہت زیادہ روایت کرتا تھا۔''

علامہ جلال الدین السیوطی تدریب الراوی میں فرماتے ہیں:

ضرب یلجئون الی اقامة دلیل علی ما افترا به بارائهم فیضعون وقیل ان ابا الخطاب ابن وحیه کان یفعل ذالک و کانه الذی وضع الحدیث فی قصر المغرب (تاریخ میلاد ص ۳۰)

''ایک قسم کے جھوٹی روایتیں بنانے والے وہ ہیں جو اپنی عقل سے فتوے دیتے ہیں جب دلیل مانگی جاتی ہے تو اپنی طرف سے حدیث بناتے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالخطاب بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اور شاید اسی نے مغرب کی نماز قصر پڑھنے کی حدیث بنائی تھی۔''

مولوی ابوالخطاب بانی محفل میلاد اتنا بڑا دجال اور کذاب تھا کہ اس نے نماز مغرب کو قصر پڑھنے کے لئے جھوٹی حدیث بنائی تھی۔ اسی طرح رسالہ تنویر میں محفل میلاد کے متعلق بھی تمام روایتیں اپنی طرف سے بنائی ہیں جن کو ہمارے زمانہ کے مولوی حضرات گلے پھاڑ پھاڑ کر خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اور اسی سے عید میلاد النبی ﷺ ثابت کرتے ہیں۔

علامہ ابن نجار مولوی ابوالخطاب میلاد کی بد دیانتی اور خبث باطن کا ایک واقعہ نقل

کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ۔ ''مجھ سے بعض علماء مصر نے اوران سے حافظ ابوالحسن بن الفضل نے جوائمہ دین میں سے تھے، بیان کیا کہ ایک مرتبہ دربار عام میں بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ایک حدیث سنانے کی فرمائش کی۔ میں نے سنا دی۔ پھر پوچھا کہ یہ حدیث کس نے روایت کی ہے؟ مجھے اس وقت سند یاد نہ تھی، اس لئے لاعلمی ظاہر کی۔ جب وہاں سے واپس چلا تو راستہ میں ابوالخطاب ابن وحیہ ملا اور کہنے لگا کہ تم نے اپنی طرف سے حدیث کی کوئی سند بنا کر کیوں نہ بیان کردی؟ بادشاہ اور حاضرین مجلس کیا جانیں کہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ بادشاہ تم کو بہت بڑا عالم سمجھتا اور تمہیں اس سے نفع حاصل ہوتا۔ یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ ابو الخطاب ابن وحیہ بڑا جھوٹا ہے اور دین کے کاموں کو نہایت ہلکا جاننے والا ہے۔'' (تاریخ میلاد ص ۳۰)

یہ ہے اس مولوی صاحب کی حالت جس نے سب سے پہلے محفل میلاد کے جواز پر کتاب التنویر فی مولد البشیر والنذیر لکھی۔ جس کے متعلق علماء جرح وتعدیل کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ابوالخطاب بن وحیہ ظاہر المذہب غیر مقلد تھے، متھم فی النقل تھے، ائمہ دین وعلماء سلف کو برا کہتے تھے اور دین کو ہلکا جانتے تھے، جھوٹی حدیثیں بناتے تھے، اپنی عقل سے فتوے دیتے تھے، بے اصل باتیں کہتے تھے، خبیث اللسان تھے، بدزبان تھے، احمق تھے، مغرور تھے، کم نظر تھے، کاذب تھے، وہ قابل مذمت تھے............ لہٰذا غیر ثقہ تھے۔

(تاریخ میلاد ص ۳۱)

اب ذرا مولوی عبدالسمیع رامپوری بریلوی کی دیانت داری اور علم وفضل اور وسعت مطالعہ کا اندازہ بھی لگالیں۔ وہ اسی مولوی ابوالخطاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''وہ علم حدیث میں بڑا مبصر، پختہ کار تھا۔ علم نحو ولغت اور تاریخ عرب میں کامل تھا۔ بہت ملکوں میں پھر کے اس نے علم حاصل کیا تھا، اکثر شہروں ملک اندلس اور مراکش اور افریقہ اور دیار مصر اور ملک شام و دیار شرقیہ وغربیہ وعراق وخراسان وازندان وغیرہ میں خود علم حدیث حاصل کرتا اور دوسروں کو فائدہ دیتا۔ پھر انجام کار ۶۰۴ھ (چھ سو چار ہجری) میں وہ شہر اربل آیا۔ یہاں سلطان ابوسعید مظفر کے لئے مولد شریف تصنیف کیا، اس کا نام رکھا ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' اور خاص اس کے سامنے پڑھا، ایک ہزار اشرفی انعام میں سلطان سے

پائی۔'' (انوارساطعہ ص۱٦۱)

حالانکہ مولوی ابوالخطاب کے ہمعصر علامہ ناصر فا کہانی لکھتے ہیں:

البطالون و شهوة نفس اعتفا بها الا كالون.

(المورد فی الکلام مع عمل المولد بحوالہ تاریخ میلاد ص ١٦)

''مجلس میلاد کو گھڑا ہے باطل غلط کاروں اور خواہش نفس نے اور اس کا اہتمام کیا ہے شکم پروروں نے۔''

کاش! بریلویوں کو سچ اور حق لکھنے اور کہنے کی توفیق ملتی کہ امت مسلمہ کے تمام علماء آئمہ جرح وتعدیل اس کو ضعیف لاشئ اور غیر معتبر قرار دے رہے ہیں اور مولوی عبدالسمیع اور اس کی پارٹی اس جھوٹے کذاب کو بہت بڑا محدث ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے حالانکہ وہ سب سے برا محدث ہے اس پر جرح کرنے والے علامہ ذھبی، حافظ ابن نقطہ حنفی، حافظ ضیا مقدسی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابوالحسن، ابن عساکر، ابن نجار اور علامہ جلال الدین سیوطی جیسے بڑے بڑے علماء ہیں۔ اس کے محدث، ادیب نحوی، مورخ، شاعر، عالم، فاضل، سیاح ہونے سے کسی کو انکار نہیں لیکن اس کے ساتھ خبیث اللسان، بدزبان، احمق، مغرور، کاذب، شکم پرور بھی تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

كثير الوقيقة فی الائمه و فی السلف من العلماء خبيث اللسان احمق شديد الكبر قليل النظر فی امور الدين متهاوناً.

(لسان المیزان ص۲۹٦ ج ۴)

''(مولوی ابوالخطاب) ائمہ دین سلف صالحین کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا، بڑا احمق بے وقوف اور متکبر تھا، دین کے معاملہ میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔''

جھوٹا کذاب اور مکار تھا ابوالخطاب بدعتی
گستاخ مغرور اور بے وقوف تھا زبان کا لعنتی

محفل میلاد علماء امت کی نظر میں

علامہ نصیر الدین الاودی الشافعی سے کسی نے اس محفل میلاد کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

لا یفعل لانہ لم ینقل عن السلف الصالح و انما احدث بعد قرون الثلاثۃ فی الزمان الطالع ونحن لانتبع الخلف فیما اھمل السلف لانہ لا یکفی بھم الاتباع فای حاجۃ الابتداع.

(حقیقت میلاد ص ۴۱)

''یہ محفل نہ منائی جائے کیونکہ سلف صالحین سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا یہ تو قروں ثلاثہ یعنی صحابہ اور تابعین کے بعد برے زمانے کی ایجاد ہے اور ہم ایسی چیزوں میں جنہیں سلف نے بے کار اور غیر ضروری قرار دیا ہے بعد میں آنے والوں کی اتباع نہیں کرتے کیونکہ انہیں بھی سلف کی اتباع کافی تھی۔''

قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادی فرماتے ہیں:

لا ینعقد لانہ محدث و کل محدث ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار وما یفعلون من الجھال علی راس کل حول فی شھر الربیع الاول لیس بشئ ویقومون عند ذکر مولدہ ﷺ لانہ یحیئ روحہ وحاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک وقد منع الائمتہ الاربعۃ من مثل ھذا. (فتاوی تحفۃ القضا بحوالہ حقیقت میلاد ص ۴۲)

''یہ محفل میلاد منعقد نہ کی جائے کیونکہ یہ قرون ثلاثہ سے بعد کی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ڈالتی ہے اور یہ جو ہر سال جاہل لوگ ۱۲ ربیع الاول کو مناتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور آپ کی ولادت کے ذکر کے موقع پر سارے اس اعتقاد سے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ حضور ﷺ کی روح آ جاتی ہے اور آپ ﷺ حاضر ہیں پس ان کا یہ نظریہ سراسر باطل ہے بے بنیاد بلکہ یہ اعتقاد تو شرک ہے۔ چاروں اماموں نے ایسی بدعات سے منع کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وكذالك ما احدثه بعض الناس اما مضاهاة للنصارى فى ميلاد عيسىٰؑ واما محبة للنبى ﷺ وتعظيما له والله حثهم على هذه المحبة والتعظيم بالاجتهاد فى الاتباع لا على البدع من اتخاذ مولد النبى ﷺ عيدا مع اختلاف الناس فى مولد فان هذا لم يفعله السلف مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه ولو كان هذا خيرا محضا اور اجحا لكان السلف احق به منا فانهم كانوا اشد حبا لرسول الله ﷺ وتعظيما له منا وهم على الخيرا حراص. (صراط مستقيم بحواله تاريخ ميلاد ص ۹۷)

''اور اسی طرح وہ عمل مولد جس کو بعض لوگوں نے ایجاد کیا تھا یا تو میلاد مسیح میں نصاریٰ کی نقل اتارنے کے لئے اور یا بہ بسبب آنحضرت ﷺ کی تعظیم ومحبت کے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کامل اتباع کے آپ کی عظمت ومحبت کا حکم دیا ہے نہ کہ ان بدعتوں کا کہ آپ کے یوم ولادت کو میلہ بنایا جائے حالانکہ ولادت کی تاریخ میں لوگوں کا اتفاق بھی نہیں بس یہ عمل مولد سلف نے نہیں کیا باوجودیکہ اس کا سبب اس وقت بھی موجود تھا اور کوئی مانع بھی نہیں تھا اور اگر اس میں خیر ہی خیر ہوتا یا خیر کا پہلو راجح ہوتا تو سلف صالحین ہم سے زیادہ کرنے کے حقدار ہوتے اس لئے کہ وہ ہم سے کہیں زیادہ آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت کرتے تھے اور خیر کے امور پر ہم سے زیادہ حریص تھے۔''

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

چھ سو سال تک جس عمل کا نام ونشان امت مسلمہ کے بہترین افراد کی زندگی میں نہ پایا جاتا ہو اس پر عمل کرنے کو کون سا مسلمان مستحسن اقدام قرار دے سکتا ہے بلکہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے چنانچہ علامہ عبدالرحمان مغربی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: **ان عمل المولود بدعة لم يقل به ولم يفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة** مجلس میلاد منعقد کرنا بے شک بدعت ہے نہ تو آنحضرت ﷺ نے اور نہ آپ کے خلفاء راشدین

اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔

علامہ احمد بن محمد مصری لکھتے ہیں **قد انفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل** (القول المعتمد) چاروں مذہب کے علماء اس مجلس میلاد کی مذمت پر متفق ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں: انصاف کی نظر سے دیکھئے اگر حضرت محمد ﷺ اس وقت دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور یہ مجلس اور یہ اجتماع منعقد ہوتا کیا آپ ﷺ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں؟ فقیر (حضرت مجدد الف ثانیؒ) کا یقین یہ ہے کہ اس کو ہرگز جائز نہ رکھتے فقیر کا مقصود صرف امر حق کا اظہار ہے قبول کریں یا نہ کریں کوئی پرواہ نہیں اور نہ کسی جھگڑے کی گنجائش۔ (دفتر اول مکتوب ۲۷۳)

محفل میلاد ساتویں صدی کی ایجاد ہے اور جب سے یہ بدعت ایجاد ہوئی ہے علماء حق نے اسی وقت سے اس کی مخالفت شروع کی ہے لیکن بعض مفاد پرست اس کو کرتے چلے آئے ہیں۔

علامہ تاج الدین فاکھانی مالکی جو اکابرین امت میں سے ہیں، اپنی کتاب المورد میں لکھتے ہیں:

لا اعلم لهذا المولد اصلا فی کتاب و لا سنة ولم ینقل عمله عن احد من علماء الامة الذین هم قدوة فی الدین المتمسکون بآثار المتقدمین بل هو بدعة احدثها البطالون و شهوة نفس واعتنی بها الا کالون بدلیل انا اذا ادرنا علیها الاحکام الخمسة قلنا اما ان یکون واجبا او مندوبا او مباحا او مکروها او محرما ولیس بواجب اجماعا و لا مندوبا لان حقیقة المندوب ما طلبه الشرع من غیر ذم علی ترکه و هذا لم یا ذن فیه الشرع لا فعله الصحابه والتابعون المتدینون فیما علمت و هذا جوابی عند بین یدی الله عزو جل اذ عنه سئلت ولا جائز ان یکون مباحاً لان لابتداع فی الدین لیس مباحاً باجماع المسلمین فلم یبق الا ان یکون مکروها او حراماً. (تاریخ میلاد ص ۹۴)

’’نہیں جانتا اس مولود کے لئے کوئی اصل نہ کتاب سے نہ سنت سے اور نہ یہ عمل علماء امت پیشویان دین سے منقول ہے، جو پوری قوت سے اثار سلف صالحین کو تھامنے والے ہیں۔ بلکہ وہ مولود بدعت ہے اور اہل باطل اور خواہش پرستوں نے اسے ایجاد کیا ہے اور شکم پرستوں نے اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس پر احکام خمسہ کو دائر کیا جائے تو کہا جائے گا کہ یہ محفل میلاد کرنا یا تو واجب ہے یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام ہے اور اس کے واجب نہ ہونے پر تو سب کا اجماع اور اتفاق ہے، اور یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ مستحب وہ ہوتا ہے جس کا شریعت مطالبہ کرے بدون مذمت کے اس کے ترک پر اور شریعت میں اس کا حکم اور اجازت نہیں اور نہ صحابہ تابعین متدینین نے یہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہی جواب عرض کروں گا اگر مجھ سے اس کا سوال ہوا۔ اور مباح بھی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ ایجاد فی الدین مباح نہیں ہے باجماع مسلمین، پس کچھ باقی نہ رہا مگر یہ کہ یہ مولود مکروہ ہو یا حرام۔‘‘

حافظ ابوالحسن علی بن فضل مقدسی (متوفی ۶۱۱ ھ) جن کا مولوی ابوالخطاب سے واسطہ بھی پڑا تھا، وہ اپنی کتاب ’’جامع المسائل‘‘ میں فرماتے ہیں:

ان عمل المولدلم ینقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد قرون الثلث فی الزمان الطالع ونحن لا نتبع الخلف فیما اھمل السلف لانه یکفی بھم الاتباع فای حاجة الی لا بتداع.

(تاریخ میلاد ص ۹۵)

بے شک عمل مولد (محفل میلاد) سلف صالحین سے منقول نہیں ہے اور قرون ثلاثہ کے بعد برے زمانے کی ایجاد ہے اور جس عمل کو سلف نے نہیں کیا اس میں ہم پچھلوں کی پیروی نہیں کریں گے اس لئے کہ ہمیں سلف کی اتباع کافی ہے پھر بدعت ایجاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ابن امیر الحاج کو دعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولقد اطنب ابن الحاج فی المدخل فی الانکار علی ما احدث و الناس من البدع والاھوا والغنا، بالات المحرمة عند

عـمـل الـمـولـد الشريف فان الله تعالیٰ يثيبه علی قصده الجميل ويسلک بنا سبيل السنة.

(ما ثبت من السنة.بحواله تاريخ ميلاد ص ۹۷)

بے شک ابن الحاج نے مدخل میں اس پر زبردست رد کیا ہے جو لوگوں نے بدعتوں اور ہواو ہوس اور حرام مزامیر سے گانا بجانا عمل میلاد کے وقت ایجاد کر رکھا ہے پس اللہ تعالیٰ ابن الحاج کو اس کی اچھی نیت کا ثواب عطا فرمائے اور ہمیں راہ سنت پر چلائے۔

علامہ شریف الدین احمد حنبلی فرماتے ہیں:

.ان مـا يـعـمـل بعض الامراء فی کل سنة احتفالا لمولده ﷺ فـمـع اشتماله علی التکلفات الشنيعة بنفسه بدعة احدثه من يتبع هواه و لا يعلم ما امره صاحب الشريعه و نهاه.

(تاريخ ميلاد ص ۱۰۰)

بعض امراء جو ہر سال محفل میلاد منعقد کرتے ہیں باوجود اس کے مشتمل ہونے کے تکلفات شنیعہ پر وہ فی نفسہ خود بدعت ہے اس کو ان اہل ہوا نے ایجاد کیا ہے جو صاحب شریعت ﷺ کے نہ امر کو جانتے ہیں نہ نہی کو۔

علامہ تقی الدین سبکی کے شیخ علامہ ابن الحاج مجلس میلاد کے متعلق اپنی کتاب مدخل میں لکھتے ہیں:

ومـن جـمـلة ما احد ثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذالک من اکبر العبادات و اظهر الشعائر ما يفعلونه فی شهر ربيع الاول من المولد و قد احتوی ذالک علی بدع و محرمات

(مدخل: ۱/۸۵)

منجملہ ان بدعات کے جنہیں لوگوں نے بڑی عبادت اور بڑا شعائر اسلام سمجھ کر ایجاد کیا ہے، وہ محفل میلاد ہے جو ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں، وہ بہت ساری بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔

علامہ ابن الحسن اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

ان هذا العمل لم ينقل من السلف ولا خير فيما لم ينقل من السلف.

عمل مولد سلف صالحین سے منقول نہیں اور سلف نے جس کام کو نہ کیا ہو اس میں بہتری نہیں (تاریخ میلاد: ۱۰۲)

علامہ احمد بن محمد مصری مالکی فرماتے ہیں:

مع هذا قد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل (قول معتمد)

باوجود اس کے مذاہب اربعہ کے تمام علماء نے اس عمل مولد (محفل میلاد) کی مذمت پر اتفاق کیا ہے۔

علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد الحمید مالکی فرماتے ہیں:

مایهتم بعمل المولد فی ربیع الاول فیلیق ان ینکر علی من یهتم به (قول معتمد)

ماہ ربیع الاول میں عمل مولد (محفل میلاد) کے لئے جو اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کے کرنے والے پر نکیر کرنا چاہئے۔ (تاریخ میلاد: ۱۰۲)

شیخ نور الدین صاحب شرح مواہب لدینہ فرماتے ہیں:

وقد نص الشارع علی الفضلية ليلة القدر ولم يتعرض ليلة مولده ولا لامثالها بالتفضيل دليلا فوجب علينا ان نقتصر على ما جاء منه ولا نبتدع شيئا.

(شرح مواهب لدينه بحواله تاريخ ميلاد ص ١٠٠)

بے شک شارع کی طرف سے نص ہے فضیلت شب قدر پر اور شب میلاد اور اس جیسے دوسرے مواقع پر کوئی تعرض نہیں کیا اور نہ ان کی فضیلت پر کوئی دلیل قائم کی ہے پس ہم پر واجب ہے کہ اکتفا کریں حکم شارع پر اور اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد نہ کریں۔

علامہ محمد احمد بن ابوبکر مخزومی مالکی البدع والحوادث میں لکھتے ہیں:

ومن المنكرات القبيحة والمكروهات الفضيحه فى هذه الاعصار ما يعمل بمولد النبى ﷺ فى بعض الامصار وما هلك امة من امم المرسلين الابابتداع فى الدين.

(تاریخ میلاد ص ۱۰۳)

منکرات قبیحہ اور مکروہات فضیحہ میں سے اس زمانے میں عمل مولد (محفل میلاد) ہے جو بعض جگہ ہوتا ہے اور کوئی امت اگلے رسولوں کی تباہ نہیں ہوئی مگر دین میں نئی باتیں اور بدعات پیدا کرنے سے۔

علامہ علاؤالدین بن اسماعیل الشافعی فرماتے ہیں:

ما يحتفل لمولده ﷺ بدعة يذم فاعلها۔

(شرح البعث والنشور بحوالہ تاریخ میلاد ص ۱۰۳)

مولود (مجلس میلاد) بدعت ہے اس کا کرنے والا قابل مذمت ہے۔

حافظ ابوبکر بن عبدالغنی مشہور بہ ابن نقطہ بغدادی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

ان عمل المولد لم ينقل عن السلف ولا خير فيما لم يعمل السلف. (بحواله تاريخ ميلاد ص ۱۰۳)

بے شک عمل مولد (مجلس میلاد) سلف سے منقول نہیں اور جس کو سلف نے نہیں کیا اس میں خیر نہیں۔

مجوزین کے ہاں مجلس میلاد کا تصور

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے:

عندى ان اصل المولد وهو اجتماع الناس و قراة ما تيسر من القران و رواية الاخبار الواردة فى مبدأ امر النبى ﷺ و ما وقع فى مولده من الايات ثم يمد لهم سماط يا كلونه و ينصرفون من غير زيادة على ذالک من البدع الحسنة (حسنة المقصد)

میرے نزدیک اصل مولد جس کی حقیقت یہ ہے کہ لوگ جمع ہوں اور جتنا ہو

سکے قرآن پڑھیں اور کچھ حدیثیں جو ابتدائے پیدائش حضور ﷺ میں وارد ہیں، کچھ معجزات جو ولادت کے وقت واقع ہوئے، بیان کئے جائیں، پھر دستر خوان بچھایا جائے، لوگ کھانا کھائیں اور چل دیں، اس سے زیادہ اور کچھ نہ کریں تو بدعت حسنہ ہے۔ (تاریخ میلاد: ۴۲)

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے، اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔ (اقامۃ القیامۃ: ۲۸)

مولوی عرفان علی رضا خانی نے لکھا ہے کہ:

ولادت پاک کا ذکر کرنا چند آدمیوں کا آواز ملا کر نعت پڑھنا، عمدہ فرش بچھانا، روشنی کرنا، گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے ان محافل کو آراستہ کرنا، خوشبو لگانا، گلاب پاشی کرنا، شیرینی کا تقسیم کرنا، منبر بچھانا، قیام کرنا۔

(عرفان ھدایت ملخصاً: ۳،۴)

مولوی سید حمزہ رضا خانی نے لکھا ہے:

وہ مجلس جو امور مذکورہ ذیل پر مشتمل ہے، ذکر سولادت سرور عالم ﷺ، استعمال خوشبو، آراستگی مکان، شیرینی، کثرت درود شریف، قیام، تداعی، تعیین وقت (در المنظم: ۱۳۵)

مولوی عبدالسمیع رامپوری رضا خانی لکھتے ہیں:

اور محفل ملود شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات وحسنات کے، معجزات کا پڑھنا، اطعام، طعام یا تقسیم حلویات وثمر وغیرہ اور کثرت درود وسلام وتعظیم اور مدائح نبوی ﷺ (انوار ساطعہ: ۱۸۸)

یہ ہے مجوزین کی محفل میلاد کی تفصیل جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

لیکن موجودہ زمانہ کا جشن عید میلاد النبی دیکھیں، زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا اور جب ان لوگوں نے قرآن وحدیث کے ساتھ اپنے خانہ ساز پیوند لگائے ہیں اور ان صریح ارشادات کے

باوجود اپنی طرف سے بہت کچھ ان میں داخل کر کے دین بنانے کی کوشش کی ہے تو احمد رضا خان کس باغ کی مولی ہے کہ اس کے ارشادات کو من وعن اس طرح تسلیم کیا جائے جیسا کہ اس نے کہا ہے۔ پیوند لگانا اور اعمال کو اپنی طرف سے بڑھانا تو خان صاحب بریلوی ہی کا بتایا ہوا نسخہ ہے جو اعلیٰ حضرت کے نام لیوا استعمال کر رہے ہیں۔ محفل میلاد سے عید میلاد النبی اور پھر عید میلاد النبی سے جشن عید میلاد النبی کا بننا تو فطری تقاضا ہے۔ ان عبارات میں جشن عید میلاد النبی اور جلوس کا کہیں ذکر ہے؟ اگر نہیں تو پھر تو یہ بدعات کے اندر ایک ایسی بدعت ہے جس کا حکم اہل بدعت نے بھی نہیں دیا۔ اگر آج خان صاحب بریلوی اپنی قبر سے گردن اٹھا کر دیکھ لیں تو حیران وششدر رہ جائیں گے کہ میں نے اپنی موت سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے جو وصیت کی تھی کہ میرے دین وشریعت پر کاربند رہنا اہم سے اہم فریضہ ہے، اس پر تو میری امت نے کوئی عمل نہیں کیا اور ان کی بدعات کی بھوک تو مجھ سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن مغربی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

ان عمل المولد بدعة لم يقل به و لم يفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة. (كذا فى الشرعة الالهيه بحواله راه سنت: ۱۶۴).

بے شک محفل میلاد منانا بدعت ہے، نہ تو آنحضرت ﷺ، نہ آپ کے خلفاء راشدین اور نہ ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا ہے اور نہ اس کا حکم دیا ہے۔

مجوزین میں علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

ليس فيه نص ولكن فيه قياس (حسن المقصد)

اس (محفل میلاد) کے جواز پر نص تو کوئی نہیں البتہ قیاس ہے۔

امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ (م ۲۰۰۹ء) فرماتے ہیں:

(جلال الدین سیوطی نے) قیاس میں جو پیش کیا وہ فاسد اور یہ بات بھی نظر انداز کر دی گئی کہ جس چیز کا سبب اور محرک خیر القرون میں موجود تھا، اس میں قیاس اور اجتہاد کرنے کی گنجائش ہی کہاں سے پیدا ہو گئی اور مولوی عبدالسمیع صاحب (وغیرہ) جب

آئے تو انہوں نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے حواریوں کی تشفی کے لئے تہتر (۷۳) ناموں کی فہرست بھی دے دی کہ یہ حضرات عمل مولد کو مستحسن سمجھتے تھے۔ (انوار ساطعہ ۲۴۸، ۲۵۰) مگر اس پر غور نہ کیا کہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین کا نام ان میں ہے یا نہیں؟ حضرات ائمہ مجتہدین اور مستند محدثین کا ذکر بھی ہے یا نہیں؟ پھر اس پر بھی غور نہ کیا کہ ان میں اکثریت صوفیاء کرام کی ہے جن کا عمل بقول مجدد الف ثانی حجت نہیں، عمل صوفیہ در حل وحرمت سند نیست۔ اور جو بعض محقق عالم ہیں وہ خود قیاس فاسد کی غلطی کا شکار ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جو اس تاریخ میں فقط فقراء کو کھانا کھلاتے تھے اور بعض نفس ذکر ولادت کے استحباب کے قائل تھے اور بعض صرف دل میں خوشی کے اظہار کے قائل تھے۔ (راہ سنت: ۱۶۵)

عشق مصطفیٰ ﷺ اور جشن عید میلاد النبی ﷺ

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کی زبان پر ہر وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہو اور ہر مجلس اس ذکر خیر سے معطر ہو اس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد عربی ﷺ کے عشق ومحبت سے لبریز ہو اس کا قول وفعل اور عمل خالق کائنات اور محسن انسانیت ﷺ کے ارشادات کے عین مطابق ہو اور کسی بھی صورت میں اللہ و رسول ﷺ کی محبت کو بھول کر اپنے آپ کو بدبختوں کی فہرست میں شامل نہ کرے یہ عام قاعدہ اور تجربہ کی بات ہے کہ جس آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اس کی ہر ادا کو حرز جان بنایا جاتا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل میں سرور اور خوشی نصیب ہوتی ہے اس کی حکم عدولی کے تصور سے دل ودماغ کو عجیب سا دھچکا لگتا ہے لیکن اس جہان رنگ وبو میں بہت سے ایسے مسلمان بھی پائے جاتے ہیں جو عشق رسول ﷺ کے پکے دعوے دار ہیں مگر جب ان کی زندگی کے شب وروز کو دیکھا جائے تو ان کی زندگی میں حضور ﷺ کے ارشادات کی کوئی جھلک بھی دکھائی نہیں دیتی ان کا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، لباس وخوراک، کردار وگفتار تمام بود وباش بلکہ عبادات میں بھی نبی ﷺ کی کوئی مبارک سنت نظر نہیں آتی لیکن بایں ہمہ پھر بھی وہ اپنے اس دعوے پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اپنے سوا تمام مسلمانوں میں سے کسی کو گستاخ، کسی کو کافر، کسی کو وہابی، کسی کو

نجدی کے القابات سے پکارتے ہیں اور اپنی من گھڑت رسومات و بدعات پر ایسے خود ساختہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ شیطان کو بھی اپنی کذب بیانی میں مہارت کے باوجود شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے جیسا کہ مخبر صادق ﷺ کا ارشاد ہے کہ: **یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا اباء کم فایا کم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم** (مسلم شریف) ''آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہیں ایسی حدیثیں بیان کریں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا لہٰذا ان سے بچو اور ان کو اپنے آپ سے بچاؤ تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں''۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے مکار اور فراڈئے پیدا ہوں گے جو زہد و تقدس کا لبادہ اوڑھ کر مخلوق خدا کو گمراہ کریں گے، علماء و مشائخ بن کر دین کے نام پر بزرگان دین کی طرف غلط اور جھوٹی باتیں منسوب کریں گے ذرا اپنے ارد گرد نظر اٹھا کر دیکھئے کہ ان رسومات، بدعات اور خرافات کی روزانہ کتنی من گھڑت فضیلتیں سنائی جاتی ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کیسی کیسی ترکیبیں سوچی جاتی ہیں جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقدس نام پر شور و غوغا کا ایسا بازار گرم کیا جاتا ہے کہ لوگوں کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے لاؤڈ سپیکر پر دن رات نعت خوانی کے عنوان پر لوگوں کو اذیت سے دوچار کیا جاتا ہے نہ بچوں کا خیال نہ بیماروں کی فکر، نہ ذکر و عبادت اور تلاوت میں مشغول لوگوں کی رعایت، نہ محنت مزدوری کرنے والے تھکے ماندے لوگوں کو پریشان کرنے کا ڈر، نہ سن رسیدہ ضعیف بزرگوں پر رحم، نہ مکاتب، مدارس اور سکولوں میں پڑھنے والے طالب علموں کے اوقات ضائع کرنے کا اندیشہ اگر کہیں لاؤڈ سپیکر پر قرآن کا درس دیا جائے تو ڈی سی صاحب کی نازک طبیعت کے لئے ناقابل برداشت، ایس پی اور اے سی صاحب نقص امن کا بہانہ بنا کر صاحب قرآن کے خلاف برسر پیکار دفعہ 144 کے تحت مقدمہ تیار لیکن یہ برساتی مینڈک جہاں چاہیں لاؤڈ سپیکر کھول کر نعت خوانی کے نام پر شرکیہ نظمیں پڑھتے رہیں، مسجد میں اچھلتے کودتے رہیں۔ شور و غوغا آرائی سے پورے محلے کا سکون تہہ و بالا کرتے رہیں نہ انتظامیہ حرکت میں آتی ہے، نہ ہی کوئی خان چیئرمین اور نہ کوئی رشوت خور آفیسر اس چیخنے چلانے کو مخلوق خدا کے لئے

اذیت ناک قرار دے کر اس کے خلاف لب کشائی کرنے کی تکلیف گوارا کرتا ہے۔

ناواقف طبقہ اسی شور شرابے اور غوغا آرائی کو عشق رسول ﷺ سمجھ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا ہے بلکہ فرائض کو بھی چھوڑ کر اس گن گنانے کو ذریعہ نجات اور کمال ترقی سمجھ کر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ پھر جب ۱۲ ربیع الاول کا دن آجائے تو دکانیں، روڈ، راستے، گلیاں بند کر کے چوکوں پر مولویوں کے قبضہ سے ہر شخص عذاب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ علاقہ کے تمام چرسی، بھنگی، ہیروئنچی اور آوارہ لڑکوں کو جمع کر کے اہل حق کی مساجد اور مدارس سے گزرتے ہوئے دست درازی اور زبان درازی کرنے، دنگا فساد مچانے کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کا نام دیا جاتا ہے جس نبی ﷺ نے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے احتراز کرنے کو کمال ایمان قرار دیا ہے اسی نبی ﷺ کے نام پر علماء، صلحاء، مجاہدین اور شہداء پر دشنام طرازی کو ہی ایمان اور عشق رسول ﷺ کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

وہ جشن عید میلاد النبی ﷺ جس کی ۲۳ سالہ دور رسالت میں کوئی مثال ملتی ہے نہ تمیں سالہ دور خلافت راشدہ میں۔ سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمان غنیؓ، سیدنا علی المرتضیٰؓ کی تمام زندگی عشق رسول ﷺ کے اس نرالے انداز سے خالی ہے ایک سو دس سالہ دور صحابیت میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا نہ ہی خیر القرون کے مبارک دور میں اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ نہ آئمہ مجتہدین کے اجتہاد میں اس کا سراغ ملتا ہے، نہ فقہائے کرام کی کتابوں میں اس پر کوئی باب باندھا جاتا ہے، نہ صوفیائے کرام کی وعظ وتلقین میں اس طرف کوئی اشارہ ملتا ہے، نہ محققین کی تحقیقات میں اس پر کوئی بحث کی جاتی ہے، نہ مفسرین کی تفسیروں میں اس پر کوئی روایت پیش کی جاتی ہے۔

اسلام کے چھ سو سالہ طویل دور میں عشق کے اس انوکھے انداز کا کہیں بھی کوئی نام و نشان نہیں ملتا اگر ملتا ہے تو ساتویں صدی کی ابتداء میں ایک بے دین بادشاہ کے بے دین کردار میں اس بے دینی کا تذکرہ ملتا ہے وہ بھی موجودہ جشن عید میلاد النبی ﷺ سے مختلف۔

مظفر الدین کوکری بن اربل موصل شہر میں ایک بے دین فاسق فاجر بادشاہ گزرا ہے علامہ ذہبی اس کی بے دینی، فضول خرچی اور عوام کے مال کو بے دریغ اڑانے کے متعلق لکھتے ہیں: کان ینفق کل سنة نحو ثلاث مائة الف (دول الاسلام ص ۱۰۳ ج ۲)

''وہ نبی کریم ﷺ کی میلاد پر ہر سال تقریباً تین لاکھ روپے خرچ کیا کرتا تھا۔''

جب بادشاہ سلامت ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ روپیہ مجلس میلاد پر خرچ کرتا تھا تو پھر پیٹ پرست علماء وفضلاء اس کی طرف مائل کیوں نہ ہوتے انہیں اپنے پیٹ کی شکایت دور کرنے کا اس سے بڑھ کر موقع کہاں ملتا تھا جہاں وہ پلاؤ زردہ، قورمہ بریانی، کھیر وحلوہ کی رکابیاں چاٹتے شربت اور دودھ سے پورے سال کی پیاس بجھاتے پھر وہ کیوں نہ اس کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر اس کے متعلق بادشاہ سلامت کے حضور خود ساختہ دلائل کے ڈھیر نہ لگاتے؟ اور اس مجلس میلاد کو تمام فرائض سے بڑا فریضہ قرار دیتے؟ جو سال کے بارہ مہینے ربیع الاول کی آس لگائے جیتے تھے ان مولویوں میں سب سے بڑا نام مولوی ابوالخطاب عمرو بن وجہ کا ہے جس نے اس بے دینی اور بدعت کو دین ثابت کرنے کے لئے جھوٹی اور من گھڑت روایات جمع کر کے اپنی آخرت تباہ کی جس کو میلاد کے جواز پر کتاب لکھنے کے صلہ میں بادشاہ نے ایک ہزار پونڈ انعام دیا تھا۔ (دول الاسلام ۱۰۴ ج ۲)

یہ مولوی صاحب کس شان اور کن اخلاق وصفات کے حامل تھے تقویٰ وتوکل عشق رسول اتباع رسول تواضع وانکساری آئمہ دین سلف صالحین کی تابعداری میں کس درجہ پر تھے؟ وہ بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ذرا ٹھنڈے دماغ سے غور کیجئے کہ جس جشن کو ہم ایمان کا تقاضا، تمام فرائض سے اہم فریضہ اور عشق رسول ﷺ کی علامت سمجھتے ہیں کس بدقماش بادشاہ کی ایجاد ہے اور جس مولوی نے اس کے لئے جواز فراہم کیا وہ کس قسم کا بداخلاق، بے دین، کند ذہن، گستاخ، دینی امور سے غافل، بے وقوف اور خواہش پرست مولوی ہے پھر بھی اگر کوئی شخص آنخضرت ﷺ کے صریح ارشادات کے مقابلے میں اسی بدعت کو دین اور عشق رسول کی علامت سمجھتا ہے تو وہ کون سی محبت کا اظہار کرتا ہے اور کس کی پیروی کرتا ہے حالانکہ آنخضرت ﷺ کا ارشاد ہے **اللھم لا تجعل قبری وثنا یعبد** (مشکوٰۃ ص ۱۷۲) اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔

آنخضرت ﷺ اپنی قبر مبارک پر مخصوص اجتماع کی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں جس قبر مبارک میں آنخضرت ﷺ خود موجود ہیں اس پر جشن اور عید منانے اور میلہ لگانے کی

اجازت نہیں تو پھر آنحضرت ﷺ کی ولادت کے دن جشن عید منانے اور میلہ لگانے کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے؟ اسی چیز نے صحابہ کرامؓ جیسے سچے عاشقوں اور جانثاروں کو اس جشن منانے سے روکے رکھا اور اسی وجہ سے تابعین اور تبع تابعین آئمہ مجتہدین نے اس دن کوئی جشن نہیں منایا کہ خود آنحضرت ﷺ اس چیز کو اپنی زبان مبارکہ سے منع فرما چکے ہیں جب آنحضرت ﷺ کسی چیز کو منع فرما دیں تو پھر کسی مسلمان کے لئے کہاں گنجائش ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات سے انحراف کر کے ابولہب ملعون کے طریقوں پر مر مٹنے کے لئے تیار ہو؟ لیکن زمانہ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی جتنی مخالفت کرتا ہے وہ اتنا ہی بڑا عاشق رسول ﷺ کہلاتا ہے اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی جتنی تابعداری اور فرمان برداری کرے وہ اتنا ہی بڑا گستاخ کہلاتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات سے تھوڑا سا انحراف بھی بہت بڑی تباہی اور ایمان کو غارت کرنے کے لئے کافی ہے اسی وجہ سے علماء حق نے ہر دور میں اس قسم کی بدعات اور خرافات سے امت مسلمہ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج نے مجلس میلاد کی پرزور تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگوں کی ان بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعار اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں ایک مجلس میلاد بھی ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مجلس میلاد بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے مزید فرماتے ہیں کہ اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اس وقت مرتب ہوتے ہیں جب کہ اس میں سماع ہو اگر مجلس میلاد و سماع سے پاک ہو اور صرف بنیت مولود کھانا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کے لئے بلایا جائے اور تمام مذکورہ مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی وہ صرف نیت (عقد مجلس میلا) کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پہ چلنا اور ان کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

(مدخل ابن الحاج ص ۸۵ ج ۱)

اب وہ لوگ ذرا اپنی شناخت کروا دیں جو اس میلاد کو ایمان کا جز اور عشق رسول ﷺ کی علامت سمجھتے ہیں کہ وہ کون سے مذہب کے پیروکار ہیں؟ اپنا اصل چہرہ لوگوں کو

دکھائیں حنفیت کی رٹ لگا کر ان پڑھ عوام کو دھوکہ میں نہ رکھیں اور یہ بات بھی ذہن نشین ہو کہ چاروں مذہب کے علماء جس میلاد کی مذمت پر متفق ہیں وہ مجلس میلاد یا مولود کے نام سے منعقد ہوا کرتی تھی جس کی ابتدا بادشاہ مظفر الدین کوکری اور مولوی ابوالخطاب نے کی تھی اور جو جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے ہمارے ملک میں ہر سال منائی جاتی ہے اس کی ابتداء فرنگی دور حکومت میں بیسویں صدی کے وسط میں ہوئی اور لاہوری ایجاد ہے جس کے بانی مولوی عبدالمجید اور حاجی عنایت اللہ قادری دو اشخاص ہیں بلکہ حاجی عنایت اللہ اکیلے اس بدعت کے موجد ہونے کے مدعی ہیں جو مفاسد حاجی عنایت اللہ کے لاہور برانڈ جشن عید میلاد النبی ﷺ میں ہیں۔ وہ مفاسد مظفر الدین کوکری اور مولوی ابوالخطاب کی ایجاد کردہ مجلس میلاد میں نہیں تھے اور چاروں مذاہب کے علماء اس کی مذمت پر متفق تھے۔ تو پھر اس مجموعہ مفاسد جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے جو جلوس نکالا جاتا ہے، اس پر چاروں مذاہب کے علماء کے متفق ہونے میں کونسا شبہ ہے؟ بلکہ یہ تو بنیادی انسانی حقوق کی بھی خلاف ورزی ہے کہ تمام کاروباری طبقہ کو پریشان کیا جاتا ہے، روڈ، راستے، گلیاں بلاک کر کے تمام لوگوں کو اذیت سے دوچار کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ولادت وسیرت کی بجائے علماء حق کی کردار کشی، مجاہدین، شہدائے اسلام پر تکفیر کے فتوے، دین حق کی محنت کرنے والوں پر گستاخی کے الزامات، بزرگان دین، علماء وصوفیاء کرام کی طرف غلط باتوں کا انتساب اور اس پر عشق مصطفیٰ ﷺ کا مقدس نام چسپاں کر کے عوام کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

ہر مسلمان کو معلوم ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے زندگی کے ہر گوشے پر ایسی ہمہ جہت روشنی ڈالی ہے کہ تشنگی کا نام ونشان بھی باقی نہیں چھوڑا۔ مہد سے لیکر لحد تک، قبر سے لیکر حشر تک، میزان، صراط، جنت، جہنم الغرض ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ کہیں کسی جگہ ابہام باقی رہ کر انسانیت کے لئے پریشانی اور الجھن کا سبب نہ بنے۔ آنحضرت ﷺ نے رحمۃ اللعالمین ہونے کی حیثیت سے ۲۳ سالہ دور نبوت میں امت مرحومہ کے لئے ہر اس چیز کی رہنمائی فرمائی ہے جس کی امت کو ضرورت تھی۔ یہاں تک کہ قضائے حاجت اور استنجا کا طریقہ بھی بتا دیا۔

لیکن امت مسلمہ کے لئے سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس خیر الامم نے خیر

الرسل ﷺ کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر نسیاً منسیاً کر دیا۔ اور ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر یہود و ہنود کے طور طریق اپنی زندگی میں ایسے فٹ کر دیئے کہ انہی چیزوں نے ان کے ہاں اسلام دین اور مذہب کا لبادہ اوڑھ لیا۔ یہود و ہنود سے لی گئی ان رسومات و بدعات نے دین کی ایسی شکل اختیار کر لی کہ عوام تو عوام بڑے بڑے اہل علم بھی اس سمندر میں ایسے بہہ گئے کہ علم کو بھی ماتم کرنا پڑا اور انسانی عقل بھی دنگ رہ گئی کہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا دعویٰ کرنے والے ان کج ذہنوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے مقدس نام پر کیا طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ کیا آنحضرت ﷺ کی تعلیمات میں ان چیزوں کے متعلق کوئی اشارہ ملتا ہے؟ یا صحابہ کرامؓ جو آپ ﷺ کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے تھے، ان کی زندگی میں عشق نبوی ﷺ کے یہ نمونے میں پائے جاتے ہیں؟ یا ائمہ مجتہدین جن کی ساری زندگی مسائل کے استنباط میں گزری، ان کے اذہان بھی اس طرف منتقل ہوئے؟ صوفیائے کرامؒ جن کی ساری زندگی عشق مصطفیٰ ﷺ میں دیوانہ وار گزری، کیا ان کے شب و روز میں ان چیزوں کے خدوخال پائے جاتے ہیں؟ حدیث اور فقہ اور تاریخ کی کوئی کتاب بھی ان بزرگوں سے ان چیزوں کو ثابت نہیں کر سکتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے بڑے اہل علم بھی من گھڑت روایات بیان کر کے عوام کو گمراہ کرتے ہیں؟

اس کا جواب آپ کو قرآن کے پچیسویں پارے میں سورۃ جاثیہ میں ملے گا۔ ارشاد باری عزاسمہ ہے۔ ”سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے۔ سو ایسے شخص کو بعد خدا کے کون ہدایت کرے۔“ (الجاثیہ: ۲۳)

جس کو خدا گمراہ کرے تو وہ علم کے باوجود بھی اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ بے دینی کو دین سمجھ کر خود بھی تباہی و بربادی کے راستے پر چل پڑتا ہے اور اپنے ساتھ بے شمار لوگوں کو گمراہ کر کے جہنم کا ایندھن بنا کر چھوڑتا ہے اگر جشن عید میلاد النبی ﷺ منانا ہی عشق رسول ﷺ کی علامت اور ایمان کا تقاضا ہے تو پھر صحابہ کرامؓ سمیت امت مسلمہ کی چھ سو سالہ زندگی اس سے خالی ہے کیا یہ سب گستاخ تھے؟ اگر نہیں تو پھر علماء دیوبند پر طعنہ زنی کیوں؟ آخر

میں جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے والوں سے گزارش ہے کہ خدارا اس بے ہودہ اور من گھڑت رسم کو چھوڑ کر اتباع سنت کی طرف آ جاؤ اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو اپنے لئے مشعل راہ بنالو: لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوں''۔

اپنی خواہشات، بدعات، رسومات، باپ دادا کی ایجادات کو چھوڑ کر محمد عربی ﷺ کی شریعت کی پیروی شروع کر دو یہی عشق مصطفیٰ ﷺ کا وہ انداز ہے جس پر صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، صوفیائے کرام اور امت کے دوسرے بہترین افراد نے اپنی زندگیاں نچھاور کی تھیں کیونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (بخاری و مسلم) ''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

لہٰذا اس مردود عمل جشن عید میلاد النبی ﷺ میں لگ کر نہ اپنے آپ کو تباہ کرو اور نہ ان پڑھ عوام کو تباہی کے راستے پر چلاؤ۔ ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر صراط مستقیم کی طرف لوٹ آؤ اگر رب العالمین تک پہنچنا چاہتے ہو ورنہ ؎

انکار توحید بھی کر بیٹھو انکار سنت بھی لیکن
مومن تماشا دیکھیں گے محشر میں ان فنکاروں کا
تھا تھا کہہ کر جب نبیؐ ان کو دھتکارے گا
وقت ہوگا وہ دیکھنے کا ان نام نہاد دینداروں کا

محفل میلاد میں قیام کرنا

اربل میں بے دین بادشاہ مظفر الدین کوکری نے ۶۰۴ھ میں محفل میلاد کی بنیاد رکھی اور عیسائیوں کے کرسمس ڈے کے مقابلہ میں میلاد النبی ڈے منانے کی رسم ایجاد کی۔ اس میں طعام کا ذکر تو کثرت سے ملتا ہے اور اہل ذوق کے لئے تیس ہزار حلوے کی رکابیاں، دسترخوان پر سجانا اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے مگر اس محفل میلاد میں قیام کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اسی طرح

۷۸۵ھ میں شام اور مصر کی محافل میلاد میں بھی قیام کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مجوزین اس قیام کا بانی علامہ تاج الدین سبکی شافعی (متوفی ۷۵٦ھ) کو قرار دے رہے ہیں کہ ایک دفعہ امام سبکی کے پاس بہت سے علماء وقت جمع تھے کہ اتفاقاً کسی نے علامہ صرصری کا شعر جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مدح میں کہا تھا، پڑھا۔ اس شعر کو سنتے ہی امام سبکی کھڑے ہوگئے، حاضرین مجلس بھی ان کے ساتھ ان کی اتباع میں کھڑے ہوگئے اور تمام اہل مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہوئی (الدرالمنظم: ۱۲۴)۔

مگر یہاں نہ محفل میلاد تھی اور نہ ربیع الاول کا مہینہ تھا، نہ قیام کا اہتمام وانتظام تھا،، نہ قیام کی دعوت تھی، بلکہ سیرت شامی میں اس کی تصریح ہے کہ یہ درس وتدریس کی مجلس تھی۔ چنانچہ صاحب سیرۃ شامی لکھتے ہیں:

> اتفاقاً اس قصیدے کو کسی پڑھنے والے نے اس وقت پڑھا جب امام تقی الدین سبکی درس وتدریس سے فارغ ہوئے اور بڑے بڑے قاضی، مفتی اور علماء ان کے پاس موجود تھے۔ جب پڑھنے والا اس بیت پر پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ کھڑے ہوں شرفاء آپ کا ذکر سنتے وقت، قیام کریں صف بہ صف یا وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوجائیں..........
>
> تو فوراً امام سبکی کھڑے ہوگئے تاکہ صرصری کے فرمان کا امتثال ہوجائے، سب لوگوں کو ایک عجیب کیفیت وسرور حاصل ہوا۔ (سیرۃ شامی بحوالہ تاریخ میلاد: ۱۱٦)

یہ ہے وہ عمل جس کو یار لوگوں نے واجب قرار دیا۔ علامہ تقی الدین سبکی کے اس قیام کے وقت نہ مجلس میلاد تھی، نہ ذکر ولادت کا تذکرہ تھا، نہ اختیاری اور رواجی قیام تھا، نہ ہی اس قیام کے فضائل بیان کیے گئے تھے۔ درس وتدریس کی محفل میں ایک نعت سن کر علامہ سبکی وجد آئے اور غلبہ حال میں بے اختیار کھڑے ہوگئے۔ غلبہ حال میں صوفیاء سے اور بھی بہت سی حرکتیں صادر ہوتی ہیں، انہی حرکتوں کی طرح علامہ سبکی سے بھی یہ ایک حرکت صادر ہوئی اور میلادی حضرات آج تک اس مجذوبی حرکت کو واجب سمجھ کر ادا کرتے ہیں، کیا جہالت کی بھی کوئی انتہا ہے؟

مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

> قیام کی ابتداء درحقیقت اس طرح ہوئی کہ ایک صوفی منش بزرگ کو اثنائے مولود

میں حال آ گیا اور وہ وجد کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ چونکہ وہ نہایت موقر اور صاحب اثر تھے، اس بناء پر ان کے ساتھ ساری مجلس کھڑی ہوگئی۔

(تاریخ میلاد: ۱۱۹)

اب ذرا اس مجذوبانہ عمل کو واجب اور فرض کا جامہ پہناتے ہوئے اکابرین ملت بریلویہ کے ارشادات بھی پڑھیں۔ مولوی عبدالسمیع رضاخانی لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا واجب ہے

(انوار ساطعہ: ۲۵۰)

- رضاخانیوں کے مشہور و معتبر مجموعہ فتاویٰ غایۃ المرام میں لکھا ہے:

حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا فرض ہے، قیام نہ کرنے والا کافر ہے۔ (غایۃ المرام: ۵۵، ۵۶، ۶۷، ۷۱)

مولوی نظام الدین ملتانی رضاخانی لکھتے ہیں:

مجلس میلاد میں بوقت صلوٰۃ وسلام قیام کرنا مستحب و مستحسن ہے اور ایک صورت میں واجب بھی ہے۔ (جامع الفتاویٰ: ۵/۳۱۶)

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان مفتی حنابلہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نعم یجب القیام عند ذکر ولادتہ ﷺ اذ یحضر روحہ ﷺ فعند ذالک یجب التعظیم والقیام (اقامۃ القیامۃ: ۱۳، ۱۴) ہاں ذکر ولادت حضور اقدس ﷺ کے وقت قیام کرنا واجب ہے کہ روح اقدس حضور ﷺ جلوہ فرماتی ہے تو اس وقت تعظیم و قیام واجب ہوا۔

مولوی عبدالحامد بدایونی رضاخانی فرماتے ہیں:

مشاہیر علماء میں قاضی عیاض، علامہ سید احمد، علامہ حلبی، امام نووی، علامہ جوزی، علامہ برزنجی وغیرھم جیسے افراد قیام کے وجوب کے قائل ہیں۔ (رسالہ پیشوا دہلی ۸ جولائی ۱۹۳۳)

قیام کرنا بدعت ہے

علامہ محمد بن علی دمشقی شامی جلال الدین سیوطی کے شاگرد اور مجوزین میلاد میں سے

ہیں۔وہ اس قیام کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ ﷺ ان یقوموا لہ تعظیما وھذا القیام بدعۃ لا اصل لہ. (سیرۃ شامی بحوالہ تاریخ میلاد: ۱۴۶)۔ اکثر محبین کی عادت ہے کہ جب وہ ذکر ولادت ﷺ سنتے ہیں تو تعظیماً کھڑے ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

نویں صدی کے نامور عالم دین ملک العلماء علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی حنفی لکھتے ہیں:

ویقومون عند ذکر تولدہ ﷺ و یزعمون ان روحہ یجیئی و حاضر فزعمھم باطل بل ھذا الاعتقاد شرک و قد منع الائمۃ عن مثل ھذا.

اور حضور ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روح آتی ہے اور حاضر ہوتی ہے، ان لوگوں کا یہ گمان باطل، یہ اعتقاد شرک ہے اور بے شک ائمہ اربعہ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہے۔ (تاریخ میلاد: ۱۴۸)

علامہ شیخ محمد بن فضل اللہ جونپوری بہجۃ العشاق میں لکھتے ہیں:

یفعلہ العوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام لیس بشیئی بل مکروہ

عوام جو ذکر ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت قیام کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ (تاریخ میلاد: ۱۴۸)

علامہ قاضی نصیر الدین گجراتی لکھتے ہیں:

قد احدث بعض جھال المشائخ امورا کثیرۃ لا نجد لھا اثرا ولا رسما فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسولہ ﷺ منھا القیام عند ذکر ولادتہ علیہ السلام (طریقۃ السلف بحوالہ تاریخ میلاد: ۱۴۹)

بے شک بعض جاہل مشائخ نے اکثر ایسی باتیں نکالی ہیں جو نہ قرآن سے ثابت

ہیں نہ حدیث سے، انہی میں سے ذکر ولادت آنحضرت ﷺ کے وقت قیام ہے۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا فتویٰ

مفتی ہند حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری فرماتے ہیں:

یہ (قیام) بے اصل ہے، آنحضرت ﷺ کے ارشاد اور تابعین و تبع تابعین کے قول وفعل سے ثابت نہیں ہے، تو اس کا التزام بھی بدعت ہے۔ سیرۃ شامی میں ہے کہ کچھ لوگوں کی عادت ہوگئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت آپ کے لئے قیام کرتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مروجہ مجلس میلاد کی طرح قیام بھی بے اصل ہے۔ اگر قیام کا مقصد ذکر ولادت شریفہ کی تعظیم ہے تو خطبوں اور وعظوں کی مجلس میں یا تفسیر قرآن واحادیث پڑھاتے پڑھاتے گھنٹوں آپ کی ولادت کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے، اس وقت قیام کیوں نہیں کرتے؟ اگر قیام کرنے والوں کا اعتقاد ہو کہ مجلس میلاد میں آنحضرت ﷺ تشریف لاتے ہیں یا تشریف آوری کا احتمال ہے اس لئے قیام کرتے ہیں تو مذکورہ بالا مواقع مجلس میں آپ کیوں تشریف نہیں لاتے؟ اگر تشریف فرما ہوتے ہیں یا اس کا احتمال ہے تو پھر یہاں کیوں قیام نہیں کرتے؟ بہر حال ذکر میلاد کے وقت قیام کا التزام بدعت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۲/۷۴)

مفتی محمود حسن گنگوہی (م ۱۹۹۶ء) کا تحقیقی فتویٰ

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

پہلی چیز قیام ہے، اس کے متعلق تحقیق طلب یہ ہے کہ قیام کس مقصد کے لئے کیا جاتا ہے؟ یعنی اس قیام سے کس کی تعظیم مقصود ہے؟ اس میں چار احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہوں اس لئے کہ آپ کو دیکھ کر ایمان وادب کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آدمی فوراً کھڑا ہو جائے (جیسا کہ کثرت سے ان مجالس والوں کا عقیدہ ہے)۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ کی تعظیم مقصود ہو یعنی یہ عقیدہ ہو کہ

آپ اس وقت پیدا ہو رہے ہیں اور اس مجلس میں آپ کی ولادت شریفہ ہو رہی ہے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے کہ پس پردہ کسی عورت کے ہاتھ میں بچہ ہوتا ہے اور عین ذکر ولادت کے وقت وہ عورت اس بچہ کے چٹکی لیتی ہے جس سے وہ بچہ رو پڑتا ہے، اس کی آواز سن کر سب مجمع درود و سلام پڑھتا ہوا کھڑا ہو جاتا ہے اور امسال یہاں کانپور میں ایک مجلس میلاد میں جھولا بھی موجود تھا، جس میں ایک بچہ کو لٹا کر جھلایا جا رہا تھا اور اس پر درود و سلام پڑھا جا رہا تھا (استغفر اللہ العظیم)۔ تیسرا احتمال یہ کہ ذکر ولادت کی تعظیم مقصود ہو۔ چوتھا احتمال یہ ہے کہ صرف ذکر رسول کی تعظیم مقصود ہو۔

پہلا احتمال: حضور اقدس ﷺ کا تشریف لانا مجالس میلاد شریف میں، یہ عقیدہ بلا دلیل ہے۔ قرآن پاک، حدیث شریف، کلام، اصول فقہ کسی چیز سے بھی یہ ثابت نہیں، لہذا یہ عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے، اس سے توبہ لازم ہے، ایسی چیزوں کا ثبوت آنکھوں سے دیکھ کر ہو سکتا ہے یا دلیل شرعی سے ہو سکتا ہے۔ حاضرین مجلس آنکھوں سے یہ دیکھ نہیں رہے ہیں، دلیل شرعی قائم نہیں، پھر ثبوت کی ضرورت ہے۔ یہ بحث جداگانہ ہے کہ تشریف لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا یہ موقع نہیں۔ جبکہ ان مجالس میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام غلط ہوا۔ اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو کیا قیام کرنا درست ہوتا؟ اس کے لئے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

عن ابی امامہ قال خرج رسول اللہ ﷺ متکأً فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھا بعضاً۔

(رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف ۴۳)

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ لاٹھی ٹیکتے ہوئے تشریف لائے تو ہم لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے قیام مت کرو جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں۔ یہ حدیث امام ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

اس حدیث پاک میں صاف قیام کو منع کیا گیا ہے۔

تنبیہ: اس حدیث شریف کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قیام کی ممانعت اس طرح ہو کہ آپ تشریف فرما رہیں، یعنی بیٹھے رہیں اور لوگ تعظیماً کھڑے رہیں کیونکہ وہاں یہ طریقہ کبھی تھا ہی نہیں۔ آپ کی مجلس کا یہ حال ہوتا کہ صحابہ کرام اس طرح مؤدب بیٹھتے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوں کہ ذرا حرکت کریں تو وہ اڑ جائیں۔ حضور ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام قیام نہیں کرتے تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کی نظروں میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ کوئی بھی محبوب نہیں تھا لیکن جب صحابہ کرام حضور ﷺ کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ قیام آنحضرت ﷺ کو ناپسند و ناگوار ہے۔ یہ حدیث شریف امام ترمذی نے روایت کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۰۳)

اس حدیث پاک میں صحابہ کا طرز عمل صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو ناپسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے خواہ اس کا دلی تقاضا کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو مگر اپنے دلی تقاضے کے مقابلہ میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کا لحاظ رکھنا محب کے ذمہ لازم ہے۔ اور یہی دراصل تقاضائے محبت ہے۔ صحابہ کرام کی زندگی میں اس قسم کے بے شمار واقعات ملیں گے کہ انہوں نے اپنی دلی خواہش اور جذبہ محبت کو حضور اقدس ﷺ کی خواہش او منشا پر قربان کر دیا.......... حضرت معاویہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جس شخص کا دل اس بات سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے لئے قیام کریں، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ۴۰۳)

احتمال دوم: ولادت شریفہ کی تعظیم کے لئے قیام کرنا اور یہ سمجھنا کہ اسی مجلس میں آپ کی ولادت ہو رہی ہے، یہ تصور اس قدر بے ہودہ اور باطل ہے جس کی حد نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس مجلس سے پہلے پیدائش نہیں ہوئی تھی۔ تو قرآن پاک کس پر نازل ہوا؟ حدیثوں کا مجموعہ کس کی حدیثیں

ہیں؟ ۲۳ سالہ مبارک زمانہ وحی کی زندگی، غزوات، اصول وارکان اسلام، چودہ سوسالہ کارنامے یہ کیسے ہیں اور کیا ہر گھر میں جہاں میلاد ہوتا ہے، وہیں ولادت ہوتی ہے (نعوذ باللہ)۔ یہ تصور تو کوئی مسلمان بلکہ تھوڑی سمجھ والا غیر مسلم بھی نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ یہ اہل مجلس حضرات جوش محبت وعقیدت میں ولادت شریفہ کی نقل کرتے ہوں کہ کسی عورت کو رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ کے مشابہ قرار دے کر جو بچہ اس کی گود میں ہے اس کو آنحضرت ﷺ کی شبیہ قرار دیتے ہوں اور اس بچہ کے رونے کی آواز کو سن کر اس وقت کا تصور کرتے ہوں جس وقت آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ ہوئی تھی اور اسی تصور کے ماتحت قیام کرتے ہوں۔ یہ تصور اور تشبیہ بھی اس قدر خطرناک کہ الامان والحفیظ۔ یہ بالکل ایسا ہی طریقہ ہے جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت کا دعویٰ کرنے والا ایک طبقہ محرم کے مہینے میں اختیار کرتا ہے، علم نکالتا ہے، میسر آجائے تو اونٹوں کی قطار بھی لے جاتا ہے، جیسا کہ کانپور میں دستور ہے، اور دلدل بھی نکالتا ہے، چوکی اور مہندی بھی ہوتی ہے اور قبر کی بھی شبیہ بنائی جاتی ہے اور ماتم بھی مرثیوں کے ساتھ ہوتا ہے، کوئی شمر بھی ہوتا ہے، کسی کو حسین بھی بنایا جاتا ہے اور سب ماجرا تفصیل وار اسی تفصیل کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جس طرح پیش آیا تھا۔ یہ بھی سب عقیدت ومحبت ہی کا مظاہرہ ہے کہ پورے واقعہ کی نقل کی جاتی ہے۔ دوسری غیر مسلم قومیں بھی اپنے بزرگوں کے کارنامے اسی طرح نقل کرتی ہیں بلکہ بزرگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لیتی ہیں اور ان کے سامنے ڈنڈوت کرلینے کو اور ان کی پیدائش اور جنگ وغیرہ کی نقل کرنے اور جلوس نکالنے کو اپنے سارے دین کا خلاصہ اور عصر سمجھتی ہیں۔ آپ تنہائی میں دماغ کو افکار وتعصب سے خالی کر کے سوچیں کہ یہ طریقہ مسلمانوں نے کن لوگوں سے لیا ہے اور ایسا عقیدہ اور ان کے لئے یہ عمل کہاں تک عقل وشریعت کے مطابق ہو سکتا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دے سکتی ہے اور عقل اس کو برداشت کرسکتی ہے؟ اگر آج کسی کے والد بزرگوار کی نقل اس طرح اتاری جائے تو کوئی غیرت

مند آدمی اس کو برداشت کر سکتا ہے؟

تیسرا احتمال: ذکر ولادت شریف کی تعظیم کی خاطر قیام کرنا۔ تو اس کے لئے بھی کوئی ثبوت نہیں کہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر جب کیا جائے تو بحالت قیام کیا جائے یا سننے والے قیام کریں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میں دوشنبہ کو پیدا ہوا ہوں۔ لیکن پیدائش کا تذکرہ فرماتے ہوئے نہ تو آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا نہ صحابہ کرام نے۔ محدثین نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو سند کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کتابوں کو برابر اہل علم حضرات پڑھتے ہیں، کہیں ثابت نہیں کہ کسی راوی نے اس کو یا اس جیسی کسی حدیث کو روایت کرتے وقت قیام کیا ہو یا کسی محدث مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھتے یا پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت قیام کیا ہو۔ پس اس مقصد کے تحت قیام بھی بلا دلیل ہے۔

چوتھا احتمال: یہ ہے کہ محض ذکر رسول مقبول ﷺ کی تعظیم کے لئے قیام ہو۔ تو یہ بھی بلا دلیل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ہفتہ میں ایک مرتبہ ہمیشہ ذکر رسول مقبول ﷺ کرتے اور حدیثیں سنایا کرتے تھے، مگر کہیں قیام منقول نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ہر جمعہ کو منبر نبوی کے پاس کھڑے ہو کر احادیث سنایا کرتے اور قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ اس قبر والے ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔ مگر کبھی حاضرین کو قیام کے لئے نہیں کہا۔ خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے جب ذکر رسول مقبول ﷺ فرمایا، کبھی حاضرین کو قیام کا حکم نہیں دیا اور کیسے حکم دیتے اور حاضرین کیسے قیام کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی اس بات کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے کہ منبر پر تشریف لا کر فرمایا اجلسوا (بیٹھ جاؤ)۔ اس حکم کو سن کر جو صحابہ جہاں تھے، وہیں بیٹھ گئے حتیٰ کہ عبداللہ بن مسعود اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے تھے، مسجد کے باہر دروازہ کے قریب تھے، وہ یہ حکم سن کر وہیں بیٹھ گئے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی ان پر نظر

پڑی، فرمایا، آگے آجاؤ۔

ایمان کے بعد سب سے بڑی چیز نماز ہے، اس کے متعدد ارکان ہیں، مختلف چیزیں پڑھی جاتی ہیں۔ رسول مقبول ﷺ پر درود شریف قیام کی حالت میں نہیں پڑھا جاتا نہ رکوع سجدہ کی حالت میں پڑھا جاتا ہے بلکہ بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر حدیث لکھتے وقت اول غسل کیا، مسواک کی، دو رکعت نماز نفل پڑھی، تب ایک حدیث لکھی۔ اس ادب واحترام کے ساتھ یہ کتاب سولہ سال میں مکمل ہوئی۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ کسی حدیث کو خواہ وہ ذکر ولادت شریف سے متعلق ہو یا کسی اور چیز سے متعلق ہو، کھڑے ہو کر لکھا ہو۔ جس وقت اپنی کتاب کی املا کراتے تھے تو بعض اوقات ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مجمع موجود ہوتا مگر سب بیٹھے رہتے تھے، کوئی بحالت قیام نہیں لکھتا تھا۔ اور بھی کسی محدث سے قیام ثابت نہیں حالانکہ یہ سب حضرات ذکر رسول مقبول ﷺ کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ نیز اس مقصد کے لئے شروع ہی سے قیام کیوں نہیں کیا جاتا؟ جب کہ مجلس ہی ذکر رسول ﷺ کے لئے ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۱۹۸)

ان تمام عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ صحابہ کرام نے کبھی بھی آنحضرت ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے قیام نہیں کیا اور نہ ہی محدثین عظام نے ان روایات کے وقت قیام کیا، نہ کسی امام اور مجتہد نے قیام کیا اور نہ قیام کا حکم دیا۔ ۶۰۴ھ میں مجلس میلاد کے ابتدائی دور میں بھی اس قیام کا کوئی وجود نہیں تھا۔ آٹھویں صدی میں جا کر مجلس میلاد میں اہل بدعت نے ایک اور خانہ ساز پیوند لگا کر قیام کو ایجاد کیا اور نہ صرف ایجاد کیا بلکہ واجبات وفرائض کی فہرست میں داخل کر کے دین محمدی کا حلیہ بگاڑنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ جبکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں اپنے لئے اس قیام کو ناپسند کیا بلکہ اس سے منع فرمایا کہ **لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضہا بعضا** (مشکوٰۃ شریف: ۴۳) میرے لئے قیام مت کرو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے قیام کرتے ہیں۔ افسوس صد افسوس اہل بدعت پر کہ چن چن کر آنحضرت ﷺ کے ارشادات وافعال کی مخالفت کرتے

ہیں اور دعویٰ ہے عشق رسول کا۔ کیا عشق رسول کا یہی تقاضا ہے؟

یہ کس کوچے کی ادا ہے کس دل کی صدا ہے
کہ دل محبوب کو توڑ کر کہے بندہ تجھ پر فدا ہے

محمود احمد رضوی کا فتویٰ

مولانا محمود احمد رضوی رضا خانی اپنے ماہنامہ رضوان میں لکھتے ہیں:

لوگوں کی یہ عادت جاری ہوگئی ہے کہ جب حضور ﷺ کی پیدائش مبارک کا ذکر سنا، فوراً حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں، یعنی بدعت حسنہ۔ (ماہنامہ رضوان لاہور نومبر ۱۹۸۶ص ۱۷)

مولوی صاحب نے اس قیام کو بدعت اور بے اصل تسلیم کرلیا ہے اور ساتھ اپنی عادت کے مطابق خانہ ساز حسنہ کا بے جوڑ پیوند بھی لگا دیا۔ لیکن خیر یہ ان کی عادت ہے اور مجبوری بھی۔ مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بدعت کیا ہے اور حسن کیا۔ فقیر کسی بدعت میں بھی حسن نہیں دیکھتا، یہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی)

اہل بدعت کی ایک تجویز جس پر عمل نہ ہوسکا

بریلوی علماء میں محمد عمر اچھروی کو مناظر اسلام اور غزالئی دوراں کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ مقیاس الحنفیت کے نام پر انہوں نے بدعات کا ایک مجموعہ بھی لکھا ہے جس میں انہوں نے فضیلت دودھ، فضیلت حلوہ وغیرہ باب باندھے ہیں۔ ان غزالئی دوراں صاحب نے ۱۹۵۹ء میں اپنی قوم کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ حضور ﷺ کے یوم پیدائش پر عید میلاد النبی کی نماز قائم کی جائے اور مسلمان اپنے نبی کی پیدائش کی خوشی میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کریں۔ لیکن انہی کے گھر کے مولانا ابوالحسنات قادری رضا خانی نے اس کی مخالفت کی اور اس طرح یہ تجویز آگے نہ چل سکی۔ (مطالعہ بریلویت: ۶/ ۳۳۹)

مولانا ابوالحسنات قادری ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس عمل کے صدر تھے،

اجلاسوں اور جیل میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ کچھ دن گزار چکے تھے۔ علماء دیوبند کی ہوا انہیں لگی تھی، اس لئے انہوں نے اس بدعت کی مخالفت کر کے بات ختم کر دی ورنہ صلوٰۃ غوثیہ ایجاد کرنے والوں کے لئے صلوٰۃ نبویہ ایجاد کرنا کون سا مشکل کام تھا اور جو قوم صلوٰۃ غوثیہ کو قبول کرتی ہے، وہ صلوٰۃ نبویہ کو دل و جان سے تسلیم کر لیتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قبر پر جن کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ امت مسلمہ اس بدعت کی نحوست سے بچ گئی۔ لیکن جس شدت کے ساتھ سائنسی ترقی کی طرح ایجاد بدعات کا عمل روبہ ترقی ہے، آئندہ کسی بھی وقت کوئی مغز پھرا قرآن و حدیث میں وارد شدہ نماز کے فضائل کو دلیل بنا کر عید میلاد النبی کی نماز بھی ایجاد کر سکتا ہے اور اس کے بدعت حسنہ ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہوگا۔

میلادیوں کے چند دلائل اور ان کا حشر

پہلی دلیل

اہل بدعت جشن عید میلاد النبی ﷺ کے ثبوت میں قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون۔ (یونس ۵۸)

''کہہ دو اللہ کے فضل اور رحمت سے ان کو خوش ہونا چاہئے یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جو جمع کرتے ہیں''۔

میلادی کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور رحمت ہے اس لئے آپ کی ولادت کی خوشی کا ثبوت اس آیت سے مل گیا اور پھر مستی میں آ کر نعرہ حیدری اور نعرہ غوثیہ کے ساتھ اچھلتے کودتے ہیں۔

جواب: اس سے پہلے والی آیت ہے:

یا ایھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمومنین.

''اے لوگوں تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی شفا تمہارے پاس آتی ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے''۔

علامہ محمود الوسی بغدادی اس کی تفسیر لکھتے ہیں ای **فبمجئ المذکورات فلیفرحوا** ۔یعنی ان مذکورہ اشیاء کے آنے پر خوش ہو جائے۔اور وہ کیا چیزیں ہیں؟ نصیحت، شفا، ہدایت اور رحمت جو اللہ کی طرف سے اس کے فضل ورحمت سے تمہارے پاس آچکے ہیں اور شفا ہے کیا چیز؟ ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا مجھے دل کی تکلیف ہورہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھا کر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن دلوں کے روگ کی شفا ہے۔

(روح المعانی ج۶ ص۱۴۰)

علامہ الوسی لکھتے ہیں: **عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ فضل اللہ القرآن ورحمته ان جعلکم من اھله۔** (روح المعانی ج۶ ص۱۴۱)

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **فضل اللہ** قرآن ہے اور **رحمة** یہ ہے کہ تمہیں اس کا اہل بنا دیا''۔

اسی طرح فرماتے ہیں: **ان الفضل القرآن والرحمة الاسلام۔**

(روح المعانی ج۶ ص۱۴۱)

''فضل سے مراد قرآن اور رحمۃ سے اسلام مراد ہے اس میں ولادت کا کوئی ذکر نہیں''۔

۲: اور اگر اس سے آپ ﷺ کی ذات مراد ہو جیسا حضرت ابن عباس سے مروی ہے تو اس میں بھی آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر نہیں ہے بلکہ آپ کی ذات سے خوش ہونا چاہئے۔ اور آپ ﷺ کی ذات اقدس اور آپ ﷺ کے امت میں ہونے پر ہر مسلمان خوش ہے، اور جو اس پر خوش نہیں اس میں ایمان کی رمق بھی نہیں۔ مگر یہ روایت بھی شیعوں کی گھڑی ہوئی روایت ہے۔ جس میں رحمت سے حضرت علیؓ کو مراد لیا گیا ہے۔ دیکھئے (تفسیر روح المعانی ج۶ ص۱۴۱) **فلیفرحوا** کے معنی ہیں خوش ہونا چاہئے اور خوشی دل سے متعلق ہے جو طبعی کیفیت کا

نام ہے جیسا کہ ہر محبوب چیز کے ملنے سے انسان کو خوشی اور راحت نصیب ہوتی ہے اور ہر مسلمان آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت میں ہونے سے دل وجان سے خوشی ومسرت محسوس کرتا ہے۔ اور آپ ﷺ کی تابعداری اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے اس خوشی کا اظہار بھی کرتا ہے جب کہ اہل بدعت پیٹ پرست سنت کو چھوڑ کر بدعات پر چلتے ہوئے سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے مثل شیطان آپ ﷺ سے عداوت ودشمنی اور بغض، حسد اور نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔

۳: یہاں خطاب عام ہے یا ایھا الناس تمام انسانیت کو خطاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معنی نہ جشن منانے کے ہیں اور نہ محض سرور قلبی کے ہیں بلکہ اس کے لازمی معنی مراد ہیں یعنی فلیتقبلوا بطیب النفس یعنی اس قرآن ایمان واسلام کو بطیب خاطر قبول کرو اگر جشن منانا مقصود ہوتا تو یا ایھا الذین امنوا سے خطاب ہوتا صرف ایمان والوں کو خطاب ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت وبعثت پر خوشی تو صرف ایمان والے منا سکتے ہیں۔

۴: اور اگر اہل بدعت کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو پھر ان تمام مذکورہ اشیاء پر جشن عید منانا چاہئے۔

۵: اگر اس کے معنی یہی ہوں تو پھر صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد ۱۹۲۹ء تک مسلمانوں نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا کیونکہ عید میلاد النبی ﷺ ۱۹۲۹ء میں لاہور سے ایجاد ہوئی اور رفتہ رفتہ پورے ملک میں یہ رسم عام ہوگئی۔ علامہ ابوعبداللہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: وعن الحسن والضحاک ومجاهد وقتاده فضل الله الایمان ورحمة القرآن۔ (تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۲۲۶) حضرت حسن ضحاک مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں فضل الله سے ایمان اور رحمة سے قرآن مراد ہے آگے لکھتے ہیں ای بالقرآن والاسلام فلیفرحوا (ایضاً) یعنی قرآن اور اسلام پر ان کو خوش ہونا چاہئے۔ امام عبداللہ النسفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: فبذالک فلیفرحوا وهما کتاب الله والاسلام (تفسیر مدارک ج ۲ ص ۶۹۰) ان کو اس پر خوش ہونا چاہئے اس سے مراد قرآن اور اسلام ہے۔

فبذالک فلیفرحوا پس اللہ کے اس فضل وکرم اور حصول قرآن سے ان کو خوش ہونا چاہئے بذالک کی تقدیم اشارہ کر رہی ہے اس بات کی طرف کہ خوشی کی چیز قرآن اور اللہ

کا فضل وکرم ہی ہے اس کے لئے دنیا کی کوئی راحت ونعمت موجب فرح نہیں ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اللہ کے فضل و رحمت سے مراد قرآن کا نزول ہے مجاہد اور قتادہ کا قول ہے اللہ کا فضل ایمان اور اللہ کی رحمت قرآن ہے۔ ابوسعید خدری نے فرمایا اللہ کا فضل ایمان ہے اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں اہل قرآن بنایا۔ ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو خوش ہونا چاہئے اللہ کے فضل سے یعنی قرآن سے اور اللہ کی رحمت سے یعنی اس بات سے کہ اللہ نے ان کو اہل قرآن میں سے بنایا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا اللہ کا فضل اسلام ہے اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ نے اسلام کو ہمارے دلوں میں محبوب بنا دیا۔ حضرت خالد بن معدان نے فرمایا اللہ کا فضل اسلام ہے اور اللہ کی رحمت رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ کا فضل ایمان ہے اور اللہ کی رحمت جنت ہے۔ (تفسیر مظہری ج۵ص۵۱۴)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فضل الله الاسلام ورحمته القرآن وقال ابو سعيد الخدری فضل الله القرآن ورحمته ان جعلكم من اهله.

(تفسیر کبیر: ج۱۷ ص ۱۲۴)

اللہ کا فضل اسلام ہے اور اللہ کی رحمت قرآن ہے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں اللہ کا فضل قرآن اور اللہ کی رحمت یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اہل قرآن میں بنایا۔

اس کے علاوہ تمام مفسرین نے اس کی تفسیر قرآن ایمان اسلام سے کی ہے۔ کسی مفسر نے اس سے آنحضرت ﷺ کی ولادت مراد نہیں لی پھر بھی اہل بدعت کا اس آیت سے ولادت مراد لینا تحریف فی القرآن اور تفسیر بالرائے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: **من قال فی القرآن برأيه فليتبوأ مقعده من النار۔**

''جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کر لے''۔

پیٹ کے پجاری اس آیت سے عید میلاد النبی ثابت کرتے ہوئے اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ وادی عشق میں سرگرداں ہو کر کفر کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

عوام کو گمراہ کرنے اور اپنے جال میں پھنسانے کے لئے پیٹ پرست اہل بدعت ملانے قرآن کی آیت پڑھ کر غلط من گھڑت اور بے بنیاد تفسیر کرتے ہیں۔

۶: اگر فضل و رحمت پر خوشی منانے کا حکم ہے جیسا کہ اہل بدعت کہتے ہیں تو پھر آپ ﷺ کی ولادت سے زیادہ فضل آپ ﷺ کی بعثت ہے پھر اس دن بھی عید منائیے اور اس کے بعد بدر کے معرکہ میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی جو کہ بہت بڑا فضل ہے اس دن بھی جشن عید منائیے، فتح مکہ بھی اسلام کی عظیم الشان فتوحات میں سے ہے اس دن بھی عید اور جشن منائیے اس کے علاوہ اور بہت سے مواقع کو فضل سے تعبیر کیا گیا ہے وہاں بھی جشن عید منا کر دکھائیے۔

اگر اس سے کچھ بھی عقیدت ہے تم کو تو اپنا وطیرہ بدلنا پڑے گا
نفاق زباں و عمل سے گزر کر صداقت کے سانچے میں ڈھلنا پڑے گا

اس آیت کی تفسیر میں بریلویت کے صدر الافاضل مولوی نعیم الدین مراد بادی خزائن العرفان فی تفسیر القرآن میں لکھتے ہیں۔

فرح کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہئے کہ اس نے انہیں مواعظ اور شفا صدور اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت و سکون عطا فرمائے۔ حضرت ابن عباسؓ و حسن و قتادہ نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اسلام اور اس کی رحمت سے قرآن مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے احادیث مراد ہیں۔ ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۳۸۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اہل بدعت میں اگر کوئی اخلاقی جرأت ہے تو ذرا اپنے ہی مفسر سے اس آیت کی تفسیر میں وہ لن ترانیاں ثابت کر دیں جن کو وہ عوام کے سامنے تفسیر ابن کثیر روح المعانی اور تفسیر کبیر کی طرف منسوب کر کے ہانکتے ہیں اور عوام پر اپنا جعلی علمی دھاک بٹھانا چاہتے ہیں۔

دوسری دلیل

اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا و ایۃ منک. (المائدۃ)

''اے اللہ ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرمادے جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے ایک خوشی کی بات ہوجائے۔''

اہل بدعت دلیل پکڑتے ہیں کہ اتوار کے دن مائدہ خوان اترا اور نصاریٰ نے اسے خوشی کا دن بنالیا تو کیا آنحضرت ﷺ کی پیدائش پر اتنی خوشی بھی نہ منائی جائے جتنی نصاریٰ مائدہ کے نزول پر مناتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ کی ولادت تمام نعمتوں میں سے بڑھ کر نعمت ہے، لہذا اس دن خوشی منانا قرآن سے ثابت ہوگیا۔

بریلویوں کے پیشوا حضرت صدرالافاضل مولوی نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں: ''یعنی ہم اس کے نزول کے دن کو عید بنائیں، اس کی تعظیم کریں، خوشیاں منائیں، تیری عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو، اس دن کو عید بنانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا، شکر الٰہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم ﷺ کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین اور بزرگ ترین رحمت ہے، اس لئے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الٰہی بجا لانا اور اظہار فرح اور سرور کرنا مستحسن اور محمود اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔''

(تفسیر خزائن العرفان ص ۲۲۸)

جواب: نصاریٰ نے نزول مائدہ کے دن کو بطور تہوار منانا شروع کیا، تو تم کون سے نصاریٰ سے کم ہو، لہذا ولادت رسول ﷺ کا دن ان کی تقلید میں مناتے رہو۔

اپنے ذہن کی اختراع اور خیالات کو اللہ کے بندوں کا طریقہ کہنا کہاں کی دیانت داری ہے؟ مرادآبادی صاحب تو قبر میں پہنچ چکے ہیں اور شاید اعلیٰ حضرت کے ساتھ سوڈے کی بوتل نوش فرمارہے ہوں گے، جس کی وصیت انہوں نے موت سے تھوڑی دیر پہلے کی تھی۔ لیکن ان کے ہم خیال وہم عقیدہ، ہم مشرب وہم مسلک بہت سے علماء پہنے ہوئے سبز عمامے، کھیر

وحلوہ کے دیوانے، پلاؤ زردہ کے پروانے، گیارہویں کے مستانے، نئے اور پرانے، زندہ اور تابندہ، مزاروں کے نادہندہ، ہر جگہ شرمندہ، شیطان کے کارندہ، ابلیس کے نمائندہ، بدعات کو مس کنندہ، المختار آئندہ بقید حیات ہیں، ان سے گزارش ہے کہ ذرا ان مقبول بندوں کے نام تحریر فرمادیں جنہوں نے یہ طریقہ اپنایا ہو اور ۱۲ ربیع الاول کے دن جلوس نکالے ہوں اور ان کی قیادت کی ہو۔

ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر اس سے غافل تھے
افراد امت میں جو سب سے زیادہ عاقل تھے
کون سے محبوب بندے ہیں جو ان بدعات پہ عامل تھے
ابو الخطاب مولوی ہے یا کہ اربل جو جاہل تھے

۲۔ یہ شریعت عیسوی کی بات ہے۔ اب وہ شریعت منسوخ ہو چکی ہے، اس پر قیاس درست نہیں۔ کیونکہ خود منسوخ پر عمل جائز نہیں تو اس پر قیاس کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کی عید پر قیاس کر کے اپنے لئے کوئی عید مقرر کرنا شرعی قواعد کے خلاف ہے۔

۳۔ نزول مائدہ پر عید اور خوشی منانا حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہوا تھا۔ اگر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کوئی عید مقرر کرتے تو کسی کو اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کر کے حضرت عیسیٰ کی عید کو منظور (رجسٹرڈ) کیا۔ تم کوئی آیت دکھا دو جو ائمہ بریلویت پر نازل ہو چکی ہو جس میں عید میلاد النبی ﷺ کے رجسٹرڈ ہونے کا تذکرہ ہو۔

۵۔ نزول مائدہ کے دن کو عیسائیوں نے عید بنایا، اب ان کی پیروی کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے یوم ولادت کو عید بنانا مشابہت بالکفار ہے، جس کو آنحضرت ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

۶۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''لاولنا واخرنا اول سے مراد ہیں اہل موجودہ زمانہ اور آخرنا سے مراد ہیں مستقبل میں آنے والے لوگ جو مذہب عیسوی پر ہوں۔'' (تفسیر مظہری ص ۹۲، ج ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ عید صرف عیسائیوں کے لئے ہے، امت محمدیہ ﷺ کا اس

عید سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس سے استدلال کر سکتی ہے۔

۷۔ اگر اس سے آنحضرت ﷺ کی ولادت کے دن عید منانا میلاد شریف پڑھنا ثابت ہوتا ہے تو پھر مفسرین کرام، محدثین عظام، ائمہ اربعہ کا کوئی قول اپنی تائید میں پیش کر دیجئے۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة.

تیسری دلیل

وذکرھم بایام اللہ (ابراہیم)

''اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کے ایام۔''

اس سے بھی اہل بدعت استدلال کرتے ہیں۔ ایک مفسر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''ان ایام میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم ﷺ کی ولادت و معراج کے دن ہیں۔ ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اسی طرح بزرگوں پر جو اللہ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظیمہ پیش آئے، جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ ان کی یادگار قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف، معراج شریف اور ذکر شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں، انہیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہئے۔''

(خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۳۶۰)

جواب: ۱۔ اگر واقعہ کربلا کی یادگار قائم کرنا بھی اس آیت سے ثابت ہوتا ہے تو پھر آج تک بریلوی حضرات نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا۔ پھر تو چاہئے یہ تھا کہ دس محرم کو صبح حلوہ کی رکابیاں چاٹ کر بریلوی مولویوں کے ہاتھوں میں چھریاں ہوتیں اور شیعوں سے آگے آگے چلتے ہوئے نواسہ رسول ﷺ کے نام پر اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے۔ لیکن آج تک ہم نے نہیں دیکھا کہ کوئی بریلوی اس آیت پر عمل کرتا ہوا واقعہ کربلا کی یادگار قائم کر چکا ہو۔

۲۔ صدر الافاضل کی روح آج تک قبر میں تڑپتی رہے گی کہ میری بیان کردہ تفسیر پر آج تک میرے کسی معتقد نے عمل نہیں کیا لہٰذا اپنے اکابر کی روحوں کو مزید نہ تڑپایئے دس محرم کو اپنے بھائیوں کے ساتھ میدان میں کود کر ماتم کیجئے جس سے اتحاد بین المسلمین کا مظاہرہ بھی ہوگا اور

صدر الافاضل مراد آبادی کی روح کو بھی سکون نصیب ہوگا۔

۳۔ جشن عید معراج النبی ﷺ کے نام سے آج تک ہم نے کوئی جلوس نکلتے ہوئے نہیں دیکھا مفسر صاحب نے اپنی اختراعی تفسیر میں یوم ولادت، یوم معراج اور یوم کربلا کا ذکر ایک ساتھ کیا ہے اور تینوں دنوں کی تخصیص اور ان کی یادگاریں قائم کرنے کا اہتمام کے ساتھ تاکید کی ہے لہٰذا آئندہ جشن عید معراج النبی ﷺ کے نام جلوس نکالنے کا اہتمام کیجئے یا جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کو بھی چھوڑ دیجئے جب تینوں کا ایک ہی حکم ہے تو پھر ترجیح بلا مرجح کیوں۔

۴۔ بقول مفسر صاحب کے موسیٰؑ کو دنوں کی یادگاریں قائم کرنے کا حکم دیا گیا تو موسیٰ کی ولادت بھی بہت بڑا اہم واقعہ ہے اور آپ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالنا بھی ایک اہم واقعہ ہے اسی طرح وطن سے نکلنا، مدین پہنچنا اور پھر وہاں سے واپسی اور آگ لینے کا واقعہ بھی بہت بڑا اہم ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے کسی واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور جشن منانے کا کوئی اقدام نہیں کیا ورنہ بنی اسرائیل کو روزانہ کوئی نہ کوئی جشن منانا پڑتا اگر یہ ہو جاتا تو جلوس کی قیادت کے لئے مسٹر فرعون بھی تیار تھا اس کے گلے میں ہار ڈال کر بنی اسرائیل روزانہ جشن عید مناتے اور ہمیشہ کے لئے فرعون کی غلامی میں رہ جاتے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہرگز اس کی تعلیم نہیں دی جو تفسیر مراد آبادی صاحب بیان فرماتے ہیں۔

۵۔ **وذکرھم بایام اللہ** کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی قوموں کے واقعات سناؤ جو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں تاکہ ان کے انجام بد کو دیکھ کر متنبہ ہوں اور اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر صراط مستقیم پر گامزن ہوں۔

یعنی الایام التی انتقم فیھا من الامم الخالیہ۔

(تفسیر قرطبی ج ۹ ص ۳۴۲)

یعنی ان کو وہ ایام یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں سے ان بداعمالیوں کی وجہ سے انتقام لے کر تباہ و برباد کر دیا ہے تاکہ ان سے عبرت پکڑ کر راہ راست پر آجائیں۔

۶۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ کی نعمتیں اور احسانات یاد دلاؤ تاکہ اس کی نعمتوں اور احسانات کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے شرما کر اطاعت پر آجائیں کیونکہ شریف آدمی کو جب کسی محسن کے احسانات یاد دلائے جاتے ہیں تو وہ اس کی مخالفت اور نافرمانی سے

شرما جاتا ہے۔

وحاصل المعنی عظهم بالترغیب والترهیب والوعد والوعید۔

(روح المعانی ج ۱۷ ص ۱۸۷)

آیت کا مقصد یہ ہے کہ انہیں ترغیب وترہیب اور وعدو عید کے ساتھ نصیحت کیجئے۔
تمام مفسرین نے اس آیت کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں کسی مفسر نے ایام منانے اور ان کی یادگاریں قائم کرنے کے معنی نہیں کئے جس طرح کے معنی چودھویں صدی کے مفسر صدر الافاضل نے کئے ہیں جو یقیناً تحریف فی القرآن کے زمرہ میں آتا ہے اور انہی لوگوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

الذین یستحبون الحیوة الدنیا علی الاخرة ویصدون عن سبیل الله ویبغونها عوجا اولئک فی ضلل بعید. (ابراھیم ۳)

''جولوگ پسند کرتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی یہ لوگ بری دور کی گمراہی میں ہیں''۔

یہ لوگ اپنی بد باطنی اور بدعملی کے سبب اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے روشن اور سیدھے راستہ میں کوئی کجی اور خرابی نظر آئے تو ان کو اعتراض اور طعن کا موقعہ ملے۔ ابن کثیر نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ اللہ کے راستہ یعنی قرآن وسنت میں کوئی چیز ان کے خیالات اور خواہشات کے موافق مل جائے تو اس کو اپنی حقانیت کے استدلال میں پیش کریں تفسیر قرطبی میں اسی معنی کو اختیار کیا گیا ہے جیسے آج کل بے شمار اہل علم اس میں مبتلا ہیں کہ اپنے دل میں ایک خیال کبھی اپنی غلطی سے کبھی کسی دوسری قوم سے متاثر ہو کر گھڑ لیتے ہیں پھر قرآن وحدیث میں اس کے مؤیدات تلاش کرتے ہیں اور کہیں کوئی لفظ اس خیال کی موافقت میں نظر پڑ گیا تو اس کو اپنے حق میں قرآنی دلیل سمجھتے ہیں حالانکہ یہ طریقہ کار اصولاً ہی غلط ہے کیونکہ مومن کا کام یہ ہے کہ اپنے خیالات وخواہشات سے خالی الذہن ہو کر کتاب وسنت کو دیکھے جو کچھ ان سے واضح طور پر ثابت ہو جائے اس کو اپنا مسلک قرار دے۔

(معارف القرآن ج ۵ ص ۲۲۲)

اہل بدعت بھی ہندوؤں اور عیسائیوں سے متاثر ہوئے۔ ہولی، دیوالی اور کرسمس ڈے دیکھ کر ان کے اندر بھی اسی طرح تہوار منانے کا جذبہ بیدار ہوا جس کو وہ عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے منانے لگے اور جب علماء حق کی طرف سے ان پر اعتراضات ہوئے اور اہل حق اس کو بدعت، بے دینی اور خرافات کہنے لگے تو اہل بدعت کو یہ تہوار قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی فکر لگی اور پھر انہوں نے قرآن وحدیث میں ہیر پھیر کر کے اپنے خیالات و خواہشات پر منطبق کرنے کی کوشش کی اور تحریف قرآن کے مجرم بن گئے چودہ سو سال میں مفسرین نے ان آیات کی یہ تفسیر بیان نہیں فرمائی جو اہل بدعت بیان کرتے ہیں اور اپنے تمام رسم ورواج اور بدعات کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اہل علم سے سنت و بدعت میں فرق کوئی مخفی چیز نہیں کہ بدعت بھی سنت کی صورت اختیار کر کے بے دھڑک پھیلتی چلی جائے اہل علم نے ہر دور میں بدعات کی تردید فرمائی ہے اور ہمیشہ بدعت کو سنت سے علیحدہ کر کے ملت بیضا پر بیٹھنے والی گرد وغبار کو صاف کرتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک سنت کے مقابلہ میں پیدا ہونے والی بدعت کو بدعت میکروں سمیت نیست و نابود کرتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

ساتھیو تیشہ فرہاد اٹھا کر نکلو
بدعت آباد کر کے ہر فرد کا دل پتھر ہے

چوتھی دلیل

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (المائدہ ۳)

''آج میں پورا کر چکا ہوں تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام دین''۔

ایک دفعہ چند یہودی علماء حضرت عمر فاروق ؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ تمہارے قرآن میں ایک آیت ایسی ہے جو اگر یہود پر نازل ہوتی تو وہ اس کے نزول کا جشن عید مناتے حضرت فاروق اعظم نے ان کے جواب میں فرمایا۔ ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت

کس جگہ اور کس میں نازل ہوئی اشارہ اس طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لیے دوہری عید کا دن تھا ایک عرفہ دوسرے جمعہ (معارف القران ص۳۴۳ ج ۳)

مولوی نعیم الدین مراد آبادی اس ایت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہؓ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمر اور بن عباس رضی اللہ عنہما صاف فرما دیتے ہیں کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے، کیونکہ وہ اعظم نعم الٰہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔'' (تفسیر خزائن العرفان ص۱۹۳)

جواب: عید میلاد النبی ﷺ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا سبب صحابہؓ کے دور میں نہیں تھا اور چودہ سو سال بعد پیدا ہوا ہو۔ بلکہ اس کا سبب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی موجود تھا۔ مگر اس کے باوجود جب صحابہ کرامؓ نے عید میلاد النبی ﷺ نہیں منائی تو آج اس کا منانا کیسے ثابت ہوتا۔

۲۔ اسلام کے سب سے بڑے شکر گزار صحابہ کرامؓ ہیں جن کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبهم للتقوی.

لیکن اس کے باوجود کسی روایت میں بھی نہیں کہ کسی صحابیؓ نے عید میلاد منائی ہو جب اس کا ثبوت نہیں تو پھر صحابہؓ سے ثابت ہونے کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ صاف جھوٹ ،دھوکہ اور صحابہ کرامؓ پر صریح بہتان نہیں؟

۳۔ فاروق اعظم کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا جو مراد آبادی ذہنیت کا تراشیدہ ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ ہماری عیدین تاریخی وقائع کے تابع نہیں کہ جس تاریخ کو کوئی اہم واقعہ پیش آ گیا اسی کو عید بنا دیں بلکہ ہماری عیدیں منجانب اللہ مقرر ہیں اور یہ آیت بھی انہی دنوں میں اتری۔

۴۔ اسلام اشخاص پرستی کا قائل نہیں اس لئے اس نے تمام شخصی یادگاروں اور جاہلیت کے رسومات کو چھوڑ کر اصول و مقاصد کی یادگاریں قائم کرنے کا اصول وضع کیا۔ ابرہیم علیہ السلام تمام امتحانات میں کامیابی حاصل کر گئے اور خلیل اللہ بن گئے لیکن ان کی پید و موت کا دن نہیں منایا گیا اور نہ ان کی یادگاریں قائم کی گئیں اور نہ ہی آپ کے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی پیدائش و موت اور دوسرے حالات کی کوئی یادگار قائم کی

گئی۔ ہاں انکے اعمال میں سے جو چیزیں مقاصد دین سے تعلق رکھتی تھیں ان کی یادگاروں کو نہ صرف محفوظ کیا گیا بلکہ آنے والی نسلوں کے دین ومذہب کا جز اور فرض وواجب۔۔۔۔۔قرار دے دیا گیا۔قربانی، ختنہ، صفا اور مروہ اور منی میں تین جگہ کنکریاں مارنا وغیرہ۔

(معارف القرآن)

۵۔ اسی طرح اسلام میں کسی بڑے سے بڑے آدمی کی موت وحیات یا شخصی حالات کا کوئی دن منانے کی بجائے ان کے اعمال کے دن منائے گئے جو کسی خاص عبادت کے متعلق ہیں جیسے شب برات، رمضان المبارک، شب قدر، یوم عرفہ، یوم عاشورہ وغیرہ۔ (ایضا)

۶۔ اسلام میں صرف دوعیدیں رکھی گئی ہیں وہ بھی خالص دینی لحاظ سے، ایک رمضان المبارک کے اختتام پر اور دوسری عید عبادت حج سے فراغت کے بعد۔اس کے علاوہ اسلام میں اور کسی عید کا تصور نہیں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ، آئمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے کسی تیسری عید کا ثبوت ملتا ہے اور نہ کسی شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنی طرف سے جب چاہے کسی دن کو عید قرار دے۔لہٰذا عید میلاد کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں کے اثرات کا نتیجہ ہے اور زمانہ غلامی کی ایجاد ہے۔

۷۔ دن منانے کا طریقہ ان قوموں میں تو چل سکتا ہے کہ جو باکمال افراد اور ان کے حیرت انگیز کارناموں سے مفلس ہیں۔دو چار شخصیتیں کل قوم میں اس قابل ہوتی ہیں اور ان کے بھی کچھ مخصوص کام ایسے ہوتے ہیں جن کی یادگار منانے کو قومی فخر سمجھتے ہیں۔

(معارف القرآن)

اسلام میں دن منانے کی رسم اگر چل نکلے تو ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد تو انبیاء کرام ہیں جن میں سے ہر ایک کی نہ صرف پیدائش بلکہ ان حیرت انگیز کارناموں کی طویل فہرست ہے پھر آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک ایک دن حیرت انگیز کارناموں سے لبریز ہے کیا وہ ایسے نہیں کہ ان کی یادگار قائم کی جائے پھر آپ ﷺ کے غزوات، آپ ﷺ کے معجزات تمام کے تمام منانے کے قابل ہیں۔آنحضرت ﷺ کے بعد ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرامؓ جو آپ ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔یہ کتنی بے انصافی ہوگی کہ ان کی یادگاریں قائم نہ کی جائیں پھر تبع تابعین، آئمہ کرام، محدثین، فقہاء، علماء، اولیاء جن کی تعداد کروڑوں سے بھی متجاوز ہے ان کو چھوڑنا بھی

بھی ناانصافی اوران کی قدر ناشناسی ہے اگران سب کی یادگاریں قائم کی جائیں جیسا کہ مراد آبادی صاحب ارشادفرمارہے ہیں تو پھر سال کے بارہ مہینے، مہینے کا ہر دن اوردن کا ہرگھنٹہ اور گھنٹہ کا ہرلحہ یادگاریں قائم کرنے اورعیدیں مناتے گزر جائے گا پھرتو دین ودنیا کے سارے کام چھوڑ کر پوری امت دیگیں، چڑھادیں، حلوہ کی رکابیاں تیار کر کے جشن عیداور یادگاریں قائم کرنے میں لگ جائے۔

۹۔ حضرت عمرؓ سے یہودیوں کے اس طرح سوال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دن منانا، یادگاریں قائم کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے نہ کہ اسلام کا کیونکہ اسلام نے یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا ہے لہٰذا دن نہ منانا، جشن عیداور یادگاریں قائم نہ کرنا ہی اسلام ہے۔

تفسیر بالرائے کی مذمت آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے

یہ تمام دلائل غلط اور تفسیر بالرای کے زمرے میں شامل ہیں۔ اپنے من گھڑت طریقوں کوقرآن سے ثابت کرنے کی کوشش بہت بڑی حماقت اور جہالت ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے **من قال فی القرآن برایه فاصاب فقدا اخطا** (ابوداؤد ترمذی) ''جس نے قرآن (کی تفسیر) میں اپنی رائے سے کچھ کہا (اور اتفاق سے) اس کی بات درست نکلی تو بھی اس نے غلطی کی۔''

دوسری حدیث میں ہے:

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار (ابوداؤد)

''جس نے قرآن (کی تفسیر) میں بغیر علم کے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔''

علامہ خازن فرماتے ہیں: **قال العلماء النهی عن القول فی القرآن بالرائ انما ورد فی حق من یتاؤل القرآن علی مراد نفسه وهو تابع لهواه.**

''علماء نے فرمایا ہے کہ تفسیر بالرائے سے ممانعت اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جواپنی خواہش نفس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے اوروہ اپنی خواہش (بدعت) کا متبع ہو۔''

اس کے بعداس کی مثال لکھتے ہیں:

کما یحتج ببعض آیات القرآن علی تصحیح بدعة وهو یعلم ان

المراد من الاية غير ذالک لکن غرضه ان یلبس علی خصمه یما یقوی تصحیح بدعة وهو یعلم کما یستعلمه الباطنیه والخوارج و غیرهم من اهل البدعة فی المقاصد الفاسدة (خازن ص٦ ج١)

''جیسا کہ کوئی شخص اپنی بدعت کا جواز ثابت کرنے کے لئے قرآن کی بعض آیتوں سے استدلال کرے، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آیت کا مطلب کچھ اور ہی ہے لیکن اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ مقابل کو ایسی چیز سے دھوکہ دے، جو اس کی بدعات کے دلائل کو مضبوط کرے جیسا کہ باطنیہ خوارج اور دوسرے اہل بدعت اپنی اغراض فاسدہ کے لئے ایسا کرتے ہیں۔''

ایک اور وزنی دلیل

مولوی عبدالسمیع رامپوری رضاخانی فرماتے ہیں:

حضرت ﷺ نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا، ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ حضرت ﷺ ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض نہ ہو جائے لیکن اشارہ اس کی فضیلت کا کر دیا کہ میں پیر کے دن اس لئے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں پیدا ہوا ہوں، یعنی امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا بباعث وقوع دلالت کے پس برس کے اندر بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلا شک شکریہ ہوگا جس میں میلاد شریف ہوا، اسی بناء اور اصل پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادت بدنی و مالی پر ہے، ایجاد کی۔

(انوار ساطعہ: ۱۹۰)

جواب (اول): اصل حدیث کے الفاظ جو حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے

سئل رسول الله ﷺ عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت و فیه انزل علی. (مسلم شریف)

رسول کریم ﷺ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ

نے فرمایا، اسی دن میں پیدا کیا گیا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس روایت میں پیر کے دن کے روزہ کی علت بیان کی گئی ہے، تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ علت صرف ولادت شریفہ ہی نہیں بلکہ نزول وحی بھی ہے، تو چاہئے کہ ہر پیر کو یا سال میں کم از کم ایک مرتبہ کوئی مجلس میلاد کی طرح مجلس نزول وحی یا جشن نزول قرآن کی تقریب بھی ایجاد کی جائے (تاریخ میلاد: ۳۸)

دوم: دلچسپ چیز یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو پیر کے دن روزہ رکھتے تھے لیکن بدعت پسندوں نے آنحضرت ﷺ کے طرزِ عمل کو تبدیل کر کے روزہ کی بجائے محفل میلاد کو ایجاد کرلیا کیونکہ روزہ میں نفس کشی ہے، کھانا پینا ترک کرنا ہے اور محفل میلاد میں پلاؤ و بریانی مرغ مسلم، قورمے، کھیر اور حلوہ کی بے شمار انواع واقسام ہوتی ہیں۔ اَلْغَثُّ مِنَ الْغَثِّ وَلَوْ کَانَ بِشُوْ سَرُ۔

سوم: روزہ ایسی عبادت ہے جس کا اللہ کے سوا کسی کو کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بریلوی مذہب میں ہر عمل چیخ چیخ کر بانگ دھل علی الاعلان کیا جاتا ہے اس لئے روزہ کو ترک کر کے محفل ارائی کی بدعت نکال کر اپنے ذوق کے مطابق عمل ایجاد کرلیا۔

چہارم: آنحضرت ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے اور رضا خانی سال میں ایک دفعہ عید میلاد النبی مناتے ہیں، ہر پیر کے دن کیوں نہیں مناتے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر پیر کے دن جشن عید میلاد النبی مناتے۔

پنجم: آنحضرت ﷺ نے روزہ رکھنے کی علت ولادت کے ساتھ نزول وحی بھی بیان فرمائی ہے، پھر تو ہر سال جشن عید میلاد النبی کے ساتھ جشن نزول قرآن بھی منایئے یا ایک سال جشن عید میلاد النبی اور ایک سال جشن نزول قرآن منا کر اس اشارہ پر عمل کیجئے۔

ششم: حضور نبی کریم ﷺ کے اولین مخاطب صحابہ کرام تھے جو حضور نبی کریم ﷺ کی ہر منشا کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، علم کی گہرائی تک پہنچنے والے اور آنحضرت ﷺ کی منشا پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ حریص تھے۔ لیکن نعوذ باللہ وہ اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے، ابوصدیق، عمر، فاروق، عثمان غنی، علی المرتضٰی جیسے منشاء نبی کو سب سے زیادہ جاننے اور اس پر جان و مال نچھاور کرنے والے بھی اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے، امام ابوحنیفہ، امام

مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل جیسے فقہاء مجتہدین بھی اس اشارہ کو نہ سمجھے، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابوداؤد جیسے محدثین عظام بھی ساری زندگی یہی حدیثیں پڑھا پڑھا کر اس اشارہ تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ لیکن چھٹی صدی کا جاہل، جھوٹا، مکار، گستاخ، بے دین، خبیث اللسان، بدزبان، احمق، مغرور، جھوٹی حدیثیں بنانے والا، عیار، تیس ہزار حلوہ کی رکابیاں چاٹنے والا پیٹ پرست مولوی ابوالخطاب اس اشارہ کو سمجھ سکا، یا اس فاسق، گمراہ، رقص وسرود کا رسیا بادشاہ مظفرالدین کوکری اس اشارہ کو سمجھ گیا، یا پھر ختم اور مردوں کے تیجے اور اسقاط پر پلنے والے مولوی عبدالسمیع رضا خانی اور اس کے پیشوا احمد رضا خان بریلوی، مفتی احمد یار خان گجراتی، نعیم الدین مراد آبادی اور محمد عمر اچھروی جیسے جھوٹے، کذاب اور وضاع اس اشارہ کی حقیقت کو پا سکے جو چھ سو سال تک کسی مسلمان کی سمجھ میں نہ آسکا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے اگر کوئی اس قسم کا اشارہ ملتا تو سب سے پہلے ابوبکر صدیق اس پر عمل کرتے، دیگر صحابہ اسے مشعل راہ بناتے، ائمہ مجتہدین اس کے نکات بیان کرتے، اس کے طریقہ کار کی تفصیل بیان کرتے۔ لیکن جو اشارہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ نبوی اشارہ نہیں ہوسکتا بلکہ شیطانی اشارہ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وان الشیاطین لیحون الی اولیانهم لیجادلوکم

شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ باتیں ڈالتے ہیں اور انہیں اس قسم کے اشارے سمجھاتے ہیں جو صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کی سمجھ میں نہیں آسکے اور اس کا مقصد قرآن نے بیان فرمایا، تاکہ وہ شیطانی دوست تم سے جھگڑتے رہیں، لڑتے رہیں، مناظرے مجادلے کر کے عوام کو گمراہ کرسکیں۔ قرآن کی اس آیت کو پڑھیں اور اہل بدعت کے ان اشاروں کی سمجھ دیکھیں، پھر مناظروں، مجادلوں اور عوام کو گمراہ کرنے کے طریقوں کو دیکھیں تو با آسانی سمجھ سکیں گے کہ یہ اشارے واقعی بحکم خداوندی شیطانی اشارے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے امت مسلمہ کے مسلمہ اصولوں کو چھوڑ کر بیان کئے جا رہے ہیں۔

ہفتم: حضور نبی کریم ﷺ نے ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا، اس اندیشہ کی وجہ سے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ کو تو اندیشہ تھا کہ فرض نہ ہو جائے مگر احمد رضا خان بریلوی اور مولوی عبدالسمیع اور ان کے حاشیہ نشین اس کو فرض قرار

دے کر عید میلاد النبی نہ منانے والوں کو گستاخ اور کافر قرار دے کر اسلام سے خارج کر رہے ہیں سبحان اللہ۔

ہشتم: آنحضرت ﷺ نے جہاں امت پر فرض نہ ہونے کے اندیشہ سے جو اعمال ترک کئے ہیں، وہ بالکل ترک نہیں کئے بلکہ بعض اوقات ان اعمال کو چھوڑ دیا ہے۔

نہم: آنحضرت ﷺ نے فرض ہونے کے اندیشہ سے جو اعمال ترک کئے ہیں، وہ اعمال ایک یا اس سے زائد مرتبہ ضرور کئے ہیں، یہاں آنحضرت ﷺ نے میلاد منانے کا کونسا عمل کیا ہے؟

دہم: آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ پیر کے دن روزہ رکھا ہے، اگر اس سے میلاد منانے کا اشارہ دینا مقصود تھا تو صراحتاً کیوں ارشاد نہیں فرمایا، آخر کون سی چیز مانع تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ صراحتاً ارشاد نہ فرما سکے۔

یازدھم: آنحضرت ﷺ کا ماہ ربیع الاول میں کوئی عمل نہ مقرر کرنا فرض ہونے کے اندیشہ تھا۔ اس کا علم مولوی عبد السمیع اور دوسرے حضرات کو کیسے معلوم ہوا؟ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے کہاں کوئی عمل فرض ہونے کے اندیشہ سے ترک کیا ہے وہاں آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے کہ میں اس عمل کو اس لئے چھوڑ رہا ہوں کہ کہیں یہ تمہارے اوپر فرض نہ ہو جائے۔ یہاں حضور ﷺ نے ایسا ارشاد کب اور کہاں فرمایا ہے؟

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.

پیشہ ور مولود خوان اجرتی واعظ

مولانا عبد الشکور مرزا پوری پیشہ ور مولود خوانوں اور اجرتی واعظوں کے متعلق لکھتے ہیں:

> خلوص کی یہ حالت ہے کہ بنتے تو ہیں شاہ، مجذوب، محب نبی، عاشق رسول، مداح نبی، مداح رسول لیکن مولود خوانی کو پیشہ بنا رکھا ہے، تنہا پڑھنے والے تو بلا شرکت غیرے اجرت پاتے ہیں اور ٹولی والے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا پیشہ چمکانے کی غرض سے سارے ہندوستان کا اپنے آپ کو کبھی طوطی مشہور کرتے ہیں، کبھی بلبل کہتے

ہیں، کبھی قمری بنتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کا تماشا دیکھنا ہو تو ربیع الاول یا محرم کے شروع عشرہ میں بمبئی (اور اب تو ہر شہر اور گاؤں میں) جا کر دیکھئے کہ اس موسم میں برساتی مینڈکوں کی طرح یہ کس کثرت سے وہاں ابل پڑتے ہیں۔ ان پیشہ وروں کو میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ بعض نے رنڈی (اس بازار کی جنس) کے ہاں مولود پڑھا اور صلہ میں مجرا سنا (ماشاء اللہ کیا ہی خوب لطف اٹھایا، راضی رہے رحمان بھی خوش رہے شیطان بھی)۔ باز پرس پر وھابی کہہ کر خاموش کر دیا گیا۔ کاش مولود خوانی کی اجرت اور مٹھائی بند ہو جاتی تو ان پیشہ ور میلاد خوانوں کے دعوی محبت اور عشق رسول کا پتہ چل جاتا۔ غرض مجلس مولود نے مولود خوانوں کے لحاظ سے چودھویں صدی ہجری میں کافی ترقی کی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی ترقی ہوگی۔ (تاریخ میلاد: ٦٧)

اور اب تو اس پارٹی کا پورا سال جشن عید میلاد النبی کے چندوں میں گزرتا ہے۔ پہلے مجلس میلاد ہوا کرتا تھا، اب مجلس میلاد سے عید النبی اور عید میلاد النبی سے جشن عید میلاد النبی کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اور اجرتی واعظوں کو اتنا توشہ مل جاتا ہے کہ ان کا پورا سال اسی پر گذر جاتا ہے اور وہ تمام واھیات جو کسی ہندو یا عیسائی میلے میں ہوتی ہیں، وہ تمام واہیات اپنے تمام لوازمات کے ساتھ جشن عید میلاد النبی میں پائی جاتی ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ ہر آدمی دیکھتا اور سنتا ہے۔ ہر علاقہ کے لئے ان ایزر مولود خواں اور مولوی نما گویے میراثی ہوتے ہیں جو ہر سال برسات کے ان دنوں میں پہنچ کر خوب گاتے ہیں اور پورے سال کا توشہ جمع کر کے جیب شریف گرم کرتے ہیں اور دانت گسائی کا لطف بھی اٹھاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

استفتا: مجلس میلاد حضور خیر العباد صلی اللہ علیہ السلام میں جو شخص تارک نماز شرابی داڑھی منڈا یا کترانے والا بے وضو موضوع روایات سے تنہا یا دو چار آدمیوں کیساتھ مل کر مولود پڑھتا ہو۔۔۔۔ ایسے شخص سے مولود پڑھوانا یا اس کو مسند و منبر پر بٹھانا ۔۔۔ جائز ہے؟ ایسے شخص سے رب العزت جل مجدہ اور روح حضور خوش ہوتی ہے یا نہیں؟ اللہ ایسی مجالس پر رحمت نازل کرتا ہے یا نہیں؟ حضور ایسی محافل میں تشریف لاتے ہیں یا نہیں؟

بینوا۔الجواب: افعال مذکورہ سخت کبائر (کبیرہ گناہ) ہیں۔ان کا مرتکب سخت فاسق وفاجر مستحق عذاب نیران وغضب رحمان اور دنیا میں موجب ہزاراں ذلت اور بوجہ خوش آوازی ۔۔۔۔اس سے مجلس پڑھوانا حرام ہے روایات موضوعہ (من گھڑت روایات) پڑھنا بھی حرام ہے سننا بھی حرام ایسی مجلس سے اللہ اور رسول کمال ناراض ہیں۔ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں جتنے حاضرین ہیں سب وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں اور ان سب کے وبال کے برابر پڑھنے والے پر وبال ہے۔ہزار شخص حاضرین ہوں تو ان پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور باقی پر دو ہزار ایک۔ ایک ہزار حاضرین کے ایک ہزار اس قاری کے اور ایک خود اپنا۔پھر یہ شمار ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایات موضوعہ وہ جاہل پڑھے گا۔ہر روایت اور ہر کلمے پر یہ حساب وبال وعذاب ہوگا۔۔۔الی ان قال ۔۔۔۔اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاک ومنزہ ہیں اس سے کہ ایسی ناپاک جگہ تشریف فرما ہوں البتہ وہاں ابلیس وشیاطین کا اجتماع ہوگا۔(کتبہ عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ مجموعہ فتاوی قلمی باب الحظر ص ۴۹۱ تا ۴۹۳ بحوالہ فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۴)

بریلوی مولوی ذرا اپنے بانی مذہب کی عبارت کو غور سے پڑھیں کہ خان صاحب بریلوی موضوع من گھڑت روایات پڑھنے اور سننے کو حرام قرار دے رہے ہیں اور ایک ایک لفظ پڑھنے پر بعداد حاضرین گناہ ارشاد فرما رہے ہیں، پڑھنے والے کو کذاب، بڑا جھوٹا اور مستحق غضب الٰہی قرار دیکر گناہوں کے انبار اس کے ذمہ لگا رہے ہیں۔پھر بھی بریلوی حضرات من گھڑت موضوع روایات بیان کرکے عید میلاد النبی کو جائز قرار دیتے ہیں۔رسالہ تنویر سے جتنے دلائل میلاد کے جواز پر پیش کئے جاتے ہیں، وہ سب کے سب من گھڑت وموضوع ہیں اور ان کا وضاع بنانے والا کذاب، فراڈی، جھوٹا، مکار، دجال مولوی ابوالخطاب ہے۔

آخر میں خانصاحب نے بات صاف ظاہر کردی کہ ایسی ناپاک جگہوں میں جہاں جھوٹی روایات بیان ہوتی ہوں، آنحضرت ﷺ تشریف نہیں لاتے بلکہ ایسی جگہوں میں شیاطین کا اجتماع ہوتا ہے۔واقعی جہاں دین کے ساتھ مذاق اور تمسخر ہوتا ہو، وہاں سارے شیطان ہی اکٹھے ہوتے ہیں جو لوگوں کو بدعات کی طرف بلاتے ہیں۔قرآن کی غلط تفسیر

بیان کرنا، بزرگوں کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا، علماءِ حق کو گستاخ اور کافر کہنا شیطان ہی کا کام ہے۔ اور یہی والناس والے شیاطین من الجنۃ والے شیاطین سے زیادہ خطرناک ہیں اور خبیث۔

شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی بریلوی کا فرمان

مسلک بریلوی کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی اپنی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

''بعض شہروں میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کردیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھل پھینکتی ہیں (شاید ایصال ثواب کی نیت سے العیاذ باللہ) اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں، جلوس میں مختلف گاڑیوں میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے، مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے جلوس میلاد النبی ﷺ کے تقدس پر بدنما داغ ہیں۔ ان کی اگر اصلاح نہ ہوسکے تو ان کو فوراً بند کردینا چاہئے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔'' (شرح مسلم ص ۱۷۰ ج ۳)

مجدد بریلویت پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا فرمان

قائد تحریک منہاج القرآن پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری بریلوی لکھتے ہیں:

''ایسے مواقع پر حکومت کو خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ اسلامی حکومت ہونے کے ناطے سے اسے چاہئے کہ ہر ممکن اصلاحی تدابیر عمل میں لائے۔ کیا وجہ ہے کہ ارباب اقتدار یا سیاسی حکومت کے کسی لیڈر یا عہدیدار کے خلاف معمولی سی گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کو حکومت سے بغاوت کرتے ہوئے پولیس ڈنڈے کے زور سے باز رکھ سکتی ہے۔ اور اگر معاملہ تھوڑا خطرناک ہو تو فوراً گرفتار کرلیا جاتا ہے۔ مگر ایسے موقعوں پر جہاں عرس اور میلاد کے نام پر بے عمل اوباش اور کاروباری لوگ

ناچ گانے اور ڈانس کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں، میلے تھیٹر اور سرکس کا انتظام ہوتا ہے، اولیائے کرام کی پاکیزہ تعلیمات کی دانستہ اور سر بازار خلاف ورزی ہوتی ہے، حکومت قانونی کارروائی نہیں کرسکتی؟ حکومت یہاں اگر حفاظتی انتظام کرسکتی ہے تو ایسے کاروباری لوگوں کو ڈنڈے لگا کر بھگایا نہیں جا سکتا؟ عرس کے موقع پر بزرگان دین کے مزارات پر آنے کا مقصد قرآن حکیم کی تلاوت اور ان اولیاء کے پاکیزہ تعلیمات سننے اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، میلاد النبی ﷺ کے جلوس نعت خوانی، حضور ﷺ کے فضائل و مراتب کے بیان کرنے اور شرعی طریقہ سے خوشی منانے کے لئے نکالے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کہ:

حقیقت خرافات میں کھوگئی
یہ امت روایات میں کھو گئی''

(جشن عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت ص ۲۱۴)

مگر ڈاکٹر صاحب! جب عید میلاد النبی ﷺ اور عرس مبارک بذات خود خرافات ہیں تو ان خرافات میں خرافات کو بند کرنے کا کیا مطلب؟

(ثانیاً) عید میلاد اور عرس کا مقصد ہی ان خرافات، ناچ گانا، ڈانس اور سرکس جیسے واہیات کو فروغ دینا ہے اور ان کے منتظمین انہی چیزوں سے بے دین اور اوباش نوجوانوں اور غلط قسم کے کاروباری لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور انہیں لوگوں سے ان کی مجلسوں کو رونق ملتی ہے۔ شریف اور دیندار آدمی کو ان خرافات سے کیا واسطہ؟

بج رہے ہیں ڈھول تاشے تالیاں چمٹے رباب
کس مزے سے عید میلاد النبیؐ کے نام پر

اہل بدعت سے آخری سوال

اہل بدعت مولوی جشن عید میلاد النبی ﷺ کو قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔ اگر قرآن نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کا حکم دیا ہے، جیسا کہ پیٹ پرست مولوی حضرات ربیع الاول کی آمد پر گلے پھاڑ پھاڑ کر قرآن کریم کی غلط تفسیر بیان کرکے عوام کو گمراہ کرتے ہیں تو پھر

سوال یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ اور اکابرین امتؒ نے قرآن پر عمل نہ کر کے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر صرف علماء دیوبند پر فرد جرم عائد کر کے کفر و گستاخی کے فتوے داغنے کے کیا معنی؟ پوری امت محمدیہ ﷺ پر کفر و گستاخی کا ایک ہی فتوی داغ کر اپنے علمی کمال کا ثبوت پیش کریں۔

پوری امت مسلمہ کو چھوڑ کر بانی بریلویت احمد رضا خان بریلوی نے بھی اس پر عمل نہیں کیا۔ اگر کیا ہے تو دلائل سے ثابت کیجئے کہ الٹے بانس بریلی کے کون سی گلی میں، کس روڈ پر خان صاحب بریلوی نے جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی قیادت کی ہے اور کون سے چوک میں جشن عید میلاد النبی ﷺ پر خطاب کیا ہے۔ اور یہی دلائل جو آج امت بریلویہ بیان کرتی ہے، بابائے بریلویت خان صاحب نے بھی بیان کئے ہوں؟ فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ لیکن:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کیونکہ اس کی ابتداء ہی ۱۹۲۹ء کو ایک ہندو نومسلم کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ اس سے پہلے دنیا کے کسی کونے میں بھی جلوس نہیں نکالا گیا اور نہ ہی جشن عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے کوئی مجلس منعقد ہوئی۔ دنیا کے تمام مسلمان ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے یاد کرتے تھے اور اب بھی بزرگ حضرات بارہ وفات ہی کہتے ہیں۔ اور پیغمبر کی وفات کے دن خوشی منانا عید منانا، حلوے کی رکابیاں چاٹنا، پلاؤ و زردہ کھا کر ڈکاریں مارنا دشمنان نبی ﷺ کا کام ہے۔ ابن ابی اور ابن سبا کی ذریت ہی اس کی جسارت کر سکتی ہے، محبان نبی ﷺ عاشقان رسول ﷺ اس کے تصور کو بھی جرم عظیم اور انتہائی بدبختی سمجھتے ہیں:

وہ شعب ابو طالب و شہر طائف برابر صدا دے رہے ہیں
وہ مکہ کی خاک مقدس کے ذرے نقوش قدم کا پتہ دے رہے ہیں
وہ ذوق اطاعت سے خالی عقیدت عقیدت نہیں بازی گری ہے
جو ایثار و اقدام سے جی چرائے وہ محبت نہیں صرف بازی گری ہے

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے دنیوی نقصانات

۱۔ جونہی ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے، پورے ملک میں افراتفری پھیل جاتی ہے۔

۲۔ مخالفین پر کفر کے فتوے داغے جاتے ہیں۔

۳۔ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے نعت خوانی سے تمام ملک کے گلی کوچوں میں طوفان بدتمیزی برپا کردیا جاتا ہے، جس سے تمام مسلمان تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۴۔ بیماروں اور پورے دن کے تھکے ہارے محنت کشوں کا سونا دوبھر ہو جاتا ہے۔

۵۔ تعلیمی اداروں کے اوقات ضائع ہو جاتے ہیں کیونکہ اس شور شغب میں نہ کوئی سن سکتا ہے نہ پڑھ لکھ سکتا ہے۔

۶۔ سرکاری دفاتر اور دوسرے اداروں کے کام میں خلل پڑتا ہے۔

۷۔ ان مجالس میں تمام اوباش نوجوان شریک ہوتے ہیں۔

۸۔ بعض مجالس میں عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں۔

۹۔ شرکیہ نعرے لگائے جاتے ہیں۔

۱۰۔ بعض جگہ ناچ گانے بھی ہوتے ہیں۔

۱۱۔ رقص اور قوالیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی توہین کی جاتی ہے۔

۱۲۔ اسراف وتبذیر بنص قرآن ممنوع اور حرام ہے فضول چراغاں کر کے اس حرام کاری کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔

۱۳۔ سرکاری چھٹی کر کے پورے ملک کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

۱۴۔ اسی سے فرقہ وارانہ جذبات ابھرتے ہیں کہ ایک فرقہ اپنی خواہشات اور مذموم عزائم کیلئے پورے ملک کے وسائل کو استعمال میں لا کر دیگر مسلمانوں کا استحصال کرتا ہے۔

۱۵۔ بازار اور دکانیں بند کر کے عوام کا نقصان کیا جاتا ہے۔

۱۶۔ روڈ اور چوراہے بند کر کے مسلمانوں کو اذیت دی جاتی ہے جو شان مسلمانی کے خلاف ہے خصوصاً بیمار اور ضرورت مند حضرات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔

۱۷۔ فریق مخالف کے مدارس ومساجد سے گزرتے ہوئے دست درازی بھی کی جاتی ہے۔

اکابرین دیوبند کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

اہل بدعت عوام کو گمراہ کرنے کیلئے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت حاجی عابد حسین مہتمم اول دار العلوم دیوبند کو مجوزین عید میلاد النبی میں شمار کرتے ہیں کہ یہ حضرت بھی عید میلاد النبی کو جائز سمجھتے تھے لیکن اہل بدعت کا یہ کہنا بالکل سفید جھوٹ اور ان حضرات پر صریح بہتان ہے اس کی وضاحت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی یوں فرماتے ہیں جس وقت یہ تقریب شروع کی گئی تھی تو اس کی اشاعت سیرت مقدسہ کے نام سے شروع کی گئی تھی۔ یہ سیدھا سادہ عنوان ہر مسلمان کیلئے جاذب توجہ تھا اس وقت نہ کسی مخصوص تاریخ کا ذکر تھا اور نہ کسی خاص مبتدع کیفیت کا نہ جلوس نکالنے کا تصور تھا نہ باجوں اور تماشوں کا تخیل اس سیدھے سادے عنوان کو ہم نے بھی تبلیغ وتذکیر کا ایک طریقہ اور مؤثر ذریعہ سمجھ کر انعقاد مجالس سیرۃ کی اجازت دی تھی اور یہ سمجھا تھا کہ خدا تعالیٰ کے آخری رسول خاتم الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی سیرۃ مبارکہ صحیح اور مستند روایات کے ساتھ جب مخلوق کے سامنے پیش کی جائے گی تو یہ غیر مسلموں کیلئے ایک اچھا ذریعہ تبلیغ وتذکیر ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے رسمی محافل میلاد اور ان کی مروجہ بدعات کا مسلمانوں میں بھی انسداد ہو جائے اور وہ بجائے رسمی محافل میلاد کے تبلیغ سیرۃ کے صحیح طریقہ پر کاربند ہو جائیں مگر افسوس:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کا معاملہ ہوگیا مسلمانوں نے بہت جلد جلسہ ہائے سیرۃ کی اصلی غرض وغایت کو نظر انداز کر کے انہیں رسمی محفل میلاد میں مدغم کر دیا پہلے تو بجائے جلسہ سیرۃ کے ان اجتماعات کا نام ہی عید میلاد کر دیا جو یقیناً قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر کے خلاف ایک نئی ایجاد تھی اور اسلام کی سچی ثابت عیدین (عید الفطر وعید الاضحیٰ) پر ایک جدید عید کا اضافہ تھا جو ایک متبع سنت مسلمانوں کی اسلامی واقفیت میں ناقابل قبول ہے پھر ان جلسوں کیلئے ایک معین تاریخ ۱۲ ربیع الاول لازم کر دی گئی اس کے بعد جلسوں کے اوپر جلوسوں کا اضافہ کیا گیا اور منچلے لوگوں نے باجوں اکھاڑوں کھیلوں تماشوں کو شامل کر کے اسے اچھا خاصہ لہو ولعب بنا دیا۔ فالی اللہ المشتکی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آگے حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس تقریب کو بہیئت کذائی منانے کیلئے (یعنی عید میلاد یا جشن میلاد کے نام سے مخصوص تاریخ ولادت میں یا کسی اور تاریخ میں منانے کیلئے) نہ قرآن پاک میں کوئی نص ہے نہ حدیث میں نہ صحابہ کرامؓ یا تابعین عظام یا مجھدین امت خیر الانام کی قولی یا فعلی ھدایات میں کہیں اس کا وجود ہے قرون اولی میں اس تقریب کا وجود نہ تھا حالانکہ اس زمانہ کے مسلمانوں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق اور فدا کاری ومحبت میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے اور دوسری قوموں کو پیشواؤں کے یوم ولادت پر خوشی کی تقریبیں مناتے ہوئے دیکھتے تھے مگران کو کبھی اس ایجاد کی طرف توجہ نہ ہوئی (کفایت المفتی ص۱۴۶۔۱۴۷ ج ۱)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کلی اور حضرت حاجی عابد حسینؒ جس محفل میلاد کے جواز کے قائل تھے وہ آنحضرت ﷺ کی سیرۃ کا تذکرہ تھا وہ بھی بلاتعین تاریخ مستند روایات کے ساتھ۔ مگر اہل بدعت جو میلاد مناتے ہیں اس کی مخالفت قرآن وحدیث سلف صالحین کی طرز زندگی کی روشنی میں علماء دیوبند ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں اور تا قیامت کرتے رہیں گے کیونکہ اس کا شریعت محمدیہ ﷺ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ماہ ربیع الاول اور مولوی جی

جب ماہ ربیع الاول آیا ملا جی خوب پھول گئے
بازار میں اچھلے کودے لیکن دین پہ چلنا بھول گئے
میلاد نبی کا جشن منایا چوک میں مولوی خوب چلایا
دینداروں کو خوب لتاڑا مسلمان کی عظمت بھول گئے
نام نبی پر خوب کمایا عوام کو بے وقوف بنا کر
پیٹ کی پوجا پاٹ میں پھنس کر نبی کی نصیحت بھول گئے
چرب لسانی کذب بیانی سچ کا نام و نشان نہیں
بدعات میں ایسے ڈوبے یار! ضلالت کے معنی بھول گئے
عشق نبی کا دعویٰ ہے پر سنت کے یہ دشمن ہیں

بدعت کے بغیر کوئی عمل بھی نہیں سنت پہ چلنا بھول گئے
صحابہ نے جلوس نکالے نہ ہی جشن عید منائی
ہند میں یہ بکواس یاد آئی اسوۂ حسنہ بھول گئے
شکم مبارک پہ پتھر باندھے رسول اللہ نے دین کی خاطر
اور یار حلوے پہ ٹوٹ پڑے مقصد بعثت بھول گئے
پیغمبر گھر گھر جا کر کلمہ حق کی صدا لگاتے تھے
یار مجاور بن بیٹھے کلمے کی حقیقت بھول گئے
یہ بھی گھر گھر جاتے ہیں ختم پڑھاؤ کی آوازیں لگاتے ہیں
ہائے پیٹ کو بنایا معبود اپنا، معبود حقیقی بھول گئے
بارہ ربیع الاول کو اسلاف نے بارہ وفات کہا
عاشقوں کے پیٹ جب خالی ہوئے تاریخ وفات بھی بھول گئے

عید میلاد النبی ﷺ مزاج اسلام کے خلاف ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں عید میلاد النبی ﷺ پر جلوس اور مجلس وغیرہ یہ سارے مظاہرات ہیں جیسے دنیا میں نمائشی مظاہرے ہوتے ہیں اسلام کے مزاج میں یہ چیزیں داخل نہیں ہیں اگر یہ چیزیں اسلامی مزاج کے مطابق ہوتیں تو سب سے پہلے صحابہؓ کرتے، تابعین کرتے، آئمہ مجتہدین کرتے لیکن کسی سے منقول نہیں بلکہ چند صدیوں کے بعد یہ مظاہرے شروع ہوئے ان مظاہروں میں یہ بھی کہا جا سکتا تھا کہ بھائی کر لیا......... لیکن یہ جو نمائشی صورتیں اور غلو ہے یہ اسلامی مزاج نہیں یہ دوسری اقوام سے لیا گیا ہے جیسے ہندوؤں میں جلوس نکلتے ہیں ان کے جو معتقد ہیں ان کی صورتیں بنا بنا کر اونٹوں اور ہاتھیوں پر رکھتے ہیں اور مظاہرے کرتے ہیں اسلام تو حقائق لے کر آیا ہے صورتوں اور شکلوں کی نمائش لے کر نہیں آیا اپنے اندر حقیقت پیدا کرو، نمائش خود بخود ختم ہو جائے گی اسلام کا موضوع تو یہ ہے جو خدا کی بنائی ہوئی صورتیں ہیں ان میں بھی زیادہ مت الجھو اس لئے بعض علماء لکھتے ہیں اگر صورتوں کے عشق و محبت میں مبتلا ہوا تو حسن خاتمہ کے اندر فرق پڑ جائے

گا اس لئے کہ وہ حقیقت تک پہنچنے کا وقت ہے اور آپ صورتوں میں الجھے ہوئے ہیں تو صورتیں حقیقت سے روکیں گی اس واسطے اسلام کا موضوع یہ ہے کہ صورتوں کی طرف التفات مت کرو حقائق کی طرف التفات کرو جو دوامی اور ابدی ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام ج ۸ ص ۳۸۹)

مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں: ''جشن عید میلاد کے نام سے جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں، اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے، یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہے۔ میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئداد جب آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ ﷺ پر کیا گزرتی ہوگی اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا۔ بہرحال میں اس کو نہ صرف بدعت بلکہ تحریف فی الدین تصور کرتا ہوں۔'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۸۷ ج ۱)

میلادی کس کے مقلد ہیں

جشن عید میلاد النبی کے موقع پر لوگوں کے چندہ سے پلاؤ و قورمہ کھانے والے غیر مقلدین کو وہابی نجدی اور گستاخ بلکہ کافر تک کہہ دیتے ہیں لیکن ان ان پڑھ واعظوں اور مفت میں امت کو گمراہ کرنے والے مفتیوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جن کی تقلید میں وہ اس دن جمع ہیں وہ خود غیر مقلد تھے جسکی گواہی امام احمد محمد مصری اور حافظ بن حجر عسقلانی دیتے ہیں۔

امام احمد بن محمد بادشاہ اربل کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانے کے علماء کو حکم دیتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں اور کسی کی پیروی اور تقلید نہ کریں اور مولوی ابوالخطاب کے متعلق حافظ بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں وہ ظاہری المذہب تھے ائمہ کو برا کہتے تھے اور بقول علامہ سیوطی وہ اپنے ہی عقل و رائے سے فتویٰ دیتے تھے۔

حنفیت اور رضا خانیت کی رٹ لگانے والے جشن عید میلاد النبی میں غیر مقلدین کی تقلید کر رہے ہیں حالانکہ خان صاحب بریلوی کا فتویٰ ہے کہ غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جب نماز نہیں ہوتی تو عید میلاد النبی میں ان کی پیروی کیسے جائز ہوسکتی ہے۔ مگر اہل جانتے ہیں کہ جب پیٹ میں جوع البقر والی مروڑ پیدا ہو جائے تو پھر سب کی پیروی جائز ہو

جاتی ہے۔اور مولوی عبدالسمیع بیدل نے تو صاف صاف وضاحت کردی کہ ہم اس عمل میں نہ قرآن کی پیروی کرتے ہیں نہ حدیث کی اور نہ ائمہ مجتھدین اور نہ اولیاء کرام کی بلکہ بیس ہزار مرغیوں اور تیس ہزار حلوہ کی رکابیوں والی سرکار کے پیرو کار ہیں ۔ چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز کتاب انوار ساطعہ میں فرماتے ہیں بس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم اور فرماں روایان ملک شام اور ملوک ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیان عرب کے ۔

(انوار ساطعہ ص ۱۷۰)

بیدل صاحب نے دل کی بے قراریوں سے مجبور ہوکر آخر اندر والی بات دل سے نکال ڈالی کہ ہمارا اس معاملہ میں قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں ہم تو سلاطین روم اور ملوک شام کی تابعداری کرتے ہیں ۔

ہم تو عاشق ہیں انہیں کے نام کے

پتہ نہیں یہ الہام عزازیلی بیدل صاحب پر ہوا تھا یا ان کے پیش رو اور استاد خان صاحب بریلوی پر کہ **فاتبعو سلاطین الروم و ملوک الشام وولاة المغرب وابناء الشیطان.**

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ماا تاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا** ۔ رسول ﷺ جس کا حکم دے اس کو دستور العمل بناؤ اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین** ۔ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طور طریق کو دستور العمل بنالو لیکن مولوی عبدالسمیع اور ان کی پارٹی سلاطین روم وملوک شام کے دستور العمل کو اپنا دستور العمل بنارہی ہیں اور دعویٰ ہے کہ عشق رسول ﷺ کا۔

یہ عشق رسول نہیں پیٹ کی مجبوری ہے
پیٹ بھرنے کے لئے کوئی حیلہ بھی تو ضروری ہے
ہمیں اللہ و رسول کے حکموں سے غرض کیا
بدعت پرست ہیں ہم ہمارا دل پشوری ہے
نبی کا نام نہ لیں تو کھائیں مزے اڑائیں کیسے؟

ہمیں معلوم ہے یہ عمل مدنی نہیں یہ ادا یہودی ہے

اذان کے وقت مروجہ صلاۃ وسلام

اسلام میں ہر عمل کے کچھ آداب، شرائط اور قیود ہیں اگر ان شرائط و آداب کو ملحوظ خاطر رکھ کو وہ عمل کیا جائے تو وہ عمل باعث ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے لیکن جب ان آداب کا لحاظ نہ رکھا جائے اور اپنی رائے وخواہش سے کسی عمل کو سرانجام دیا جائے تو وہ عمل بجائے ثواب کے عذاب کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی تلاوت ہے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور نماز میں ایک حرف پر سو نیکیاں ملتی ہیں لیکن رکوع اور سجدہ کی حالت میں کوئی شخص پورا قرآن مجید ختم کرلے تو وہ ایک نیکی کا مستحق بھی نہیں بنتا بلکہ الٹا مجرم بن جائے گا کیونکہ یہ مقام قرآن کی تلاوت کا نہیں بلکہ تسبیحات پڑھنے کا ہے قرآن کی تلاوت پر اگرچہ اجر وثواب کا وعدہ ہے لیکن یہاں نہیں ہے اس کا مقام دوسرا ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بھی بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کا بھی ایک مقام ہے جب اس مقام پر پڑھا جائے گا تو باعث اجر وثواب ہوگا لیکن جب اس مقام کے علاوہ کسی اور عمل کی جگہ پڑھا جائے گا تو پھر وہ صلوٰۃ وسلام نہیں رہے گا بلکہ گناہ اور بدعت کی صورت اختیار کرلے گا۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں مدینہ میں حضرت بلالؓ اور عبداللہ بن ام مکتوم اذان دیتے رہے اور بیت اللہ میں حضرت ابو محذورہؓ موذن تھے لیکن ان میں سے کسی نے اذان سے پہلے یا بعد میں الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ نہیں پڑھا اور جس صحابی پر خواب میں اذان القا کی گئی اس کے الفاظ اللہ اکبر سے لا الٰہ الا اللہ تک ہیں وہ اذان بھی صلوٰۃ وسلام کے الفاظ سے خالی تھی پھر ان الفاظ کو اذان کے ساتھ ملانا اور ان کو اذان کا ایک جز بنانا سراسر ضلالت اور گمراہی نہیں تو کیا ہے؟

ایک چشم دید واقعہ

سان فرانسسکو (امریکہ) میں ایک دفعہ اہل بدعت کی ایک مسجد میں نماز مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا ہم نے اذان دے کر نماز کی نیت باندھ لی تو مقامی نومسلم جو اسلام لانے کے

بعد اہل بدعت کے جال میں پھنسا تھا آیا اور اپنی سریلی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے لگا ادھر نماز ہو رہی تھی یہاں تک کہ تکبیر اولیٰ اور ایک رکعت بھی اس سے فوت ہو گئی لیکن وہ صلوٰۃ وسلام برابر پڑھتا رہا اس کے بعد آ کر وہ نماز میں شامل ہو گیا پتہ نہیں ان بدعتیوں نے اسے کیا پٹی پڑھائی تھی اور اس نو مسلم کو صلوٰۃ وسلام کے چکر میں ایسا ڈالا گیا تھا کہ اس کے ہاں فرض نماز سے بھی زیادہ یہ چیز مقدم تھی۔

حضرت خذیفہؓ کا ارشاد ہے کہ **کل عبادۃ لم یتعبدھا اصحاب رسول اللہ ﷺ فلا تعبدوھا (الاعتصام)** ''جس طرح کی عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تم بھی اس کو عبادت نہ سمجھو''۔ آگے فرماتے ہیں **وخذوا بطریق من کان قبلکم** ''بلکہ اپنے اسلاف صحابہؓ کا طریقہ اختیار کرو۔ افسوس صد افسوس اہل بدعت کی نادانی یا ہٹ دھرمی پر کہ انہوں نے ہر عمل میں صحابہ کرامؓ کی مخالفت کو اپنا وطیرہ اور عین ایمان قرار دیا ہے جو عمل صحابہ کرامؓ سے ثابت نہیں اسی پر اپنا تمام زور صرف کرتے ہیں پھر بھی دعویٰ ہے اہل سنت والجماعت اور عشق رسول ﷺ کا۔

اسلام کے خلاف خدا کے حریف ہیں
یہ لوگ یادگار وصایا شریف ہیں
سو برس سے بدعت نوازی میں بے مثال
طروں کے پیچ وخم کی بنا پر شریف ہیں

صلوٰۃ وسلام خصوصاً لاؤڈ سپیکر پر پڑھا جاتا ہے اور جب لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو پھر صلوٰۃ وسلام کی چھٹی ہوتی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ صلوٰۃ وسلام عبادت سمجھ کر بھی نہیں پڑھا جاتا بلکہ ہٹ دھرمی اور اہل حق کی دل آزاری کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے اور مخالفین کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے اہل بدعت آنحضرت ﷺ کے مقدس نام اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو آڑ بنا کر اپنے غیض وغضب کا اظہار کرتے ہیں، جس سے فرقہ واریت پروان چڑھتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلوم ہوا کہ فلاں مسجد میں کچھ لوگ جمع ہوتے اور ذکر لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ سن کر اس مسجد

میں خود پہنچ گئے اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا **ما عهدنا ذالک فی عهد رسول الله وما اراکم الا مبتدعین** (بحرالرائق) ہم نے یہ طریقہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہیں پایا میں تو تم کو اس عمل کی وجہ سے بدعتی سمجھتا ہوں جس کام پر آنحضرت ﷺ نے امت کو مجبور نہیں کیا آج کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی کو اس پر مجبور کرے۔

۲۔ خطاب کے الفاظ سے یا رسول یا نبی کہنا اگر اس عقیدہ کے ساتھ ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر زمان و ہر مکان میں موجود ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے کائنات کی آواز کو سنتا ہے اور ہر حرکت کو دیکھتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ بھی ہر زمان و مکان میں موجود، ہر جگہ حاضر و ناظر ہر ایک کی آواز کو سنتے اور ہر حرکت کو دیکھتے ہیں تو یہ عقیدہ کھلا ہوا شرک ہے اور نصاریٰ کی طرح آنحضرت ﷺ کو خدائی کا درجہ دینا ہے جیسا کہ اہل بدعت کا یہ عقیدہ صرف آنحضرت ﷺ کے متعلق نہیں بلکہ ہر پیر و فقیر کے متعلق ان کا یہی عقیدہ ہے کہ ہر بزرگ (وہ بھی ان کے معیار کے مطابق چاہے ننگا ہو، بے ایمان ہو، بے نمازی ہو، چرس و بھنگ کا عادی ہو، نامحرم عورتوں کے ساتھ خلوت میں رنگ رلیاں منانے والا ہو سارے جہاں کا بدمعاش ہو) ہر جگہ حاضر و ناظر کائنات کی ہر آواز کو سنتا اور ہر حرکت کو دیکھتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

خدا کو چھوڑ کر نعروں کی رٹ ایسی لگائی ہے
اصل بنیاد مذہب کی بتا دے کیوں گرائی ہے
بنا ہے عقل کا اندھا تو اپنا گھر جلاتا ہے
شمع توحید کی ظالم تو پھونکوں سے بجھاتا ہے
سنبھل جا اب بھی موقع ہے اگر عزت سے جینا ہے
کہ طوفان کے تھپیڑوں میں پھنسا تیرا سفینہ ہے

اگر یہ عقیدہ نہ ہو تب بھی یہ الفاظ شرک ہیں جن سے اس عقیدہ فاسدہ کو راہ ملتی ہے اس لئے اس سے بچنا بھی ضروری ہے اگر یہ عقیدہ ہو کہ آنحضرت ﷺ اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں تو آنحضرت ﷺ پر بہتان ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: **من صلّی علی عند قبری سمعته ومن صلّی علی نائیا ابلغته۔** "جو شخص میری قبر کے پاس درود و سلام پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو درود و سلام دور سے بھیجتا ہے (وہ فرشتوں کے ذریعہ)

مجھے پہنچا دیا جاتا ہے''۔

اگر آپ ﷺ ہر مجلس میں تشریف لے جاتے تو خود فرما لیتے کہ میں ہر جگہ موجود ہوتا ہوں لیکن کسی روایت میں اس کا ثبوت نہیں ملتا لہٰذا ان الفاظ اور اس عقیدہ دونوں سے شرک کی شدید بدبو آرہی ہے اور یہ مسلمان کی شان مسلمانی سے بعید ہے کہ وہ شرک کی نجاست میں اپنے آپ کو ملوث کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء.** ''اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اس کے علاوہ جس کے لئے چاہے گا مغفرت فرمادے گا''۔ اور جب شرک کی مغفرت ہی نہیں تو پھر وہ عشق رسول ﷺ کس کام کا جو بندہ کو اللہ کے عذاب اس کی لعنت اور جہنم کا مستحق بنادے۔ آنحضرت ﷺ کی محبت بلاشبہ ایک عظیم عمل ہے لیکن اس کی بھی حدود و قیود ہیں ان حدود سے آگے نکل کر پھر وہ محبت نہیں رہتی بلکہ عداوت و بغاوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس کا لازمی نتیجہ اللہ کا عذاب، اس کی پکڑ اور استحقاق جہنم ہے روضہ اقدس کے سامنے ان الفاظ، خطاب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنا احادیث سے ثابت اور مستحب ہے کیونکہ وہاں براہ راست آنحضرت ﷺ کا سننا اور جواب دینا صحیح روایات سے ثابت ہے لیکن اس پر قیاس کر کے ہر جگہ پڑھنا قیاس مع الفارق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اذا سمعتم الموذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ صلی اللہ بھا عشراً ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنۃ لا ینبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ھو فمن سال لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ. (مسلم ص مشکوۃ ص۶۵ ج۱)

''جب تم موذن کی آواز سنو تو (اس کے جواب میں) اس کے الفاظ کو دہراؤ اور پھر (اذان کے بعد) مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے (اللہ تعالیٰ سے) وسیلہ کی دعا کرو، وسیلہ جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ خاص میں ہوں گا۔ لہٰذا جو شخص

میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا (قیامت کے دن) اس کی سفارش مجھ پر ضروری ہو جائے گی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے پہلے کوئی درود شریف نہیں۔ اور جو ہمارے زمانہ میں رائج ہے، یہ بدعت اور بے دینی ہے۔ درود شریف پڑھنے کا طریقہ بھی آنحضرت ﷺ نے سکھایا ہے۔

بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہ کی روایت ہے: **فقلنا یا رسول کیف الصلوۃ علیک.** "ہم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! سلام پڑھنے کا طریقہ تو اللہ نے ہمیں سکھا دیا ہے، مگر آپ ﷺ پر درود شریف کس طرح پڑھ لیا کریں۔" آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "**قولوا اللھم صل علی محمد الخ.** (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ نے درود پڑھنے کا طریقہ صحابہ کرامؓ کو سکھایا کہ اس طرح درود پڑھا کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ مروجہ صلوۃ وسلام پڑھنا جعلی، من گھڑت اور بناوٹی ہے اور ہر صاحب علم جانتا ہے کہ بناوٹی چیز کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔ لہذا اس صلوۃ وسلام کی بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں کوئی قیمت نہیں، پڑھنے والے مفت میں اپنی عمر عزیز ضائع کر دیں گے۔

اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کی ابتداء کب ہوئی؟

محقق العصر، امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

اذان شعائر اسلام میں سے ہے اور نماز کی طرف دعوت دینے کا ایک شرعی ضابطہ ہے۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام اور خیر القرون میں اسی شرعی حکم کو نماز کی دعوت کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا۔ مگر شعبان ۷۹۱ھ میں سرزمین مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم نجم الدین الطنبذی کے حکم سے اذان کے بعد بلند آواز کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی بدعت ایجاد ہوئی اور اس علاقہ میں اس کا اس قدر رواج ہوا کہ اس کو کار ثواب سمجھا جانے لگا حتیٰ کہ بعض جید مصری علماء کرام نے اس کو بدعت مانتے ہوئے

بھی اس کے ساتھ حسنہ کا پیوند لگایا۔ اس کے حسنہ ہونے کی عقلی یا نقلی معقول دلیل وہ نہ پیش کر سکے۔ اس کے برعکس دیگر علماء کرام نے اپنے انداز سے اس کی تردید کی اور لوگوں پر واضح کیا کہ یہ بدعت ہے اور نجات اور کامیابی سلف صالحین کی پیروی میں ہے۔ تاریخ الخلفاء سیوطی: ۴۹۴، درمختار: ۱/۶۴ اور طحطاوی: ۱۰۴ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ بدعت ۷۹۱ھ میں جاری ہوئی۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا (حالانکہ مدار شریعت خوابوں پر نہیں اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں) اور مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے اس کو پیش کیا۔ اس بے دین نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً قانوناً یہ بدعت جاری کر دی۔ چنانچہ مورخ اسلام علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ وہ جاہل صوفی قاہرہ کے محتسب کے پاس گیا جو اس وقت نجم الدین الطنبدی تھا، جو ایک جاہل شیخ تھا، قضا و محاسبہ میں بد اخلاق تھا، ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا، کمینگی اور بے حیائی کا پتلا تھا، حرام اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا تھا اور کسی مومن کی قرابت اور ذمہ کا اس کو پاس نہ تھا، گناہوں پر بڑا حریص تھا اور اس کا جسم حرام سے پلا ہوا تھا، اس کے نزدیک علم کا کمال بس دستار و جبہ تھا، اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ رضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کوڑے لگانے اور عہدہ و قضا پر برابر چمٹے رہنے سے ہے، اس کی جہالتوں کے قصے اور اس کے گندے افعال کی کہانیاں ملک میں مشہور تھیں۔ (الابداع فی مضار الابتداع ۱۶۱، حکم الذکر بالجہر ۱۲۱، ۱۲۳)

ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کا فتویٰ

حضرت ملا علی قاری الحنفی لکھتے ہیں کہ:

فما يفعله المؤذنون الآن عقب الاذان بالصلوه و السلام مراراً اصله سنة و الكيفية بدعة لان رفع الصوت بالذكر فيه كراهة سيما في المسجد الحرام لتشويشه على الطائفين و المصلين و المعتكفين (مرقات: ۲/۱۶۱)

پس جو کارروائی اذان کے بعد موذن کرتے ہیں کہ بار بار الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں اصل درود پڑھنا تو سنت ہے مگر یہ کیفیت بدعت ہے، خصوصا مسجد حرام میں کیونکہ اس سے طواف کرنے والوں، نمازیوں اور اعتکاف کرنے والوں کو تشویش ہوتی ہے۔

امام شعرانی (م۹۷۳ھ) کا فتویٰ

شیخ الصوفیہ امام عبدالوہاب الشعرانی الشافعی لکھتے ہیں کہ:

قال شیخنا لم یکن التسلیم الذی یفعله الموذنون فی ایام حیاته ولا الخلفاء الراشدون بل کان فی ایام الروافض بمصر (کشف المغمه: ۱/۱۴۷)

ہمارے شیخ نے فرمایا کہ آج کل موذن جس طرح سلام پڑھتے ہیں، یہ طریقہ نہ تو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں تھا اور نہ حضرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں بلکہ اس کی ایجاد مصر میں رافضیوں (شیعوں) کے دور حکومت میں ہوئی۔

جلال الدین سیوطی کا فتویٰ

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

۷۹۱ھ میں موذنوں نے ایک نئی بات شروع کر دی یعنی اذان کے بعد انہوں نے الصلوٰۃ والسلام علی النبی ﷺ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ بالکل نئی بات تھی۔ موذنوں کو یہ حکم محتسب نجم الدین طنبدی (شیعہ) نے دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء اردو: ۶۲۱)

امام طحطاوی حنفی (م۱۲۳۱ھ) کا فتویٰ

امام طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

سلطان حاجی بن اشرف شعبان کے عہد میں ماہ شعبان ۷۹۱ھ میں قاہرہ کے محتسب قاضی نجم الدین طنبدی (شیعہ) نے یہ حکم جاری کیا کہ موذن ہر اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱۰۴)

امام ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۴ھ) کا فتویٰ

امام ابن حجر المکی الشافعی اپنے فتویٰ الکبری میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد استفتی مشائخنا وغیرهم فی الصلوٰة والسلام بعد الاذان علی الکیفیة التی یفعله الموذنون فافتوا بان الاصل سنة والکیفیة بدعة (الابداع: ۱۶۳)

ہمارے مشائخ وغیرھم سے یہ فتویٰ طلب کیا گیا کہ اذان کے بعد جس کیفیت سے (چلا چلا کر آج کل) موذن صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں، کیا درست ہے؟ تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ اصل درود شریف پڑھنا تو سنت ہے لیکن یہ کیفیت (کہ اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنا) بدعت ہے۔

قاضی ابراہیم الحنفی کا فتویٰ

قاضی ابراہیم الحنفی فرماتے ہیں:

بل زادوا علیها بعض الکلمات من الصلوة والتسلیم علی النبی ﷺ وان کان مشروعاً بنص الکتاب والسنة وکان من اکبر العبادات واجلها لکن اتخاذها عادة فی الاذان علی المنارة لم یکن مشروعاً اذ لم یفعله احد من الصحابة والتابعین ولا غیرهم من ائمة الدین ولیس لامرأ ان یضع العبادات الا فی مواضعها التی وضعها فیها الشرع و مضی علیه السلف.

(مجالس الابرار: ۳۰۷)

بلکہ انہوں نے (یعنی بدعتیوں نے) آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر صلوٰۃ و سلام کے بعض کلمات بھی زیادہ کئے ہیں، درود شریف اگرچہ کتاب وسنت کی نص سے ثابت ہے اور بڑی درجے والی عبادات میں سے ہے لیکن مینارہ پر اذان کے وقت اس کے پڑھنے کو عادت بنالینا مشروع نہیں کیونکہ حضرات صحابہ کرام، تابعین اور ان کے

علاوہ ائمہ دین میں سے کسی نے یہ کارروائی نہیں کی اور کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادات کو ان جگہوں میں کرتا پھرے جہاں شریعت نے ان کو نہیں رکھا اور جس پر سلف صالحین کا تعامل نہیں۔

علامہ ابن الحاج مالکی (م ۷۳۷ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن الحاج مالکی فرماتے ہیں:

فالصلوۃ والتسلیم علی النبی ﷺ احدثوھا فی اربعة مواضع لم تکن تفعل فیا فی عھد من مضٰی والخیر کله فی الاتباع لھم مع انھا قریبة العھد بالحدوث جداً او ھی عند طلوع الفجر من کل لیلة و بعد اذان العشاء لیلة الجمعه

(المدخل ۲/۲۴۹)

آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کو ان (بدعتیوں) نے چار جگہوں میں ایجاد کیا ہے کہ ان مواقع میں سلف صالحین کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا اور تمام بھلائی ان کی پیروی میں ہے، حالانکہ اس بدعت کی ایجاد کا زمانہ بہت ہی قریب ہے، ان میں ایک جگہ ہر رات طلوع فجر کے وقت اور جمعہ کی رات عشاء کی اذان کے بعد۔

حنفی، شافعی اور مالکی فقہاء کرام اس عمل کو بدعت قرار دے کر منع فرما رہے ہیں اور اس کو آٹھویں صدی کے ایک بے دین، ظالم، بدزبان، بداخلاق، بدکار شیعہ محتسب کی ایجاد سمجھ کر مسترد کرتے ہیں کیونکہ مؤذن رسول ﷺ سیدنا بلال کی اذان ان تمام بدعات سے پاک تھی اور ہمارے لئے سب سے بڑا نمونہ یہی اذان بلالی ہے جو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں دی جاتی تھی۔ مگر افسوس کہ اہل بدعت نے دیگر اعمال کی طرح اذان کو بھی بگاڑ دیا ہے۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے موت آدمی کو پر ایسی ادا نہ دے

احمد رضا خان بریلوی کا اقرار بدعت

احمد رضا خان بریلوی اس مروجہ بدعت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

اذان کے بعد (اور قبل) صلوٰۃ وسلام ۷۸۱ھ میں سوموار کے دن عشاء کی نماز کے وقت شروع (ایجاد) ہوا پھر جمعہ کے دن پھر دس سال بعد یعنی ۷۹۱ھ میں مغرب کے سوا باقی تمام نمازوں کی اذان میں شروع کیا گیا اور وہ بدعت حسنہ ہے۔

(احکام شریعت: ۱/۱۱۸)

مفتی محمد حسین نعیمی کا فتویٰ

بریلویوں کے مفتی اعظم مفتی محمد حسین نعیمی ناظم جامعہ نعیمیہ لاہور فرماتے ہیں:

اذان کے کلمات مقرر ہیں، اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کی آیات بلا فصل ملانا بدعت ہے اور عبادت الٰہی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے۔ ان کے ساتھ اول درود شریف کا لازم قرار دینا یا اہل سنت کے شعار بنانا بھی بدعت اور عبادت معہودہ میں تحریف کرنے کی کوشش ہے..........

جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یا کسی کام میں مشغول ہوں، نماز با جماعت سے پہلے قرآن کریم یا درود شریف یا کوئی وظیفہ یا صوفیاء کرام کا کلام بلند آواز سے پڑھنا سنت کے خلاف اور اہل اسلام کو پریشان کرنے، ان کو بلا وجہ تنگ کرنے کے گناہ کا ارتکاب ہے۔ (اشتہار شائع کردہ مرکز سواد اعظم اہل سنت والجماعۃ آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ ٹاؤن شپ سکیم لاہور)

دار العلوم حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ

بریلویوں کی قدیم درسگاہ دار العلوم حزب الاحناف لاہور کا فتویٰ درج ذیل ہے:

ہم اہل سنت والجماعۃ کو نئی بات رائج کرنا اس لئے بھی زیب نہیں دیتا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں، فقہ حنفی میں اذان سے قبل صلوٰۃ وغیرہ ثابت نہیں ہے تو اب

یہ غیر مقلدانہ عمل کرنا دراصل ثابت کرنا ہے کہ امام اعظم اور صحابہ کرام عشق کی منزل سے آشنا نہ تھے (نعوذ باللہ) جس سے آج کا جاہل عاشق سرشار ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ (اشتہار شائع کردہ مرکز سواد اعظم اہل سنت والجماعۃ آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ ٹاؤن شپ سکیم لاہور)

مولوی فیض احمد اویسی رضا خانی کی نادر تحقیق وفتویٰ

مولوی ابو صالح فیض احمد اویسی رضا خانی بہاولپوری اپنے محققانہ مدبرانہ فاضلانہ انداز میں لکھتے ہیں:

بہت سے کمزور مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ قبل اذان صلوٰۃ وسلام ضد سے پڑھا جاتا ہے، اگر کوئی ضد سے پڑھتا ہے تو اس کی غلطی ہے ورنہ اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً آپ نے دیکھا ہوگا کہ لاؤڈ سپیکر کو درستی اور خرابی معلوم کرنے کے لئے لوگ کہا کرتے ہیں ہیلو ہیلو، یا کہتے ہیں ون ٹو تھری وغیرہ۔ پھر مساجد میں ان کا رواج بلکہ اب تو مساجد کا لازمی جزو سمجھا جا رہا ہے، تو ہمارے اہل سنت کو گوارہ نہ ہوا، انہوں نے انگریزی الفاظ کو مٹا کر درود شریف کا ورد کیا تا کہ لاؤڈ سپیکر کی نبض کا پتہ بھی چل جائے اور عشق مصطفیٰ کا حق بھی ادا ہو جائے۔

(رجم الشیطان فی الصلوٰۃ والسلام عند الاذان: ۱۱)

آگے فرماتے ہیں:

اب جبکہ یہ لوگ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے دشمن ہیں، ہمارا فرض ہو گیا ہے کہ ان کے اس غلط طریقے کو مٹانے کے لئے ہر وقت پڑھیں اور بالخصوص جس ہیئت سے روکیں، ہم اس ہیئت سے (یعنی ضد سے) پڑھیں۔ (رسالہ رجم الشیطان: ۱۳)

یہ ہے عشق رسول کا وہ انداز جس نے امت مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ و برباد کیا ہے۔ ۷۸۱ھ میں ایجاد ہونے والا عمل جس کا موجد بھی ایک بے دین، بدعمل، حرام خور شیعہ محتسب ہے، اس عمل کو اذان کا لازمی جز سمجھ کر پڑھنا اور اس کو عشق رسول کا معیار بتانا اسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو قرآن و سنت سے ناواقف اور اسلامی تاریخ سے جاہل ہو یا ضدی، ہٹ

دھرم، کوڑھ مغز، سرپھرا اور سنت رسول کا دشمن ہو۔ لاؤڈ سپیکر کی نبض دیکھتے دیکھتے آذان بلالی کو بگاڑ کر رکھ دیا جیسا کہ بریلوی پیر دم اور تعویذ کے نام پر خواتین کی نبض دیکھتے دیکھتے کہیں اور پہنچ جاتے ہیں اسی طرح بریلوی مؤذن لاؤڈ سپیکر کی نبض دیکھتے دیکھتے حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک آذان کو بدعات کے ناپاک غلاف چڑھا چڑھا کر نا قابل معافی جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور علماء دیوبند کی ضد اور بغض کی وجہ سے حضور ﷺ کی سنتوں کو بگاڑ کر اپنی آخرت تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

نماز کے بعد بلند آواز سے اجتماعی ذکر اور لاؤڈ سپیکر پر مخلوق خدا کو ستانا

اہل بدعت کے ایجاد کردہ قبیح افعال میں سے ایک فعل نماز کے بعد بلند آواز سے اجتماعی ذکر بھی ہے، نماز کے بعد تسبیح، تکبیر اور تہلیل پڑھنا مسنون عمل ہے مگر اللہ تعالیٰ سمجھ دے اہل بدعت کو کہ انہوں نے پورے دین کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور بجائے سنت عمل کے اپنی طرف سے بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اب اس بدعت سے منع کرنے پر اہل حق کو کلمہ کا منکر کہا جاتا ہے۔ حالانکہ علماء نے ہر دور میں اس چیز کی تردید کی ہے اور اس کو مسجد کی توہین قرار دے کر ممنوع قرار دیا ہے۔ مسجد میں نماز کے علاوہ آواز بلند کرنا حرام ہے اگر چہ ذکر ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس حرام کاری سے منع کرنا کلمہ کا انکار ہے یا کلمہ کا عین تقاضا ہے۔ شیطان کے بھی عجیب کرتوت ہیں، لوگوں کو ایسے خوشنما طریقوں سے گمراہ کرتا ہے اور اس نے اہل بدعت کو ذکر کے پر فریب نام پر حرامکاری میں مبتلا کر دیا ہے۔

فاروق اعظم کا مسجد میں آواز بلند کرنے سے منع کرنا

حضرت نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں منبر رسول ﷺ کے پاس تھا، اتنے میں ایک شخص نے کہا، مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد کوئی اور کام نہ کروں بجز حاجیوں کو پانی پلانے کے، دوسرے نے کہا، مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں مسجد حرام کی تعمیر و خدمت کے بغیر کوئی اور کام کروں۔ تیسرے نے کہا، ان امور سے جن کا تم نے ذکر کیا ہے، جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ زیادہ ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

لا ترفعوا اصواتكم عند منبر رسول الله ﷺ (مسلم: ۱۳۴/۲)

تم اپنی آواز کو منبر رسول ﷺ کے قریب بلند نہ کرو۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فیہ کراھة رفع الصوت فی المسجد یوم الجمعه وغیره وانه لا یرفع الصوت بعلم ولا غیره عند اجتماع الناس للصلٰوة لما فیه من التشویش علیهم وعلی المصلین والذاکرین الله تعالٰی (شرح مسلم: ۱۳۴/۲)۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جمعہ وغیرہ کے دن مسجدوں میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب لوگ نماز کے لئے جمع ہوں، اس وقت علم وغیرہ کی آواز بھی بلند نہ کی جائے کیونکہ اس طرح سے مسجدوں میں جمع ہونے والوں اور نمازیوں اور ذکر کرنے والوں کو تشویش ہوتی ہے۔

مسجد میں اونچی آواز سے ذکر کرنا حرام ہے

حضرت ملا علی قاری حنفی تحریر فرماتے ہیں:

وقد نص بعض علمائنا بان رفع الصوت فی المسجد ولو بالذکر حرام (مرقات: ۱۷۱/۱۰)

ہمارے بعض علماء کرام نے صراحت سے فرمایا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے، اگرچہ ذکر کی آواز ہی کیوں نہ ہو۔

علامہ علاؤ الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی (م ۱۰۸۸ھ) اداب مسجد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویحرم فیه السوال و یکره الاعطاء مطلقاً و قیل ان تخطی وانشاد ضالة او شعر الاما فیه ذکر و رفع صوت بذکر الا للمتفقهة. (درمختار مع ردالمحتار: ۶۱۷/۱)

مسجدوں میں سوال حرام ہے اور دینا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اگر گردنیں پھاند کر سائل کو دیا تب بھی مکروہ ہے اور اسی طرح گمشدہ چیز کا تلاش کرنا اور شعر پڑھنا بھی مگر ایسے اشعار جن میں نصیحت ہو، اور اسی طرح ذکر کرتے ہوئے آواز بلند کرنا بھی حرام ہے مگر علم وفقہ حاصل کرنے والوں کے لئے۔

علامہ ابن تیمیہ حنبلی (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ورفع الصوت فی المساجد نهی عند وهو فی المسجد النبی ﷺ. (مناسک الحج: ۳۶)

مسجدوں میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور مسجد نبوی میں اور زیادہ سخت ممنوع ہے۔

علامہ ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی المالکی (م ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں:

واما ارتفاع الاصوات فی المساجد شئی عن بدعة الجدال فی الدین. (الاعتصام: ۲/۷۹)

بہرحال مسجدوں میں آوازیں بلند کرنا دین میں جھگڑا کرنے کی وجہ سے بدعت گھڑی گئی ہے۔

اور یہ بات سو فیصد حقیقت ہے کہ اہل بدعت کا اس طرح ذکر کرنا اللہ کی رضا کے لئے نہیں ہوتا بلکہ صرف اپنی پہچان کو برقرار رکھنے اور اہل حق کو چھیڑنے، جنگ وجدل، فتنہ وفساد پھیلانے کے لئے ہوتا ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ نماز تو بغیر لاؤڈ سپیکر کے پڑھائی جاتی ہے اور اس کے بعد صرف ذکر کے لئے لاؤڈ سپیکر آن کیا جاتا ہے اور پھر گلے پھاڑ پھاڑ کر شور مچایا جاتا ہے، لوگوں کو پریشانی، بیماروں کو تکلیف اور عوام کو مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

امام حافظ الدین محمد بن محمد البزازی الکردی (م ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

وفی الفتاویٰ القاضی رفع الصوت بالذکر حرام.

قاضی صاحب کے فتاویٰ میں ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے۔

آگے لکھتے ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے صحت کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ انہوں نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود ان کے پاس گئے اور فرمایا، ہم نے یہ کارروائی

آنحضرت ﷺ کے مبارک عہد میں نہیں دیکھی اور میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔ بار بار یہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔ (فتاویٰ بزازیہ: ۳/۳۷۵ علی حامش الہندیہ)

علامہ ابن الحاج المالکی فرماتے ہیں:

وهذه المسئلة لا يعلم فيها خلاف بين احد من المتقدمين من اهل العلم اعنى منع رفع الصوت بالقراة والذكر فى المسجد مع وجود مُصَلّ يقع له التشويش بسببه (المدخل: ۱۰۶/۱)

جب مسجد میں کوئی نمازی موجود ہو اور اس کو جہر کی وجہ سے تشویش لاحق ہوتی ہو تو مسجد میں بلند آواز سے تلاوت اور ذکر کرنے سے منع کیا جائے گا، اس مسئلہ میں متقدمین اہل علم کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔

بلکہ فقہاء کرام نے تو جہری نمازوں میں بھی حاضرین کے مطابق آواز بلند کرنا ضروری قرار دے کر اسے زیادہ آواز بلند کرنے سے بھی منع فرما دیا ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ويجهر الامام وجوباً بحسب الجماعة فان زاد عليه اساء.

(در المختار على هامش رد المختار: ۴۵۷/۱)

امام وجوبی طور پر اتنا جہر کرے جتنا جماعت کے مطابق ہو، اگر اس نے اس سے زیادہ جہر کیا تو اس نے برا کیا۔

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

والمستحب ان يجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق الحاجة فقد اساء. (طحطاوی: ۱۳۷)

اور مستحب یہ ہے کہ جماعت کے انداز کے مطابق امام جہر کرے، حاجت سے زیادہ جہر کیا تو بلاشبہ اس نے برا کیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

اذا جهر الامام فوق حاجة الناس فقد اساء. (عالمگیری: ۷۵/۱)

اور جب امام نے لوگوں کی حاجت سے زیادہ جہر کیا تو بے شک اس نے برا کیا۔

الغرض اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا کہیں بھی ثابت نہیں، البتہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا اور اس کے بعد دعائے وسیلہ پڑھنے سے آنحضرت ﷺ کی سفارش کا وعدہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارکہ سے فرمایا ہے لیکن لاؤڈ سپیکر میں اور اونچی آواز سے نہیں بلکہ ہر شخص اپنے دل میں پڑھے۔ ہاں اگر کوئی شخص تعلیم کے لئے کبھی اونچی آواز سے پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

دین کے نام پر تمام خرافات مسجدوں میں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مسجدوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے۔ اور یہ مسجدیں جنگ و جدل، شور و شغب کے مراکز کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ حالانکہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اس میں وہی اعمال ہونے چاہئیں جن کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دیا ہو۔ اور کوئی بدعتی بدعات کا اتنا عادی ہو کہ اسے بدعات کے بغیر چین و سکون نصیب نہ ہوتا ہو تو وہ اپنے گھر میں ہی بدعات کا دھندا چلائے تاکہ مسجدوں کی بے حرمتی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی حیثیت متنازع نہ بنے۔

استاذی و مرشدی محدث اعظم حضرت مولانا سرفراز خانصاحب نور اللہ مرقدہ اہل بدعت کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''افسوس صد افسوس اور حیف بالائے حیف فریق مخالف پر کہ ایک طرف تو وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور دوسری طرف خصوصیت سے مسجدوں کے اندر چلا چلا کر اور گلے پھاڑ پھاڑ کر بلند آواز سے درود پڑھتا ہے اور نعت خوانی (بلکہ قوالی) کرتا ہے۔ اگر اہل بدعت کا عقیدہ واقعی دیانت پر مبنی ہے تو جب آنحضرت ﷺ ان کے زعم باطل میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ان کو اپنی آواز ہمیشہ پست رکھنی لازم ہے ورنہ اگر ایمان ہو بھی تو وہ اس سلسلے میں کافور ہو جاتا ہے اور تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔ کاش کہ اہل بدعت حضرات کو یہ شعور بھی حاصل ہو۔ حضرت ثابت بن قیسؓ کو جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی طرف سے جنتی ہونے کی بشارت عظمیٰ مل چکی تھی مگر انہوں نے فرمایا:

ولا ارفع صوتی ابدا علی صوت رسول اللہ ﷺ.

(ابن کثیر ص ۲۰۷ ج ۴)

''میں کبھی بھی رسول اللہ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں کروں گا۔''

اور یہی ایک پکے مسلمان اور سچے عاشق رسول ﷺ اور جنتی کی علامت ہے کہ جناب رسول ﷺ کی موجودگی اور حاضری میں کبھی اپنی آواز بلند نہ کرے نہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں نہ وفات کے بعد۔'' (ازلۃ الریب ص ۳۷۴)

گیارہویں کا دھندا

بعض لوگ ہر ماہ گیارہویں تاریخ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر خیرات کرتے ہیں اور اسے گیارہویں شریف کہتے ہیں۔ نہ کرنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ حالانکہ اس گیارہویں شریف کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ دین آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں مکمل ہو چکا ہے، اس کے بعد دین میں پیوند لگانے کی کسی کو اجازت نہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ آنحضرت ﷺ سے ۴۷۰ھ سال بعد پیدا ہوئے تو ان کے نام پر گیارہویں دینا کس طرح بن سکتا ہے؟ اور نہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس کا حکم دیا ہے۔ بلکہ یہ تمام پیٹ پرست مولویوں کی کارستانیاں ہیں اور حضرت جیلانیؒ کے نام پر اپنا پیٹ پالنے کا دھندا ہے کیونکہ ویسے تو انہیں کوئی گھاس بھی نہیں ڈالتا۔ جب انہوں نے اپنی یہ حالت دیکھی تو بزرگوں کے نام پر کاروبار شروع کیا اور شیطان نے انہیں نئے نئے راستے دکھا کر گمراہی کی دلدل میں پھنسا دیا۔ دین ختار ہا، مسلمان اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر کے مرتد ہوتے رہے اور پیٹ پرست مولوی چھوٹی اور بڑی گیارہویں کھا کر ڈکاریں مارتے رہے۔

گیارہویں کا ثبوت

ایک پیٹ پرست مذہبی بازی گرنے بھولے بھالے مسلمانوں کے ایک اجتماع میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ گیارہویں قرآن سے ثابت ہے، حدیث سے ثابت ہے، حتیٰ کہ چارپائی سے بھی ثابت ہے۔ چارپائی کا نام سنا تو لوگ حیرت سے بازی گر کا منہ تکنے لگے اور سوچ میں پڑ گئے کہ خدا جانے چارپائی کس کتاب کا نام ہوگا۔ ایک منچلے نے تو قدرے طنزیہ انداز میں یہ سوال بھی کر دیا کہ چارپائی نامی کتاب کیا تمہارے امام صاحب پر

اتری تھی؟ مگر چالاک بازی گر نے سنی ان سنی کردی اور فرمایا کہ دیکھو دیکھو، میں چار پائی سے گیارہویں ثابت کرنے لگا ہوں۔ بتاؤ چار پائی کے کتنے بازو ہوتے ہیں؟ حاضرین نے جواب دیا کہ چار۔ اور پھر مداری بار بار یہ سوال دہراتا رہا اور حاضرین جواب میں چار چار کہتے رہے۔ پھر فرمایا اور پیر کتنے ہوتے ہیں؟ جواب ملا کہ وہ بھی چار۔ کہنے لگا کہ چار بازو اور چار پیر کتنے بنے؟ جواب ملا کہ آٹھ۔ آٹھ کا عدد سننا تھا کہ مداری کو مستی آگئی اور آٹھ آٹھ کی رٹ لگاتے ہوئے فاتحانہ انداز میں کبھی ادھر دیکھتا اور کبھی ادھر دیکھتا۔ پھر فرمایا کہ آٹھ یہ اور ایک بان کتنے ہوئے؟ جواب آیا کہ نو۔ فرمایا کہ یاد رکھو نو نو نو کتنے ہوئے نو نو نو نو کتنے ہوئے نو نو نو نو۔ پھر فرمانے لگے کہ چار بازو، چار پیر اور ایک بان یہ ہو گئے نو، اور ایک ہوئی دوائن، اب بولو کتنے ہوئے؟ لوگوں نے کہا کہ دس۔ اور دس سنتے ہی مداری جھوم اٹھا اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ تم دل میں کہتے ہو گے کہ چار پائی کے اجزاء تو دس ہیں، اب گیارہویں شریف کیسے ثابت ہوگی، مگر تم ذرا صبر کرو ابھی بتاتا ہوں کہ کیسے ثابت ہوگی۔ ابھی کرتا ہوں وہابیوں کی ایسی کی تیسی، کمبخت کہتے ہیں کہ گیارہویں کا گیارہویں والوں کے پاس سرے سے کوئی ثبوت ہی نہیں ہے، کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ میں ابھی بتاتا ہوں کہ دلیل ہے یا نہیں ہے۔ ابھی انہیں جہنم رسید کرتا ہوں، ابھی بم مارتا ہوں۔ ان کم بختوں کو اپنے علم پر ناز ہوتا ہے، میں ابھی ان کے علم کی خبر لیتا ہوں۔ ہاں تو بتاؤ کتنے ہوئے؟ لوگ بولے دس۔ اور پھر یہ سلسلہ کافی دیر تک چلتا رہا کہ کتنے ہوئے؟ دس۔......................یہ سلسلہ جاری تھا کہ مداری یک لخت اچھلا اور چیخ کر بولا آئی گیارہویں، سنو سنو آئی گیارہویں۔ ہاں تو ذرا ایک بار پھر بتاؤ کہ چار پیر، چار بازو، ایک بان اور ایک دوائن کل کتنے بنے۔ لوگوں نے کہا کہ دس۔ دس ہوئے یہ اور اس پر سونے والا گیارہواں، اس پر سونے والا گیارہواں، اس پر سونے والا گیارہواں۔

فاتح مداری پر مستی کا عجب عالم تھا۔ ناچتا کودتا، داد طلب نگاہوں سے کبھی دائیں دیکھتا اور کبھی بائیں اور حاضرین سے تعلی آمیز انداز میں پوچھتا تھا کہ بولو ثابت ہوئی گیارہویں یا نہیں، ثابت ہوئی گیارہویں یا نہیں، ثابت ہوئی یا نہیں۔

(شان مدینہ ص۷۸)

دوسری بڑی وزنی دلیل

گیارہویں میری بارات سے ثابت ہے

یہ مذہبی لٹیرا کہتا ہے کہ لو میں گیارہویں کا ایک اور ثبوت پیش کرتا ہوں۔ غور سے سنو، کان کھول کر بیٹھو، پھر نہ کہنا کہ ہمیں کسی نے گیارہویں کے متعلق کچھ بتایا نہیں تھا۔ لو سنو، گیارہویں شریف میری بارات سے ثابت ہے۔ کیونکہ میری بارات میں ایک میرے والد صاحب تھے اور ایک چچا صاحب اور دو تھے میرے بھائی اور چھ دوسرے رشتہ دار۔ یہ ہوئے کل دس افراد، اور گیارہواں میں خود...... میں خود...... میں خود۔ اور گیارہواں میں خود...... میں خود...... میں خود۔ (شان مدینہ ص۸۰)

مر رہا تھا تو کہاں اے پیر و احمد رضا
روز اول سب کو جب تقسیم دانائی ہوئی

اس مذہبی بازیگر نے ان دو نادر دلیلوں پر ڈیڑھ گھنٹہ لگایا تھا اور سامعین جھوم جھوم کر نعرے لگاتے رہے اور گیارہویں کے دلائل سن کر خوش ہوتے رہے۔

گیارہویں کے متعلق فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

''اگر اس قسم کا کھانا پکانے والا غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتا ہے تو اس کا یہ فعل شرک ہے اور یہ کھانا حرام ہے۔ اس کا قبول کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ اور اگر نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھتا تو کھانا حرام نہین مگر یہ فعل بدعت ہے۔ ایسا کھانا لینے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کی جائے تا کہ بدعت کی اشاعت اور تائید کا گناہ نہ ہو۔''

(احسن الفتاوٰی ص۳۸۲ ج۱)

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اہل بدعت بدعقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ حضرت شیخ ؒ کو با اختیار سمجھتے ہیں،

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ہر مشکل میں یاغوث المدد کے نعرے لگاتے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع (م ۱۹۷۶ء) کا فتویٰ

مفتی اعظم پاکستان، مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں: گیارہویں شریف کی رسم جس کو عوام نے فرض وواجب کی طرح سمجھ رکھا ہے، بلکہ بہت سے لوگ جو نماز، روزہ کے پاس بھی نہیں جاتے، بس گیارہویں شریف کو کافی سمجھتے ہیں، یہ محض بدعت اور ناجائز ہے۔ اگر کہا جائے کہ مقصود اس سے ایصال ثواب ہے تو تجربہ شاہد ہے کہ یہ خیال محض غلط ہے کیونکہ اگر ایصال ثواب ہی مقصود ہے تو خاص گیارہویں تاریخ میں پہنچ سکتا ہے، دوسرے خاص غوث اعظم کی کیا تخصیص ہے، کبھی ایصال ثواب ان کو کیا جاتا اور کبھی دوسرے بزرگوں کو جو ان سے بھی بڑے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت غوث اعظم جس شان اور جس درجہ کے کامل ولی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے تھے، صحابہ کرام ان سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، لیکن ہم کسی کو نہیں دیکھتے کہ کوئی حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لئے گیارہویں یا بارہویں کرتا ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محض ایک رسم پڑگئی ہے جس کا اتباع جاہلانہ طور پر لوگ کرتے ہیں۔ (امداد المفتین: ۱۶۱)

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا ارشاد

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید فرماتے ہیں:

''ممکن ہے کہ عام لوگ ایصال ثواب کی نیت سے ہی گیارہویں دیتے ہوں مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ گیارہویں حضرت پیران پیر کے ایصال ثواب کے لئے نہیں دیتے .... بلکہ جس طرح صدقہ وخیرات سے حق تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اسی طرح وہ خود گیارہویں شریف کو حضرت کے دربار میں پیش کر کے آپؒ کا تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی راز ہے کہ وہ لوگ گیارہویں دینے نہ دینے کو مال وجان کی برکت اور بے برکتی میں دخیل سمجھتے ہیں۔ یہ حضرات اپنی بے سمجھی کی وجہ سے بڑے خطرناک عقیدے میں گرفتار ہیں۔'' (اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۱۶۸ ج ۱)

اور بعض مفاد پرست پیٹ کے پجاری تو گیارھویں کو قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کی جسارت کرتے ہیں، جو ان کی گمراہی کی کھلی دلیل ہے۔ کیونکہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے، اس سے پہلے گیارھویں کا تصور ہی نہیں تھا۔ ۵۶۱ھ میں حضرت شیخؒ کا وصال ہوا ہے اور آپؒ کے وصال کے بعد اہل بدعت نے اپنے پیٹ کی خاطر اس کو ایجاد کیا ہے۔ حالانکہ آپؒ کی کتابوں غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب وغیرہ میں گیارھویں کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی گیارھویں شریف کے الفاظ ملتے ہیں۔ پھر بھی عوام کا یہ عقیدہ بنانا کہ جو گیارھویں نہیں دے گا، اس کا مال و اسباب تباہ ہو جائے گا، اس کے جانوروں میں بے برکتی ہو گی............ کتنی بڑی جہالت ہے اور مشرکین عرب سے بھی زیادہ خوفناک اور شرمناک عقیدہ ہے، جس کو منبر رسول ﷺ پر بڑی ڈھٹائی سے بیان کیا جاتا ہے اور فرض نماز، روزہ، حج وغیرہ سے زیادہ اس کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

جو لوگ فرض نماز نہیں پڑھتے، یا فرض روزہ، حج، زکوۃ ادا نہیں کرتے، انہیں تو مال اسباب کی تباہی کا خوف لاحق نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی بدعتی مولوی انہیں فرائض چھوڑنے کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرنے کی زحمت اٹھاتا ہے۔ لیکن جو شخص گیارھویں کا دودھ یا کھیر شریف نہ دے تو وہ خود بھی بلائے آسمانی کا منتظر رہتا ہے اور ملاجی کی وعیدیں اسے آسمانی بجلی کی زد میں آنے کو یقینی بنا لیتی ہیں۔ لیکن ملاجی سے کوئی نہیں پوچھتا کہ جناب بھینس کی طرح منہ سے جھاگ نکالنا چھوڑیئے، ذرا آنحضرت ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کوئی واقعہ صحیح سند کیساتھ ذکر کیجئے کہ انہوں نے کس طرح اور کب گیارھویں شریف کا ختم دیا ہے؟

شرع کے نام پہ ہیں ان کی دکانیں قائم

دین اسلام کی پھٹکار مگر منہ پر ہے

زاغ دشتی کی اڑانوں سے شکایت کیا ہو

ہاں! اسے مال اڑانے کا سبق ازبر ہے

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

''گیارہویں کی تخصیص اور گیارہ کے عدد کا التزام اور بڑے پیر صاحب کے نام ہنسلی بچوں کو پہنانا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ بچہ بڑے پیر صاحب کی حفاظت میں رہتا ہے، غلط اور گمراہی ہے۔ گیارہویں کی محفلیں منعقد کرنا اور دھوم دھام سے فاتحہ دلانا اور فاتحہ بھی خاص مقرر کرنا کہ اس کے لئے خاص آدمی تلاش کرنا پڑے، یہ سب باتیں بے اصل اور بدعت ہیں۔'' (کفایت المفتی ص۲۱۴ ج ۱)

گیارہویں کا دھندا بھی تو پیٹ کی مجبوری ہے
عالم اسباب میں پیٹ پوجا بھی تو ضروری ہے
یہ منہ کے ذائقے کو بدلنے کا اک بہانہ ہے
یہ نہ ہو تو پھر زندگی کی ہر ادا ادھوری ہے

گیارہوں منانے کا حکم

سوال: ہر سال ماہ ربیع الثانی میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا یوم وفات گیارہوں کے نام سے بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: غوث الاعظم قطب ربانی، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۱ھ) ایک بڑے بزرگ ہیں، جن کی عظمت و محبت ایمان کی علامت ہے اور بے ادبی و گستاخی کرنا گمراہی کی دلیل ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام مخلوق میں انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور انبیاء میں سب سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پھر خلیفہ اول ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا رتبہ ہے۔ ان کے بعد عشرہ مبشرہ (جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے) ان کے بعد پھر بقیہ اہل بدر و اہل احد، مہاجرین و انصار وغیرہ صحابہ کرام کا درجہ بدرجہ رتبہ

ہے۔ان کے بعد تابعین، تبع تابعین کا رتبہ ہے۔ جو اولیاء کرام اور بزرگان دین صحبت سے سرفراز نہیں ہیں وہ نہ صحابہ سے افضل ہیں اور نہ کسی صحابی کے برابر ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک تابعی المتوفی ۱۸۱ھ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ (صحابی) اور حضرت عمر بن عبدالعزیز (تابعی المتوفی ۱۰۱ھ) میں کون افضل ہے؟ آپ نے جواب دیا، قسم بخدا جو مٹی حضور ﷺ کی معیت میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوئی ہے، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے سو بزرگوں سے بہتر ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ: ۲۶۱)

حدیث مذکورہ کو بغور سوچیے کہ انبیاء اور صحابہ جیسی مقدس ہستیوں کے ایام وفات منانے کی شریعت نے کوئی تاکید نہیں کی تو حضرت غوث اعظم کا یوم وفات منانے کا کیا مطلب؟ دن منانا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں کیونکہ مراتب و درجات کا لحاظ کر کے سب سے پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور سال کے کل ایام تین سو چون یا تین سو ساٹھ ہیں۔تو تمام کے ایام وفات منانے کے لئے اور دن کہاں سے لائیں گے اور انبیاء و صحابہ کو چھوڑ کر ان سے کم اور نیچے درجہ کے بزرگوں کے دن منائے جائیں تو یہ انبیاء و صحابہ کرام کے مراتب میں رخنہ اندازی کے برابر ہے جس کو مرحوم حالی نے بھی ناپسند فرمایا ہے:

نبی کو چاہے خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

حدیث میں ہے کہ ہر ایک سے معاملہ اس کے درجے کے مطابق کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ رواج جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے، عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے اور اس کے بدعت ہونے میں ذرہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں۔صحیح اور قابل تقلید طریقہ یہ ہے کہ بلا تداعی اور بلا کسی پابندی کے شب و روز کی اپنی مجالس میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام اور اسی طرح بزرگان دین حضرت غوث اعظم وغیرہ اولیاء عظام کا ذکر کیا جائے، اس کے علاوہ واقعہ یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف ہے۔تفریح الخاطر فی مناقب شیخ عبدالقادر میں آٹھ اقوال ہیں۔ نویں، دسویں، سترہویں، آٹھویں، تیرھویں، ساتویں، گیارھویں ربیع الاول۔اس کے بعد لکھا ہے کہ صحیح دسویں ربیع الاول ہے۔ (بستان المناظر: ۱۱۳)۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے خلفاء مریدین و متبعین نے آپ کی تاریخ

وفات اور دن و ماہ کی تعیین کے ساتھ برسی اور یوم وفات منانے کا اہتمام نہیں کیا ورنہ تاریخ وفات میں اتنا شدید اختلاف نہ ہوتا۔

رہا ایصال ثواب، تو جائز طریقہ پر بلا تعیین تاریخ و یوم و ماہ کے جب چاہے کر سکتے ہیں، ہمیشہ کے لئے ایک ہی تاریخ متعین کرنا کہ کبھی بھی اس کے خلاف نہ کیا جائے تو یہ اپنی طرف سے زیادتی اور ایجاد فی الدین ہے۔ افسوس، فرائض و واجبات اور سنن کو نظر انداز کر کے بدعات وغیر ضروریات میں مشغول و مبتلا ہیں اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اپنے آقا کی خوشنودی سے محروم ہے وہ شخص جو اس پر تو عمل نہ کرے جس کا اس کو حکم کیا گیا اور جس کا آقا نے حکم نہیں دیا اس میں مشغول رہے، یہی اصل محرومیت ہے، یہی اصل موت ہے، یہی اصل مردودیت ہے۔ (الفتح الربانی فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۷۶)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا

جب جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو اس کے ساتھ چند آدمی بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ قبرستان تک چلتا ہے۔ کلمہ طیبہ پڑھنا کوئی برا عمل نہیں، مسلمان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رطب اللسان ہونا چاہئے اور کلمہ طیبہ افضل ذکر ہے۔ مگر کیا اس موقعہ پر اس طرح اجتماعی طور پر بلند آواز سے ذکر کرنا شریعت میں مشروع ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جنازہ کے ساتھ اس طرح کا عمل صحابہ کرام سے ثابت ہے؟ خیر القرون میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ ائمہ مجتہدین نے اس طرز عمل کی کوئی تصریح کی ہے؟

اب قرآن و حدیث، خیر القرون کا طرز عمل اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات میں اس کو تلاش کرنا پڑے گا کہ اسلام کا اصل طریقہ کیا ہے؟ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خیفة و دون الجهر من القول بالغدو والأصال ولا تکن من الغافلین. (الاعراف: ۲۰۴)

اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی

آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو صبح اور شام کے اوقات میں اور نہ ہو تو غافلوں میں سے علامہ آلوسی بغدادی) م ۱۲۲۷ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هو عام لكل ذكر فان الاخفاء ادخل فى الاخلاص و اقرب من القبول (تفسير روح المعانى)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کیا کر، یہ عام ہے ہر ذکر کے لئے کیونکہ اخلاص میں اخفاء کا بڑا دخل ہے اور اس میں قبولیت بھی زیادہ ہے۔

علامہ ابوالبرکات النسفی (م ۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

هو عام فى الاذكار من قراة القران و الدعا و التسبيح و غير ذلك. (تفسير مدارك: ۱/ ۹۵۱)

یہ آیت عام ہے تمام اذکار کو شامل ہے چاہے قرآن کی تلاوت ہو یا دعا یا تسبیحات وغیرہ۔

قاضی ابوالسعود (م ۹۵۱ھ) فرماتے ہیں:

هو عام فى الاذكار كافة فان الاخفاء ادخل فى الاخلاص و اقرب من الاجابة. (تفسير ابو السعود: ۲/ ۳۱۰)

یہ حکم خداوندی عام ہے، تمام اذکار کو شامل ہے کیونکہ اخلاص کو اخفا میں بڑا دخل ہے اور اس میں قبولیت بھی زیادہ ہے۔

علامہ فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں امر فرمایا ہے کہ اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کیا کرو اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ انسان کو ذکر سے تب کامل نفع ملتا ہے جب ذکر مذکورہ صفات کے ساتھ ہو کیونکہ مذکورہ شرط کے ساتھ اخلاص اور تضرع کے زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر ابن کبیر: ۵/ ۱۰۶)

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں بلکہ ایک جماعت نے ذکر کیا ہے کہ زبانی ذکر جو کہ معانی اور صفات مذکورہ اور حضور قلب سے خالی ہو تو اس میں کوئی ثواب نہیں اور جس نے کلمہ طیبہ بغیر معنی کے لحاظ کے یا اس سے جاہل اور لاعلم ہو کر پڑھا تو اللہ کے نزدیک وہ مومنین میں سے شمار نہیں ہوگا۔ (تفسیر روح المعانی: ۹/ ۱۵۴)

ملا جیون الحنفی (م ۱۱۳۰ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مذکورہ آیت

ہر مقام میں ذکر خفی (آہستہ ذکر کرنے) کی افضلیت پر دلالت کر رہی ہے اور اس لئے بعض اہل سلوک صوفیا نے فرمایا ہے کہ ذکر خفی عزیمت اور اصل ہے اور جہر بدعت یا مباح ہے (جہاں تعلیم مقصود ہو)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو آہستہ دل میں یاد کرنا زیادہ افضل ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، لہذا آہستہ دل میں ہر شخص اللہ کو یاد کرے، کلمہ طیبہ کا ورد کرے اور اگر اونچی آواز سے اجتماعی طور پر سارے پڑھیں گے، جس طرح رواج ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، جس میں بجائے ثواب کے گناہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کا طرز عمل کیا ہے

حضرت زید بن ارقم کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ یحب الصمت عند ثلاث عند تلاوۃ القران و عند الزحف وعند الجنازۃ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۱۹)

اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی کو پسند کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، میدان جنگ میں اور جنازہ کے ساتھ۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ خود تین مقامات پر آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ قرات قرآن، جنازہ اور لڑائی کے وقت۔

حضرت قیس بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون الصوت عند ثلاث الجنائز والقتال والذکر (البحر الرائق: ۵/۷۶)

حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام تین موقعوں پر آواز بلند کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ جنازہ میں، میدان کارزار میں، اور ذکر کرتے وقت۔

امام مالکؒ کا فتویٰ

علامہ ابو اسحاق شاطبی غرناطی (م ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ امام مالک سے کسی نے

جنازہ کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق پوچھا تو امام مالک نے جواب دیا کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموش ہونا فکر اور عبرت حاصل کرنا سنت میں سے ہے اور یہی سلف کا فعل اور طریقہ ہے، ان کی تابعداری سنت اور مخالفت بدعت ہے۔ اور امام مالک نے فرمایا کہ جس کام پر اس امت کے سلف اور پہلے لوگ تھے، ان کے پچھلے لوگ سلف سے زیادہ ہدایت یافتہ کبھی نہیں ہو سکتے۔ (الاعتصام: ۱/۲۷۳)

ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) کا فتویٰ

حضرت ملا علی قاری الحنفی (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ویکرہ لمشیعھا رفع الصوت بالذکر و القرأۃ و یذکر فی نفسہ (مرقات: ۴/۵۷)

اور جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لئے اونچی آواز سے ذکر اور قرات کرنا مکروہ ہے، ہاں دل میں آہستہ ذکر کر سکتے ہیں۔

علامہ طاہر حنفی کا فتویٰ

امام طاہر بن احمد الحنفی (م ۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ویکرہ رفع الصوت بالذکر یعنی حالۃ حمل الجنازۃ وعن ابراھیم کانوا یکرھون ان یقول الرجل و ھو یمشی معھا استغفروا لہ غفر اللہ لکم (نصاب الاحتساب: ۱۲۵)

اور جنازہ اٹھاتے وقت اونچی آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور ابراہیم سے روایت ہے کہ سلف صالحین اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی جنازہ کیساتھ چلتے ہوئے یہ کہہ دے کہ میت کے لئے استغفار مانگو، اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی (م ۹۷۰ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت و یکرہ رفع

الصوت بالذكر وقراة القران و غيرهما فی الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم (بحر الرائق: ۱۹۹/۲)

اور مناسب ہے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے۔

علامہ سراج الدین اودی حنفی (م ۷۷۳ھ) کا فتویٰ

علامہ سراج الدین اودی حنفی فرماتے ہیں:

وفی منزل الميت رفع الصوت بالذكر وقراة القران وقولهم كل حی يموت و نحو ذالک خلف الجنازة بدعة (فتاویٰ سراجیہ: ۲۳)

اور میت کے گھر میں اور جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا، بدعت ہے۔

صاحب نور الایضاح کا فتویٰ

علامہ ابو الاخلاص حسن بن عمار حنفی (م ۱۰۶۹ھ) فرماتے ہیں:

ويكره رفع الصوت بالذكر (نور الایضاح: ۱۳۵)

اور جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے۔

امام حسن بن منصور قاضی خان کا فتویٰ

امام حسن بن منصور حنفی (م ۵۹۲ھ) فرماتے ہیں:

ويكره رفع الصوت بالذكر فان اراد انه يذكر الله يذكره فی نفسه (فتاویٰ قاضی خان: ۹۱/۱)

اور اونچی آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے تو دل میں آہستہ یاد کرے۔

علامہ ابراہیم حنفی کا فتویٰ

علامہ ابراہیم حنفی (۹۵۶ھ) لکھتے ہیں:

ویکرہ رفع الصوت فیھا بالذکر و قراۃ القران ذکر فی فتاویٰ العصر انھا کراھۃ تحریم واختارہ مجد الائمۃ الترجمانی و قال علاؤالدین الناصری ترک الاولی و من اراد الذکر او القرأۃ فلیذکرو یقرأ فی نفسہ و قال قیس ابن عبادہ کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون رفع الصوت عند ثلاث عند القتال و فی الجنازۃ و فی الذکر ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف

(کبیری: ۱/۵۵)

اور جنازہ کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر اور قرآن کی تلاوت مکروہ ہے اور فتاویٰ العصر میں مذکور ہے (کہ اونچی آواز سے ذکر و تلاوت) مکروہ تحریمی ہے اور مجد الائمۃ ترجمانی نے اسی کو مختار فرمایا ہے اور علاؤ الدین ناصری نے ترک اولیٰ فرمایا ہے اور جو کوئی ذکر اور قرآن کی تلاوت کرنا چاہے تو اپنے نفس میں (یعنی آہستہ) ذکر اور تلاوت کرے۔ اور قیس بن عبادہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ تین مقامات میں آواز اونچی کرنا مکروہ سمجھتے تھے، میدان جنگ میں، جنازہ میں اور ذکر کرتے وقت، اس کو ابن المنذر نے اشراف میں ذکر کیا ہے۔

ہندوستانی علماء کا متفقہ فتویٰ

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وعلی متبع الجنازۃ الصمت و یکرہ لھم رفع الصوت بالذکر و قرائۃ القران (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۴)

جو لوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں، ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

امام حافظ الدین کردری (م ۸۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ویکرہ الصوت بالذکر خلف الجنازہ و یذکرہ فی نفسہ

(فتاویٰ بزازیہ: ۱/ ۹۰ علی ہامش الھندیہ)

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے ہاں دل میں ذکر کرسکتا ہے۔

رئیس التابعین حضرت سعید بن المسیب اور امام حسن بصری حضرت سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی تمام حضرات اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ جنازہ کے ساتھ لوگوں کو کہا جائے کہ تم اس کے لئے استغفار کرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے (سنن الکبریٰ: ۴/۷۴)

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب الحنفی (م ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ جنازہ کیساتھ بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اس طریقہ سے آہستہ آہستہ پڑھیں کے دوسروں تک آواز نہ پہنچے تو مضائقہ نہیں ہے۔ (مسائل اربعین: ۴۰)

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی (م ۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں:

کرہ کما کرہ فیھا رفع الصوت بذکر او قراۃ (درمختار: ۱/ ۸۳۵)

جنازہ میں بلند آواز سے ذکر کرنا اور تلاوت کرنا مکروہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی الحنفی (م ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیریۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ (ردالمختار: ۱/ ۸۳۵)

جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کے لئے طویل خاموشی مناسب ہے اور فتاویٰ ظہیریہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو دل میں آہستہ کرے۔

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال: جنازہ کے ساتھ متبعین کو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے یا نہ، اس کے ساتھ جھنڈا لے جانا اور مولود خوانی کرنا شرعا کیسا ہے؟

الجواب: نبی کریم ﷺ اور اصحاب اور تابعین اور ائمہ دین میں سے کسی سے بھی کسی ضعیف روایت میں قولاً یا عملاً منقول نہیں اسلئے بدعت شنیعہ ہے اور ایسا کرنا اور اس کو

باعث ثواب سمجھنا دوسرا گناہ ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

رکن دین بریلوی کا فتویٰ

مولوی شاہ محمد رکن دین الوری بریلوی لکھتے ہیں: سوال: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں، ان کو کلمہ طیبہ راستہ میں پڑھنا کیسا ہے؟ جواب: پکار کر پڑھنا تو مکروہ ہے، دل میں اگر پڑھیں تو مضائقہ نہیں، بہتر خاموشی ہے۔ (رکن دین: ۲۰۳)

عرس مبارک اور اس کے دیگر منکرات

بزرگان دین کے ساتھ عقیدت و محبت کے نام پر اہل بدعت نے عرس کے نام سے ایک دھندہ شروع کر رکھا ہے۔ ہر بزرگ کے مزار پر سالانہ میلہ لگا کر منکرات سے اپنا دامن داغدار کرنے کو کار ثواب سمجھا جاتا ہے اور اس قبیح فعل کو عرس مبارک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بزرگان دین سے عقیدت و محبت ایک اچھا عمل ہے اور الحب فی اللہ کی وجہ سے بہت بڑے اعمال میں شامل ہے۔ وفات کے بعد بزرگان دین کی روح کے لئے ایصال ثواب کرنا، دعا کرنا، اگر قریب ہو تو اس کی قبر پر حاضری دے کر سنت کے مطابق سلام کہنا اور دعا کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور جائز ہے۔ مگر عرس کے نام پر سالانہ اجتماع قبر پرستوں کی ایجاد ہے۔

عرس کے معنی زفاف، طعام ولیمہ، اونٹ کا چھوٹا بچہ، دولہا دلہن کے ہیں۔ اب کسی بزرگ کی قبر پر سالانہ حاضری اس نام سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کو یہود و نصاریٰ کے گمراہ کن افعال میں سے ایک فعل شمار کیا ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

لا تجعلوا قبری عبداً.

میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ (مشکوٰۃ: ۱/۸۶)

اس حدیث کی شرح میں محدثین عظام فرماتے ہیں کہ **لا تجتمعوا الذيارة اجتماعة للعيد** تم زیارت کے لئے اس طرح جمع نہ ہو جیسے کہ تم عید کے لئے جمع ہوتے ہو۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ **المراد الحث على كثرة الزيارة اى لا تجعلوا كا لعيد الذى**

لا یاتی فی السنة الامرة (ذکرہ فی المرقات، ھامش مشکوۃ : ۱/۸۶) ۔ اور عرس میں یہی ہوتا ہے۔ اور جب آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر عرس کرنا منع ہے تو کسی اور کی قبر پر عرس کی کیا گنجائش ہے؟

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

لا تجعلوا زیارۃ قبری عیداً اقول ھذا اشارۃ الی سد مدخل التحریف کما فعل الیھود والنصاری بقبور انبیاء ھم و جعلوھا عیداً او موسما بمنزلۃ الحج (حجۃ اللہ البالغہ: ۲/۷۷)

میں کہتا ہوں کہ آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ، اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو حج کیطرح عید اور موسم بنا دیا تھا۔

تو جس طرح حج کے ایام میں خاص اہتمام کیا جاتا ہے، اسی طرح یہود و نصاریٰ نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر اجتماع اور میلے لگانا شروع کر دیئے تھے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرما دیا کہ یہود و نصاریٰ کی تابعداری میں کہیں میری قبر پر اس طرح کے میلے نہ لگانا اور عید کی طرح اجتماع نہ کرنا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

ومن اعظم البدع ما اخترعوا فی امر القبور واتخذوھا عیداً (تفھیمات الٰھیہ: ۲/۶۴)

بڑی بدعتوں میں سے یہ ہے کہ لوگوں نے قبور کے بارہ میں بہت کچھ خود ساختہ طریقے ایجاد کئے ہیں اور قبروں کو میلہ گاہ بنالیا ہے۔

دوسری حدیث: صحیح مسلم میں حضرت جندبؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاء ھم وصالحیھم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذالک. (مسلم)

خبردار رہو کہ تم سے پہلی امتوں نے اپنے انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنالیا تھا

مگر تم ہرگز قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے قبر پرستی سے صاف منع فرمایا ہے کہ انبیاء کرام، بزرگان دین، اولیاء کرام کی قبروں کو مسجد نہ بناؤ۔

تیسری حدیث: حضرت عطاء بن ابی یسار کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللهم لا تجعل قبری و ثنا یعبد اشتد غضب الله علی قوم اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد. (مشکوٰۃ: ۱/۷۲)

اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ لوگ اس کی عبادت کریں جن لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ان پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب (نازل) ہوا۔

علامہ قطب الدین خان دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار تو میری قبر کو اس معاملہ میں بتوں کی مانند نہ کر کہ میری امت کے لوگ میری قبر کی خلاف شرع تعظیم کرنے لگیں یا بار بار زیارت کے لئے میلہ کے طور پر آنے لگیں یا میری قبر کو سجدہ گاہ قرار دے کر اپنی پیشانیوں کو جو صرف تیری ہی چوکھٹ پر جھکنے کی سزاوار ہیں، اس پر جھکانے لگیں اور سجدے کرنے لگیں۔

اس حدیث اور اس دعا کو بار بار پڑھئے اور ذرا آج کے حالات پر منطبق کیجئے، پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی اس دعا کا تعلق آنے والے زمانے سے تھا۔ چنانچہ آپ کی عرفانی نگاہوں نے اس وقت دیکھ لیا تھا کہ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ میری قبر تو الگ رہے گی، اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ ریزی ہوگی، مقبروں پر میلے لگیں گے، وہاں عرس اور قوالیاں ہوں گی، قبروں پر چادروں اور پھولوں کا چڑھاوا چڑھے گا۔ غرض یہ کہ جس طرح اک بت پرست قوم خدا کی عبادت سے سرکشی اور تمرد اختیار کر کے بتوں کے ساتھ معاملہ کرتی ہے، میری امت کے بدقسمت اور بدنصیب لوگ جو میرے نام کے شیدائی کہلائیں گے، میری محبت سے سرشاری کا دعویٰ کریں گے، میری لائی ہوئی پاک وصاف شریعت کی آڑ میں میرے دین کے نام پر وہی معاملہ قبروں کے ساتھ کریں گے۔ لہذا آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار! تو میری امت کو ایسی گمراہی میں مبتلا نہ کیجئے کہ وہ میری قبر کو پوجنے لگے اور جملہ اشتد

غضب اللہ کا تعلق دعا سے نہیں بلکہ یہ جملہ مستانفہ یعنی الگ جملہ ہے۔ گویا جب آپ ﷺ نے یہ دعا کی تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ دعا آپ کیوں کر رہے ہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا اشتد غضب اللہ یعنی میں اپنی امت کے لئے انتہائی شفقت و مہربانی کے لئے یہ دعا کر رہا ہوں کہ مبادا یہ بھی اس لعنت میں مبتلا نہ ہوں جس طرح کہ یہود وغیرہ اس لعنت میں مبتلا ہو کر خدائے ذوالجلال کے غضب میں گرفتار ہوئے۔ (مظاہر حق: ۱/۵۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ قبروں اور مزاروں کی حد سے زیادہ تعظیم اور ان پر میلے لگانا اجتماع کرنا باعث لعنت و ملامت ہے اور اللہ کے غضب کا ذریعہ ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اپنی قبر مبارک سے اس گندگی کی نجاست اور غلاظت کو صاف فرما دیا اور اسی دعا کی برکت ہے کہ آج مزار اقدس ﷺ ان تمام رسومات، بدعات اور شرکیات سے پاک ہے اور یہود و نصاریٰ کی تمام غلاظت برصغیر پاک و ہند کے مزارات کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔

علامہ قطب الدین خان دہلوی لا تجعلوا قبری عیداً کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میری قبر کو عید (کی طرح) قرار نہ دے، کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر کو عید گاہ کی طرح نہ سمجھو کہ وہاں جمع ہر کر زیب و زینت اور لہو و لعب کے ساتھ خوشیاں مناؤ اور اس سے لطف و سرور حاصل کرو جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں پر اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں۔ حدیث کے اس جز سے آج کل کے نام نہاد ملاؤں اور بدعت پرستوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جنہوں نے اولیاء اللہ کے مزارات کو اپنی نفسانی خواہشات اور دنیوی اغراض کا منبع و مرجع بنا رکھا ہے اور ان مقدس بزرگوں کے مزارات پر عرس کے نام سے دنیا بھر کی خرافات اور ہنگامہ آرائیاں کرتے ہیں جن پر کفر و شرک بھی خندہ زن ہے۔ مگر افسوس یہ کہ ان کے حلوے مانڈوں، نذر و نیاز اور پیٹ و دہن نے ان کی عقل پر نفس پرستی اور ہوس کاریوں کے وہ موٹے پردے چڑھا دیئے ہیں جن کی موجودگی میں نہ انہیں نعوذ باللہ قرآنی احکام کی ضرورت ہے نہ انہیں کسی حدیث کی حاجت۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے آمین۔ (مظاہر حق: ۱/ ۶۱۸)

علامہ طاہر پٹنی حنفی لکھتے ہیں:

لا تجتمعوا اللزیارۃ اجتماعکم للعید فانہ یوم لھو و سرور و

حال الزیارۃ بخلافہ و کان داب اھل الکتاب فاورثوا القسوۃ
(مجمع البحار: ۴۴۵/۲)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کیلئے مثل عید کے جمع نہ ہونا چاہئے کیونکہ عید کا دن تو کھیل اور خوشی کا دن ہے اور زیارت قبر کی شان تو اس سے علیحدہ ہے۔ قبر پر عرس منانے کا رواج اہل کتاب کا ہے جس کی وجہ سے ان کی دل بھی سخت ہو گئے۔

قاضی ابراہیم الحنفی فرماتے ہیں:

نھا عن اتخاذھا عیدا و ھم یخالفونہ و یتخذونھا عیداً و یجتمعون لھا کما یجتمعون للعیدا و اکثر (مجالس الابرار: ۱۱۸)

اور قبر کو عید بنانے سے منع فرمایا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ مخالفت کرتے ہیں اور میلہ مناتے ہیں اور اس پر ایسے جمع ہوتے ہیں جیسے کہ عید کے لئے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

قبروں پر جانے کیلئے دن متعین کرنا بدعت ہے اور اصل زیارت جائز ہے، وقت کا تعین سلف صالحین میں نہیں تھا اور یہ بدعت اس طرح کی ہے کہ اس کی اصل تو جائز ہے مگر خصوصیت وقت بدعت ہے۔ اس کی مثال عصر کے بعد مصافحہ ہے جیسا کہ ملک توران وغیرہ میں رواج ہے (اور آج کل اہل بدعت کے ہاں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے) اور اگر میت کے لئے دعا کی یاد دہانی کی خاطر عرس کا دن ہو تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو لازم کر لینا بھی بدعت ہے اس قبیل سے جو کہ ابھی گذرا۔ (فتاویٰ عزیزی: ۸۹/۱)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفی فرماتے ہیں:

جاہل لوگ حضرات اولیاء و شہداء کے مزارات کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغان کرنا اور ہر سال میلوں کی طرح ان پر جمع ہونا جس کو لوگ عرس کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری: ۶۵/۲)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اولیاء کرام کی قبروں کو بلند کرنا اور ان پر گنبد بنانا اور عرس کرنا اور اس قسم کی دوسری

خرافات اور چراغاں کرنا سب بدعت ہے، بعض ان میں حرام اور بعض مکروہ ہیں (ارشادالطالبین:۲۲)

حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

مقرر ساختن روز عرس جائز نیست (مسائل اربعین:۴۲) عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

ابوحنیفہ ثانی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں،محض زیارت کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے مگر عرس وغیرہ کے دنوں میں ہرگز نہ جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ:۵۵۵)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

عرس کی حقیقت شرعی نقطہ نظر سے زیادہ سے زیادہ یہ نکل سکتی ہے کہ بزرگوں کی زیارت قبور مقصود ہوتی ہے اور اگرچہ زیارت قبور کے لئے سفر طویل کی اجازت ہے لیکن کسی خاص تاریخ کو زیارت کے لئے معین کر لینا اور اسے موجب ثواب سمجھنا یا باعث زیادتی ثواب خیال کرنا حد شرعی سے تجاوز ہے پھر جبکہ ایسے مجامع عادتاً طرح طرح کے منکرات پر بھی مشتمل ہوتے ہیں تو ان کی شرکت کا عدم جواز اور بھی موکد ہو جاتا ہے، پس زیارت قبور کیلئے کسی خاص تاریخ کی تعیین اور اعراس مروجہ کی شرکت ناجائز ہے۔(کفایت المفتی:۴/۱۸۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اول تو عرس کا اجتماع ہی بے اصل ہے پھر اس میں رقص و سرود کے میلے جمانا تو کسی صورت سے جائز نہیں ہوسکتا۔ (کفایت المفتی:۴/۱۸۱)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

عرس بضم اول و بضمتین لغت عرب میں طعام ولیمہ کو نیز نکاح کو کہا جاتا ہے کما صرح بہ القاموس۔آج کل ہمارے دیار میں جس کو لوگ عرس کہتے ہیں یعنی کسی بزرگ کی تاریخ وفات

پر سالانہ ان کی قبر پر اجتماع اور میلہ قائم کرنا، یہ فعل بھی بدعت مستحدثہ ہے اور یہ نام بھی اس کے لئے مستحدث ہے۔ قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کیا قرون مابعد میں بھی صدیوں تک اس کا کہیں نام ونشان نہ تھا، بہت آخر زمانہ میں ایجاد ہوا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ جس طرح اور تمام بدعات کی ابتداء بری نہیں تھی، بعد میں لوگوں کی تعدی نے اس کو گناہ اور بدعت بنا دیا، اسی طرح اس میں بھی ابتدائی واقعہ یہ ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سالانہ غیر معین تاریخوں میں پیران کلیر حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر حاضر ہوتے تھے، اس کی خبر سن کر آپ کے مرید بھی آنے لگے، پھر لوگوں نے اس خیال سے کہ حضرت شیخ کے ساتھ حاضری کے شائقین کو دشواری ہوتی ہے، کوئی دن معین کر دیا یہاں تک بھی منکرات کا ہجوم نہ تھا۔ پھر بعد میں جہلا مبتدعین نے اس حد تک طول دے دیا کہ سینکڑوں محرمات اور افعال کفر وشرک کا نمائش گاہ ہو گیا اور پھر یہ رسم سب جگہ چل پڑی۔

اب مسئلہ عرس میں دو حیثیت قابل بیان ہیں۔ اول نفس عرس خالی از دیگر منکرات۔ دوسرے مع بدعات ومنکرات مروجہ۔ سو امر اول کا جواب یہ ہے کہ اتفاقی طور پر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر بلا تعین تاریخ وبلا اہتمام خاص کے اگر ہمیشہ سالانہ بھی جایا کرے تو کوئی مضائقہ نہیں مستحب بلکہ سنت ہے بشرطیکہ منکرات مروجہ وہاں نہ ہوں۔ لیکن کسی معین تاریخ کو ضروری سمجھنا یا ایسا عمل کرنا جس سے دیکھنے والوں کو ضروری معلوم ہو اور نہ کرنے والوں پر اعتراض کی صورت پیدا ہو، یہ ایک بدعت سیئہ ہے کہ ایک فی نفسہ بدعت اور پھر اس میں بہت سے مشرکانہ افعال وبدعات اور امور قبیحہ کا ارتکاب لازم آتا ہے اس لئے بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ (سنت وبدعت: ۶۴۔۶۶)

مفتی عبدالرحیم لاجپوری فرماتے ہیں:

> زیارت قبور یقیناً مسنون ہے، مزارات پر عبرت حاصل کرنا، دعا مغفرت کرنا اور فاتحہ خوانی کے لئے جانا اور بخشنا یہ سب جائز ہے، منع نہیں ہے۔ لیکن رسمی عرس جسے شرعی حکم اور ضروری سمجھ کر ہر سال وفات کے دن اجتماعی صورت میں کیا جاتا ہے یہ ناجائز اور بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، یہ اہل کتاب کا (یعنی غیروں کا) رواج ہے۔ اگر اسلامی حکم اور دینی امر ہوتا تو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا عرس کرتے، خلفائے راشدین کا عرس کیا جاتا، حالانکہ حدیث سے اس کی ممانعت ثابت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۲۰۵)

استاذ محترم امام اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

قبروں کی زیارت کے لئے دن مقرر کرنا اور معین دنوں میں اجتماع کرنا ہرگز شریعت سے ثابت نہیں اور خصوصا سال کے بعد جو دن مقرر کیا جاتا ہے جس کو عرس کہتے ہیں اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا **لا تجعلوا قبری عیداً** (نسائی، مشکوٰۃ ا/۸۶) ''تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ (راہ سنت: ۱۷۱)

بریلویت کے مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی خان عرس کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

مگر بہتر یہ ہے کہ زیارت پیران کلیر واجمیر وغیرہ کو بعد میلوں (یعنی عرسوں) کے جانا چاہئے کہ میلوں میں بدعات اور امور نامشروعہ اکثر ہوتے ہیں اور عام لوگ اپنے نفس پر ان سے بچنے کا قابو نہیں رکھتے اور اولیاء کرام کے دربار میں گناہ کا ارتکاب اور زیادہ سخت ہے (مجمع المسائل: ۱/۱۱۰)

مظہر اعلیحضرت صاحب بھی عرس میں جانے کو بدعت گناہ قرار دے کر منع فرمارہے ہیں کہ عرسوں کے بعد بزرگوں کی زیارت کے لئے جانا چاہئے۔ مگر بریلوی حضرات پیٹ کے دھندے کو قائم رکھنے کے لئے عرسوں اور میلوں کو رواج دیکر اور ان منکرات کو دین وشریعت ثابت کر کے بریلویت کی حدود سے بھی نکل رہے ہیں۔ عرس اور میلوں میں کیا کیا خرافات ہوتے ہیں اس کا اندازہ کوئی شریف آدمی نہیں کر سکتا بلکہ دنیا جہاں کے تمام منکرات، بدکاریاں، خباثتیں، بے حیائی کے نت نئے طریقے، زنا کاری، بدکاری، لونڈہ بازی کی تمام گھناؤنی حرکتیں ان عرسوں میں ہوتی ہیں اور ان دنوں بزرگان دین کے مزارات پر ہیرامنڈی کی کئی برانچیں کھل جاتی ہیں۔ چرس و بھنگ اور منشیات کی فراوانی، بازاری عورتوں کے ساتھ حجروں میں حاجتیں پوری کی جاتی ہیں او پورے پورے ملک کے نجس، غلیظ اور گندے لوگ مزاروں

کے تقدس کو پامال کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے استانہ بیعت ماہرہ شریف کے پیرومرشد حضرت شاہ حمزہ صاحب مارہروی نے وصیت کی تھی کہ فاتحہ برسی بالکل نہ کریں کہ حکم اسی طرح سے ہے (انوار العارفین: ۴۶۹)۔ لیکن یہاں بزرگوں سے عقیدت صرف نوک زبان پر ہے، تقریروں اور نغموں کی حد تک ہے، اگر عملاً ان کی تابعداری کر دی گئی تو حجروں کی رونق ٹھنڈی پڑ جائے گی۔

روٹی کی فکر ہے تو چلے گی اس طرح
بدعت کے تذکروں کی نمائش کیا کرو

عرس میں کیا کیا ہوتا ہے

ہندوستان کے ایک سابق بریلوی عالم جو اس شرک و بدعت سے توبہ کر کے صحیح عقیدہ اختیار کر چکے ہیں، اس کے اپنے چشم دید حالات لکھتے ہیں:

عرس کے ہجوم میں ہر طرح کے لوگ ہیں، سمجھدار، ناسمجھ، آوارہ، سیدھے سادے، بھولے بھالے، جوان، بوڑھے، معذور، بیمار، صحت مند، داڑھی والے، داڑھی منڈے، نمازی، بے نمازی، امیر، غریب، خوشحال، تنگ دست، جوان عورتیں، بوڑی عورتیں، نقاب پوش عورتیں، بے نقاب، جاہل ان پڑھ، پڑھی لکھی، مرد عورتیں دوش بدوش ہوتے ہیں، کندھے سے کندھا ملتا ہے، نظروں سے نظریں ملتی ہیں، دل سے دل ملتے ہیں، مگر عقیدت کے جوش میں ان باتوں کا کس کو ہوش ہے، قبر کے پاس کی ساری فضا عود لوبان اگربتی اور دیگر خوشبوؤں سے معطر رہتی ہے، قبر پر قیمتی چادریں چڑھی ہوتی ہیں جن پر سنہرے تاروں سے گلکاری کی گئی ہے۔ مزار پر پھولوں کی اتنی بہتات ہے کہ جیسے سارا گلستان ہی الٹ دیا گیا ہے۔ کوئی قبر کو چومتا ہے، کوئی سجدہ کرتا ہے، کوئی قبر کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ قبر کے اوپر کچھ تحریریں دھاگے سے لٹکی ہوئی ہیں۔ انہیں غور سے پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ باقاعدہ درخواستیں اور عرضیاں ہیں جو صاحب مزار کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔ کسی نے روزگار دلوانے، کسی نے مقدمہ جتوانے، کسی نے

اولاد دلانے، کسی میں بیماری سے نجات و بلیات سے چھٹکارہ دلانے اور کسی میں بد نصیبی کو خوش نصیبی سے بدلنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ قوالی بھی ہوتی ہے، گانے سننے والے مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔ مزارات سے تھوڑا ہٹ کر جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں، کہیں مرغا اور کہیں بکرا وغیرہ وغیرہ۔ (اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے: ۴۲)

عرس کی حقیقت

اسلام میں عرس کہاں سے آیا؟ اس بارہ میں جب غور کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ ہندوستانی کلچر اور تہذیب کی دین ہے۔ چونکہ ہندوستان مختلف تہذیبوں اور مذاہب کا ملک ہے، اس میں طرح طرح کے رسم و رواج مذہب کے نام پر پائے جاتے ہیں، انہیں بہت سی اوہام پرستی پر مبنی رسموں اور رواجوں میں سے ایک رسم ہندوؤں کے ہاں یہ بھی پائی جاتی ہے کہ جب ان میں کوئی پنڈت اور مہاتما مر جاتا ہے تو لوگ اس کو جلانے کی بجائے گاڑ دیتے ہیں اور اس کے مرنے کی تاریخ میں اس کی سمادھی (قبر) کے گرد جمع ہو کر ہر سال برسی مناتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ڈھول، ہرمونیم اور مزامیر کے ساتھ بھجن کیرتن کرتے اور چوب گاتے بجاتے اور ناچتے ہیں۔ اس مہنت کی جے جے کار لگاتے ہیں، مانی ہوئی منتیں بھی اتارتے ہیں، عورتوں مردوں کا مخلوط میلہ لگتا ہے، میلے میں سرکس، تھیٹر، سینما اور طرح طرح کے کھیل تماشے ہوتے ہیں۔ مرد عورت شانہ بشانہ چلتے ہیں، اس کی سمادھی کے گرد چکر لگاتے ہیں، جسے پریکرما (طواف) کہا جاتا ہے۔ سمادھی پر اگربتی، لوبان وغیرہ سلگایا جاتا ہے، چڑھاوا چڑھتا ہے۔ کہیں کھچڑی کہیں گڑ، بتاشا، پھول مالا چڑھتا ہے۔ سمادھی کے پاس ایک مہنت ہوتا ہے جسے گدی نشین کہتے ہیں۔ عقیدت منداس کے گرد حلقہ باندھ کر بیٹھتے ہیں۔ لوگ اس کے گرکھ (مرید) ہوتے ہیں اور وہ مرید ہونے والوں کو کچھ ہدایتیں دیتا ہے۔ قریب قریب ہر سمادھی کے پاس پوکھرا ہوتا ہے، اس میں عقیدت مند نہاتے ہیں اور تصور کرتے ہیں کہ اس پوکھرے میں سمادھی میں دیئے گئے مہاتما کی برکت سے وہ اثر پیدا ہو گیا ہے کہ اس میں نہا لینے سے گذرے ہوئے دنوں کے سارے پاپ (گناہ) دھل جاتے ہیں۔ جب عقیدت منداور گرکھ (مرید) ہونے والے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو سمادھی کے پاس بیٹھے

ہوئے جس مہنت (گدی نشین) سے گر کھ ہوتے ہیں، اسے کچھ نقد روپے کی شکل میں نذرانہ دیتے ہیں اور اس سے اپنے لئے ایشور سے پرارتھنا کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ پھر وہ مہنت ان کو آشیرواد دیتا ہے۔

یہ مختصر احوال ہیں ہندوؤں کے مہاتما کی سمادھی کے۔ اب آیئے عرس کا منظر ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ مذکورہ بالا چیزوں میں کونسی چیز ہے جو یہاں نہیں ہے۔ تاریخ وصال اور جسم سے روح نکلنے کے وقت کی قید کے ساتھ عرس ہوتا ہے۔ مزارات پر شیرینی، گڑ، بتاشا اور پھول چڑھایا جاتا ہے۔ عورتوں اور مردوں کا اجتماع اسی طرح ہوتا ہے، کیرتن اور بھجن کی جگہ مزامیر ڈھول اور ہارمونیم کے ساتھ قوالی ہوتی ہے۔ مانی ہوئی منتیں اتاری جاتی ہیں، کہیں مرغا ذبح ہو رہا ہے، کہیں منت کی چادر چڑھائی جا رہی ہے، کہیں بچوں کے سر کے بال کٹوائے جا رہے ہیں۔ یہاں بھی مہنت کی طرح ایک گدی نشین ہوتا ہے جس سے عقیدت مند مرید ہوتے ہیں، نذرانہ دیتے ہیں اور اس سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ سجادہ نشین نذرانہ جیسا کم وبیش ہوتا ہے اس کے مطابق دعا دیتا ہے۔ یہاں پوکھرا ہے اور عقیدت مند بڑے احترام سے اس کا پانی نکال کر غسل کرتے ہیں۔ غرض وہی ساری چیزیں آپ کو اس مزار کے گرد ملیں گی جو ایک مہنت کی سمادھی کے گرد انجام دی جاتی ہیں۔ (اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے: ۴۸)

عرس دین کی فطرت کے خلاف ہے

اسلام دین فطرت ہے، اس میں کوئی عمل عبادات سے لے کر معاملات تک اور فرائض سے لے کر مستحبات تک ایسا نہیں ہے کہ جس کو انسان اگر انجام دینا چاہے تو بآسانی انجام نہ دے سکے۔ مگر عرس ایک ایسا عمل ہے کہ اگر مسلمان انجام دینا چاہے تو کسی صورت میں انجام نہیں دے سکتا کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کے عرس پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کے عرس پھر تابعین، تبع تابعین اور پھر کروڑوں اولیاء کرام اور بزرگان دین کے عرس۔ ان میں ہر ایک کی تاریخ وصال وقت وصال اور مقام وصال الگ الگ ہیں، ہجری سن کے اعتبار سے پورے سال میں ۳۵۵ دن ہوتے ہیں۔ اگر مسلمان سب کا عرس کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے، اس لئے یہ عرس دین فطرت کے خلاف بھی ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔

(اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے: ۴۹)

درود تاج پڑھنا

آنحضرت ﷺ پر درود پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور سب سے افضل درود درود ابراہیمی ہے جو نماز کی حالت میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اگر درود کے الفاظ درست ہوں تو اس کے پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن جو برکات ان الفاظ میں ہیں جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلے ہیں وہ برکات وفضائل اور کشش دوسرے بہتر سے بہتر الفاظ کے اندر نہیں پائی جاتی۔ اس لئے سب سے بہتر درود وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے پڑھ کر سکھایا ہے اور جس کے الفاظ حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان سے ادا ہوئے ہیں۔ آج کل درود تاج پڑھنے کا رواج ہے اور بہت سارے دین دار لوگ بھی اس کو ذریعہ نجات سمجھ کر پڑھتے ہیں اور اس کے بہت سارے خود ساختہ خانہ ساز فضائل بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے الفاظ مشرکانہ غلاظت سے بھرے ہوئے ہیں اور اس میں آنحضرت ﷺ کو دافع البلاء والوباء والقحط، والمرض، والالم پڑھا جاتا ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ ان تمام پریشانیوں کو دور کرنے والے ہیں، حالانکہ قرآن کریم کی سینکڑوں آیات اس پر شاہد ہیں کہ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ صفات کسی نبی اور رسول کو عطا نہیں فرمائیں۔ درود تاج کے الفاظ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے متصادم ہیں۔ صحابہ کرام، تابعین، سلف صالحین، ائمہ مجتہدین، صوفیاء کرام، اولیاء عظام سے درود تاج پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ درود تاج سینکڑوں برس بعد کی ایجاد ہے۔ جس درود شریف کے الفاظ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھلائے ہیں، کوئی دوسرا درود جس کے الفاظ ایجاد کردہ ہوں، اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سرور کائنات کی زبان مبارک سے صادر شدہ الفاظ اور کسی امت کے ایجاد کردہ الفاظ کی برکت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آنحضرت ﷺ کے تعلیم کئے ہوئے الفاظ میں جو برکت اور کشش ہے وہ دیگر کلمات میں نہیں ہوسکتی اور اگر وہ دوسرے الفاظ خلاف سنت بھی ہوں تو پھر کوئی نسبت ہی باقی نہیں رہتی، پھر تو وہ فرق ہو جاتا ہے جو روشنی اور اندھیرے میں ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے کسی صحابی کو ایک دعا سکھلائی جس میں آمنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت کے الفاظ ہیں۔ صحابی نے از روئے تعظیم نبی کی بجائے رسول کا لفظ کہا یعنی نبیک الذی ارسلت کی بجائے رسولک الذی ارسلت پڑھا تو آپ ﷺ نے فوراً ٹوکا اور ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ کہو نبیک الذی ارسلت یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔ (ترمذی: ۲/۱۷۵)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فضیلت منوط بمتابعت سنت اوست و مزیت مربوط باتیان شریعت او علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام والتحیہ مثلاً خواب نیمروزی کہ از روئے ایں متابعت واقع شود از کرور کرور احیا لیالی کہ نہ از متابعت است اولی وافضل است وہمچنیں افطار یوم فطر کہ شریعت مصطفوی بآں امر فرمودہ است از صیام ابد الابادا کہ نہ ماخوذ از شریعت اند بہتر است اعطائے جیتلے بامر شارع از انفاق کوہ زر کہ از نزد خود باشد فاضل تر است۔

(ترجمہ): فضیلت سنت کی تابعداری پر اور اجر و ثواب کی زیادتی شریعت کی بجا آوری پر موقوف ہے۔ مثلاً قیلولہ (دوپہر کا سونا) جو سنت کے مطابق اور متابعت میں ہوا ہو وہ ان کروڑ ہا شب بیداریوں سے جو موافق سنت نہ ہوں افضل و اولیٰ ہے۔ ایسے عید الفطر کے دن افطار کرنا (یعنی روزہ نہ رکھنا) جس کا شریعت نے حکم دیا ہے خلاف شریعت صیام دھر (ہمیشہ روزے رکھنے) سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک دمڑی کا دینا اپنی خواہش سے سونے کے پہاڑ خرچ کرنے سے افضل ہے۔ (مکتوب ۱۱۴:۱/۱۳۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں یعنی مثلاً زکوۃ جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ایک درم خرچ کرنا نفس کشی کے بارے میں ان ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر ہے اور فائدہ مند ہے جو اپنی خواہش سے خرچ ہوں۔ اور شریعت کے مطابق عید فطر کے دن کا کھانا خواہش کے دور کرنے میں اپنے طور پر کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے اور نماز صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو

سنتوں میں سے ایک سنت ہے، کئی درجہ بہتر ہے اس بات سے کہ تمام رات نفل نماز میں قیام کریں اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں۔ مکتوب:۵۲:۱/۶۹)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محمد بن اسلم نے تمام عمر صرف اس خیال سے کبھی خربوزہ نہیں کھایا کہ انہیں کوئی ایسی روایت معلوم نہیں تھی جس سے معلوم ہوتا کہ آنحضرت ﷺ نے خربوزہ کس طرح تناول فرمایا ہے۔ (اربعین غزالی: ۳۸)

خلاصہ یہ ہے کہ حتی الامکان وہی درود پڑھا جائے جو حدیث شریف سے ثابت ہے اور جس درود شریف کے الفاظ حدیث سے ثابت نہ ہوں اس کو مسنون نہ سمجھے اور جب آنحضرت ﷺ نے اس کی تعلیم نہیں دی تو ظاہر ہے کہ اس کے فضائل بھی نہیں ارشاد فرمائے۔

دوم شرکیہ الفاظ:

دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم کی عبارت کو چھوڑے یا دافع (دور کرنے والا) حقیقت میں خدا ہی کو سمجھے، آنحضرت ﷺ کو بلاء، وبا، قحط وغیرہ دور ہونے کا ذریعہ سمجھے تو جائز ہے مگر عوام کالانعام اس تفاوت کو نہیں سمجھتے لہٰذا ان مذکورہ کلمات پڑھنے کی محققین علماء اجازت نہیں دیتے۔ مشکلات کا حل کرنے والا صرف خداوند قدوس ہی ہے، مخلوق میں سے کسی کو بھی حقیقتاً دافع البلاء وغیرہ ماننا اہل سنت کے عقیدے کے خلاف ہے۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرنا چھوڑ دے اور حق تعالیٰ عزوجل کو یکتا سمجھ، وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، تمام چیزیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اے غیر اللہ سے کسی چیز کو طلب کرنے والے! تو بے وقوف ہے، عقل و دانش سے محروم ہے۔ کیا کوئی ایسی چیز بھی ہے جو اللہ کے خزانہ میں نہ ہو۔ اللہ عزوجل فرماتے ہے، کوئی چیز بھی نہیں مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں۔ (فتح الربانی:۱/۵)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ مصیبت ٹالنے، بلا دفع کرنے کے لئے اپنی ہمت کسی مخلوق کی طرف نہ لے جاؤ کہ یہ خداوند تعالیٰ سے شرک کرنا ہے۔ کوئی شخص اس کے ساتھ اس کے ملک میں کسی چیز کا مالک نہیں ہے، نہ نفع دینے والا، نہ نقصان پہنچانے والا، نہ ہٹانے والا نہ بلانے والا، نہ بیمار کرنے والا، نہ مبتلا کرنے والا، نہ صحت و نجات دینے والا، اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ (فتوح الغیب:۵۹/۱۵۰)

سید احمد کبیر رفائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کے سوا اوروں کی تاثیر کو ماننا کم ہو یا زیادہ، پورا ہو یا ناقص، ایک جز ہے شرک کا (روح تصوف)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ عقلمند! خدا کے سوا اوروں سے دل لگا کر کیا پائے گا؟ خدا کے سوا دوسرے کی تاثیر کو ماننا پھر تھوڑا اثر ہو یا زیادہ، کامل ہو یا ایک جز ہو، شرک ہے۔ (البیان المشید)۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں، خدا کے سوا اور کسی سے عزت طلب کرے گا تو ذلیل ہوگا۔ (روح تصوف)۔

الغرض درود تاج کے فضائل جو جہلاء میں مشہور ہیں، خود درود تاج سینکڑوں برس بعد کی ایجاد ہے تو اس کے پڑھنے کی فضیلت اور مقدار ثواب کس نے اور کب بتائی؟ جس درود کے الفاظ حدیث شریف سے ثابت ہیں، انہیں چھوڑ کر غیر مسنون الفاظ پر بڑے بڑے ثواب کے وعدوں کا عقیدہ رکھ کر اس کا وظیفہ ضروری لازم کر لینا بدعت ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۸۲/۲)

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

آنچہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند غلط است الخ۔ ''درود تاج کے جو فضائل بعض جاہل بیان کرتے ہیں بالکل غلط ہے اور اس کے فضائل بجز شارع علیہ السلام کے معلوم ہونا محال ہے اور یہ درود برسہا برس کے بعد ایجاد ہوا، پس کس طرح اس کے الفاظ کو باعث ثواب قرار دیا جا سکتا ہے۔ صحیح حدیثوں میں درود کے جو الفاظ آئے ہیں ان کو چھوڑنا اور اس (درود تاج) میں بہت کچھ ثواب کی امید رکھنا اور اس کا ورد کرنا گمراہی اور بدعت ہے اور چونکہ اس میں شرکیہ کلمات بھی ہیں جن سے عوام کے عقائد کی خرابی کا اندیشہ ہے لہذا اس کا پڑھنا ممنوع ہے۔ پس درود تاج کی تعلیم دینا عوام کو زہر قاتل دینے کے مترادف ہے کیونکہ اس سے بہت سارے لوگ شرکیہ عقائد میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۲)

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کا فتویٰ

معلوم نہیں (درود تاج کو) کس نے ایجاد کیا ہے جو فضائل عوام جاہل بیان کرتے ہیں وہ محض لغو اور غلط ہیں۔ احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں۔ نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۲۲۲)

خیر المدارس کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ درود تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم کے الفاظ آتے ہیں، یہ پڑھنے درست ہیں، ان کے پڑھنے سے شرک لازم نہیں آتا؟

الجواب: حضور سرور کائنات ﷺ کو بایں معنی دافع البلاء کہنا کہ آپ کے ذریعہ سے بلا دفع ہوتی ہے، درست ہے اور بایں معنی کہ آپ خود مستقلاً بلا کو دفع کرتے ہیں درست نہیں۔ ایسے الفاظ جو موہم شرک ہوں اور عوام میں مفسدہ کا باعث ہوں قابل اجتناب واحتراز ہیں۔ سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں درود بھیجنے کے لئے دوسرے صحیح درود شریف بہت ہیں، ان کو ہی پڑھا جائے۔ ماخوذ من مجموعۃ الفتاویٰ: ۲/۱۹۲۔ (خیر الفتاویٰ: ۱/۳۳۸)

نماز جمعہ کے بعد اجتماعی صلوٰۃ وسلام

بریلوی مسلک کی مساجد میں نماز جمعہ کے بعد قیام کر کے لوگ اجتماعی طور پر ایک خاص طرز سے جھوم جھوم کر لاؤڈ سپیکر پر زور زور سے التزاماً خالص رضا خانی درود وسلام پڑھتے ہیں اور اس طریقہ کو اہل سنت (سنی) ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ جو لوگ ان کے ساتھ اس فعل میں شرکت نہیں کرتے ان کو اہل سنت والجماعت سے خارج کہتے ہیں، بدعقیدہ سمجھتے ہیں، درود کا منکر اور معاذ اللہ حضور ﷺ کا مخالف اور گستاخ کہتے ہیں اور بعض متشدد تمام حدود سے تجاوز کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ بھی لگا دیتے ہیں۔

یقیناً درود وسلام بہت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اور بہت عظیم عمل ہے۔ قرآن مجید

میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ احادیث میں اس کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان کیے گئے ہیں۔ اس عظیم عبادت کے لئے دیگر عبادات کی مانند کچھ اصول اور آداب ہیں، ان کی رعایت کرنا اور ان کی پابندی کرنا بہت ضروری ہے۔ اور ان کو چھوڑ کر اپنی نفسانی خواہشات اور من گھڑت اور خود ساختہ طریقے کے مطابق عمل کرنا بجائے ثواب کے گناہ اور بجائے قرب کے بعد کا سبب بن سکتا ہے۔ غور کیجئے، اگر کوئی شخص نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ کی بجائے درود شریف سے کرے اور سورہ فاتحہ کی جگہ درود شریف پڑھے، سورۃ ملانے کی بجائے درود شریف پڑھتا رہے، تکبیرات انتقالات کے موقع پر درود شریف کا ورد کرتا رہے، رکوع اور سجدہ میں بھی درود شریف پڑھتا رہے، تشہد چھوڑ کر درود شریف کا شغل جاری رکھے۔ تو آپ خود بتلائیے کہ ان مقامات پر درود شریف پڑھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا اسے صحیح طریقہ کہا جا سکتا ہے؟ کیا نماز صحیح ہو جائے گی؟ اور اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بے موقع اور بے محل درود شریف پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ صلوٰۃ وسلام (جبکہ صلوٰۃ وسلام ہو رضا خانی نغمہ نہ ہو) تنہا تنہا پڑھا جاتا ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے لئے اجتماع اہتمام التزام ثابت نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے قول وعمل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، محدثین، ائمہ مجتہدین، اولیاء کرام، مشائخ عظام، حضرت غوث الاعظم خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء وغیرہ سے نماز کے بعد مسجد میں اجتماعی طور پر کھڑے ہو کر زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ایک نمونہ اور ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا یہ طریقہ انتہائی قبیح، متعفن اور بدبودار بدعت ہے، اسے ایجاد کرنے اور اس پر اصرار کرنے والے اور اسے دین سمجھنے والے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ناراضگی اور لعنت کے مستحق ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی فرماتے ہیں:

اما ما احدث الناس قبل وقت الجمعة من الدعا اليها بالذكر والصلوة على النبى ﷺ فهو فى بعض البلاد دون بعض واتباع السلف الصالح اولىٰ (فتح البارى: ۴۵/۳)

بہر حال لوگوں نے جمعہ کے وقت سے پہلے جمعہ کی طرف دعوت دینے کے سلسلہ میں

ذکراور آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی جو بدعت ایجاد کی ہے، وہ بعض شہروں میں ہے اور بعض میں نہیں، لیکن سلف صالحین کی اتباع ہی سب سے بہتر ہے۔

شہاب الدین شیخ رومی فرماتے ہیں:

ویستحب التکبیر فی طریق المصلی...... لکن لا علی هیئة الاجتماع والاتفاق فی الصوت و مراعات الاقدام فان ذالک کله حرام بل یکبر کل واحد بنفسه (مجالس الابرار: ۲۱۳/۲۴)

عیدگاہ جاتے آتے راستہ میں تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھنا مستحب ہے لیکن اجتماعی طور پر بیک آواز راگ کی طرح نہ پڑھیں کہ یہ حرام ہے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے طور پر تکبیر پڑھے۔

علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں:

و انما اجتماعهم لذالک فبدعة کما تقدم

یعنی جمعہ کے دن مسجد میں اجتماعی طور پر سورۃ کہف پڑھنا بدعت ہے۔ (انفرادی طور پر پڑھنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے۔) (کتاب المدخل: ۸۱/۲)

امام شاطبی فرماتے ہیں:

عبادات میں مخصوص کیفیات اور مخصوص طریقے اور اوقات مقرر کر لینا جو شریعت میں وارد نہیں، بدعت اور ناجائز ہیں۔ (الاعتصام: ۲۴/۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

عن النبی ﷺ قال لا تختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم. (مسلم: ۳٦۱/۱)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی رات کو دوسری راتوں سے نماز اور قیام کے لئے خاص نہ کرو اور جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں سے روزہ کے لئے خاص نہ کرو مگر ہاں اگر کوئی شخص روزے رکھتا ہے اور جمعہ کا دن بھی اس میں آجائے تو الگ بات ہے۔

علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:

ان هذا الخصوصيات بالوقت او بالحال والهيئة والفعل المخصوص يحتاج الى دليل خاص يقتضى استحبابة بخصوصه وهذا اقرب......... لان الحكم باستحبابه على تلك الهيئة الخاصة يحتاج دليلاً شرعيا عليه لابد.

یعنی خصوصیات وقت یا حال اور ہیئت اور فعل مخصوص کے ساتھ کسی خاص دلیل کے محتاج ہیں جو علی الخصوص ان کے استحباب پر دلالت کرے اور یہی چیز اقرب الصواب ہے...... کیونکہ کسی چیز کے کسی خاص ہیئت کے ساتھ مستحب ہونے پر لازم اور ضروری ہے کہ دلیل شرعی موجود ہو۔ (احکام الاحکام:۱/۵۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

ہر وہ کام جس کے متعلق صاحب شریعت کی طرف سے ترغیب نہ ہو اس کی ترغیب دینا اور جس کا وقت مقرر نہ ہو اس کا وقت مقرر کر لینا سنت سید الانام ﷺ کے خلاف ہے اور سنت کی مخالفت حرام ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ عزیزی:۱/۹۹)

ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ شارعؑ علیہ السلام نے جس عمل کی نہ ترغیب دی ہو اور نہ ہی اس کے لئے وقت مقرر کیا ہو اور نہ اس کی ہیئت بتلائی ہو، وہ بدعت ہے اور حرام ہے۔

لہذا نماز جمعہ کے بعد اہل بدعت کا جمع ہو کر لاؤڈ سپیکر پر زور زور سے سریلی آوازوں میں مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کا خالص رضا خانی نغمہ (جسکو وہ زبردستی درود و سلام قرار دیتے ہیں) پڑھنا بدعت اور حرام ہے بلکہ یہ تو صرف اسی لیے پڑھا جاتا ہے کہ عوام کو پتہ چلے کہ یہ جنس ابھی تک موجود ہے، کہیں ختم خیرات کی ضرورت پڑے تو ان کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ورنہ کیا ضروری ہے کہ لوگوں کو سنایا جائے۔ اگر عبادت ہے تو عبادت تو تم بغیر لاؤڈ سپیکر کے کر لیتے ہو، پانچ وقت نماز بغیر لاؤڈ سپیکر کے پڑھتے ہو، صرف خود ساختہ ذکر خانہ ساز صلوۃ وسلام اور رضا خانی نغمے کے لئے لاؤڈ سپیکر کو آن کر لیتے ہو جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عبادت نہیں بلکہ شرارت ہے اور لوگوں کو اپنے وجود کا احساس دلانا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک بدعتی گروہ کو محض اس لئے مسجد سے باہر نکال دیا

تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور حضور ﷺ پر درود پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا، میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں (شامی: ۳۵۰/۵)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ کہ اجتماع والتزام کے ساتھ کھڑے ہوکر باواز بلند مسجدوں میں درود وسلام پڑھنے کا مروجہ طریقہ سراسر خلاف شریعت اور باہم نزاع و جدال اور مسجدوں کو اختلافات کا مرکز بنانے کا سبب ہے اس لئے متولیان مسجد اور ارباب حکومت پر لازم ہے کہ مسجدوں میں اس کی ہرگز اجازت نہ دیں، اگر کسی کو کرنا ہے تو اپنے گھر میں کرے تاکہ کم ازکم مسجدیں تو شور وشغب اور نزاع و جدال سے محفوظ رہیں۔ (سنت وبدعت: ۴۷)

سماع اور قوالی

سماع کے متعلق صوفیاء کرام میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ بعض صوفیاء نے اسے قطعی حرام قرار دیا ہے اور بعض صوفیاء نے بطور علاج وتدبیر کے راہ سلوک کے طالبان کے لئے تجویز کیا ہے۔ اس کے فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں۔ یہ عارفانہ کلام پر مشتمل ابیات واشعار جو خوش الحانی سے پڑھے جاتے تھے اور ہر قسم کے منکرات سے پاک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ عالم اسلام کے عظیم اسکالر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ مسئلہ سماع (بلا مزامیر) کی موافقت اور مخالفت میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، اس میں نقطہ اعتدال یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ وہ مطلقاً حرام ہے نہ کوئی عبادت وطاعت وامر مقصود اعتدال اور خاص شرائط کے ساتھ ایک تدبیر و علاج ہے اور اصحاب ضرورت واہلیت کے لئے بقدر ضرورت مباح اور بعض اوقات مفید ہے۔ اس سلسلہ میں مشہور چشتی بزرگ شیخ حمید الدین ناگوری کا قول بڑا جامع اور معتدل معلوم ہوتا ہے۔ ایک مجلس میں سماع کی حلت وحرمت پر بحث تھی، قاضی صاحب نے فرمایا، میں ہوں حمید الدین کہ سماع سنتا ہوں اور مباح کہتا ہوں علماء کی روایت کی بناء پر اس لئے کہ درد دل کا مریض

ہوں اور سماع اس کی دوا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے شراب سے علاج کرنے کی اجازت دے دی ہے جبکہ ازالہ مرض کے لئے اور کوئی دوا نہ ہو اور حکیموں کا بھی اس پر اتفاق ہو کہ صحت شراب کے بغیر ناممکن ہے۔ اس تقدیر پر میرے مرض کی دوا جو کہ لاعلاج ہے، سرود کا سننا ہے لہذا اس کا سننا ہمارے لئے مباح اور تم پر حرام ہے۔ (سیرۃ الاقطاب قلمی تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۱۱۵)

مولانا ابوالحسن علی ندوی مولانا کاشانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اصحاب ریاضت وارباب مجاہدہ کے قلوب ونفوس احوال وکیفیت کی کثرت سے پیش آنے کی وجہ سے کبھی کبھی اکتا جاتے ہیں اور ان کو تکان وضعف محسوس ہونے لگتا ہے اور ان پر وہ قبض وبسط جو اعمال واحوال میں سستی اور کوتاہی کا باعث ہوتا ہے، طاری ہو جاتے ہیں، اس بناء پر مشائخ متاخرین نے اچھی آوازوں، متناسب نغموں اور شوق انگیز اشعار کے سننے کو اس پر کہ حدود شرع سے باہر نہ ہوں ایک علاج روحانی کے طور پر تجویز کیا ہے۔

(مصباح الہدایت: ۱۸۰۔۱۸۲، تاریخ دعوت وعزیمت: ۳/۱۱۷)

سماع کے آداب وشرائط

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے سماع کو ان تمام خلاف شرع منکرات و بدعات اور اسباب لہو ولعب سے جو غیر مسلموں کے اثر سے خاص طور پر ہندوستان میں اہل ہوا نے یا خام کار صوفیوں نے سماع میں شامل کر لئے تھے، خود کو بھی دور رکھا اور اپنے متبعین کو ان سے اجتناب کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے سماع کے آداب اس طرح بیان فرمائے ہیں:

> سماع کی چار قسمیں ہیں۔ حلال، حرام، مکروہ، مباح۔ اگر صاحب وجد کا میلان محبوب حقیقی کی طرف زیادہ ہے تو سماع مباح ہے، اگر محبوب مجازی کی طرف زیادہ ہے تو مکروہ ہے، اگر محبوب مجازی کی طرف میلان کلی ہے تو حرام ہے، اگر محبوب حقیقی کی طرف میلان کلی ہے تو حلال ہے۔ پس جس کو سماع کا ذوق ہے اس کو چاہئے کہ ان چاروں درجوں کو جانتا ہو۔

آگے فرماتے ہیں:

سماع مباح کے لئے چند چیزیں چاہئیں۔ مسمع (سنانے والا)، مستمع (سننے والا)، مسموع (جو کچھ پڑھا جا رہا ہے)، الا سماع (ذریعہ)۔ مسمع کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ پوری عمر کا آدمی ہو، کم سن نہ ہو، عورت نہ ہو۔ مستمع کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ وہ سن رہا ہے وہ یادِ حق سے خالی نہ ہو۔ مسموع کے لئے شرط ہے کہ وہ بے حیائی اور ہنسی مذاق کا کلام نہ ہو۔ آلہ سماع سے مراد مزامیز ہے جیسے چنگ و رباب کہ یہ درمیان میں نہ ہو۔ (سیر الاولیاء: ۴۹۲)

امام شہاب الدین سہروردی سماع کے متعلق لکھتے ہیں:

ہم سماع کے صحیح ہونے کی صورت اور جس حد تک اہل صدق کے لئے سماع مناسب ہے، بتا چکے ہیں، اب چونکہ سماع کی راہ سے فتنہ عام ہے اور لوگوں میں صالحیت جاتی رہی ہے اور اس راہ میں وقت برباد ہوتا ہے، عبادات کی لذت کم ہو جاتی ہے، اجتماعات کی چاٹ لگ جاتی ہے، نفسانی خواہشات کی تسکین اور ناچنے والوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے سماع کی محفلیں منعقد کرنے کا شوق بار بار پیدا ہوتا ہے، حالانکہ یہ بات مخفی نہیں کہ اس قسم کے اجتماعات صوفیاء کرام کے ہاں ناجائز اور مردود ہیں، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ عارف کاملین کے سوا کسی اور کے لئے سماع صحیح نہیں اور مرید مبتدی کے لئے سماع جائز ہی نہیں (عوارف المعارف: ۱۸۷)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سماع کے آداب و شرائط کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱)۔ زمان یعنی ایسا وقت جس میں کوئی طبعی یا شرعی حاجت نہ ہو۔ (۲) مکان یعنی ایسا موقع جہاں عام آمد و رفت نہ ہو نہ کوئی ہنگامہ قلب کو مشغول کرنے والا ہو۔ (۳) اخوان یعنی شرکاء مجلس میں سے کوئی ناجنس نہ ہو، دنیادار نہ ہو، ریاکار نہ ہو بلکہ سب کے سب طریقت سے واقف مجاہدہ میں کامل علم ظاہری اصطلاحات صوفیہ سے باخبر، ظاہر و باطن کو مطابق کرنے پر قادر ہوں، ورنہ ایسوں کو سنانا کیا، ایسوں کے روبرو سننا بھی جائز نہ ہوگا۔ (۴) بجز مضمون کے

کسی طرف التفات نہ کرنا نہ کسی کے آنے جانے کی طرف نہ کسی کے وجد وخیال کی طرف، بے حس وحرکت بیٹھے رہنا، نہ کھنکارنا نہ جمائی لینا نہ اپنے ارادہ سے کوئی جنبش کرنا۔ (۵)۔ بعد غلبہ کے کیفیت فرو ہو جانے کے وقت ادب اور سکوت اور سکون اختیار کرنا تصنع اور ریا سے حال کی صورت نہ بنائے رکھنا۔ (۶) قوال کا خوش رو نوجوان محل شہوت نہ ہونا خواہ لڑکا ہو یا عورت بلکہ اس میں بھی وہی ہونا جو اہل مجلس میں ہونا ضروری ہے کیونکہ وہ بھی تو شریک سماع ہے بالخصوص عمل اور علم پر قدرت کافی حاصل ہونا ورنہ بے علمی میں تو اسرار وحقائق مضامین کے غلط معنی سمجھ کر زبان سے نکال کر اپنا ایمان تباہ کرے گا اور بدعملی میں اپنے مشائخ کی عنایت اور خوشنودی مزاج اور ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے سے اپنی بدحالی پر اس کو زیادہ جرأت ہوگی اور اس کی برائی اس کے جی میں نہ رہے گی اور باعث ان دونوں خرابیوں کے اہل سماع ہوں گے اور ظاہر ہے کہ معصیت کا سبب بن جانا بھی معصیت ہے۔ (۷) مزامیر اور ڈھولک وغیرہ نہ ہونا۔ (۸) اشعار میں مضامین خط وخال اور فراق ووصال ومجازی حسن وجمال کا نہ ہونا اور اگر اتفاقاً ایسے الفاظ آ جائیں تو حسب اصطلاحات تصوف محبوب حقیقی کے معاملات پر بہ رعایت حدود شریعہ اس کو منطبق کرنا جس کے لئے کمال علم کی ضرورت ہے۔ (۹)۔ سننے والے کا حالت شباب میں نہ ہونا اس کا خوگر نہ ہو جانا۔ (۱۰)۔ صفات نفسانی واحوال قلبی میں امتیاز کا سلیقہ ہونا۔ (۱۱)۔ وجد میں نشاط طبعی اور نفسانی کا ذرہ برابر آمیزش نہ ہونا جس قدر غلبہ ہوا ہو اس سے زائد بالکل اظہار نہ ہونا، اس میں اختیار کا بالکل دخل نہ ہونا جیسے تحصیل مال یا تحصیل جاہ وقبول عند الخلق۔ (۱۲)۔ کسی کو نہ لپٹنا نہ کسی کے ہاتھ پاؤں چومنا۔ (۱۳)۔ عورتوں کا اس مجلس کو نہ جھانکنا۔ (۱۴) عوام کے جمع کرنے کے لئے کوئی سامان مثل طعام وشیرینی کا نہ ہونا (۱۵)۔ محض لذت کے لئے نہ سننا۔ (۱۶)۔ کسی عبادت یا وظیفہ کا ناغہ نہ ہونا۔

اب اہل انصاف ملاحظہ فرمالیں کہ مجالس سماع میں فی زمانا یہ شرطیں مجتمع ہیں

یا نہیں۔ (حق السماع: ۱۷۔۱۹)

شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری سماع کے اداب و شرائط لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱)۔ جب تک ضرورت نہ ہو، بغیر ضرورت نہ کرے۔ (۲) اور نہ ہی اسے اپنی عادت بنانے کی کوشش کرے، (۳) سماع کافی دیر بعد کیا جانا چاہئے تاکہ دل میں اس کی تعظیم باقی رہے۔ (۴)۔ اور جس وقت تک سماع کرو تمہارا مرشد تمہارے اندر موجود رہنا چاہئے۔ (۵) مقام سماع عوام الناس سے خالی ہو۔ (۶) قوال شریعت کا احترام کرنے والا ہو اور دیندار ہو۔ (۷) قلب دنیاوی مشاغل سے آزاد ہو۔ (۸) طبائع لہو ولعب سے متنفر ہوں۔(۹) ہر طرح کے تکلفات درمیاں میں نہ ہوں۔ (۱۰)۔ اور جب قوت پیدا ہوا کرے تو لازمی نہیں کہ اسے ختم کرے۔ (۱۱)۔قوت کے تابع رہنا ہوگا جس کام کا وہ قوت تقاضا کرے وہ کرو، اگر وہ جنبش کرے تو جنبش کرو اگر وہ ساکن رکھے تو ساکن رہو۔ (۱۲)۔ آپ کو طبیعت کی قوت اور وجد کی قوت میں فرق کرنا چاہئے۔ (۱۳) سماع کرنے والے میں اس قدر مشاہدہ کی زیرکی اور ذہانت شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کیفیت وارد ہو تو اسے قبول کرے۔(۱۴)۔ اور اسے داد نہ دینا چاہئے۔ (۱۵) اور جب قلب پر اس کا غلبہ ہو جائے تو بتکلف اسے دور نہ کرے اور جس وقت وہ قوت اختتام پذیر ہو تو اسے بتکلف جذب نہ کرے۔ (۱۶) حالت حرکت میں کسی سے آنکھ نہ ملائے البتہ اگر کوئی خود آنکھ ملائے تو اسے منع کرے۔ (۱۷)۔اس کے مقصد کو اپنی نسبت کے ترازو میں وزن کرے اس لئے کہ اس میں آزمائش کرنے والے کی خاطر پراگندگی پیدا ہوگی، اس سے بے برکتی پیدا ہوگی۔ (۱۸)۔ سماع میں کوئی آدمی دخیل نہ ہو کہ سماع کرنے والے کا وقت خراب نہ ہو۔ (۱۹)۔ اور اس کے روزگار میں متصرف نہ ہو۔ (۲۰) اگر قوال عمدہ پڑھ رہا ہو تو اسے شاباش نہ دے اور اگر عمدہ نہ پڑھ رہا ہو تو بھی اسے کچھ نہ کہے۔ (۲۱)۔ اگر

کوئی ایسا ناموزوں شعر پڑھ دے کہ جس سے طبیعت پراگندہ ہو جائے تو پھر بھی اس کو بہتر پڑھنے کی فرمائش نہ کرے۔ (۲۲)۔ قلب میں اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہ کرے۔ (۲۳) اور اس کو اندر سے نہ دیکھے بلکہ حق تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ (۲۴) سماع اچھی طرح سنے۔ (۲۵)۔ اگر کسی گروہ پر سماع طاری ہو اور اس کی خاطر اس میں حصہ نہ ہو تو یہ لازمی نہیں کہ اپنی ہوشمندی کی بناء پر اس کی مستی سے نفرت نہ کرے۔ (۲۶)۔ اور اپنے وقت سے آرام سے حاصل کرنا چاہئے تا کہ اسے اس سے حصہ مل جائے۔

حضرات! صوفیاء کرام کے ان آداب و شرائط کو دیکھیں کہ کن حالات میں اور کن لوگوں کے لئے کس قسم کے سماع کو جائز قرار دے رہے ہیں اور زمانہ حال کے جاہل صوفیوں کے رقص و سرود، چنگ و رباب، واہیات و خرافات سے بھرپور قوالیوں کو دیکھیں کہ کس بزرگ اور صوفی نے ان خرافات کی اجازت دی ہے؟ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قائلین سماع سید علی ہجویری اور نظام الدین اولیاء نے آخری عمر میں ان چیزوں سے رجوع کیا تھا اور سماع سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔

سید علی ہجویری کا سماع سے توبہ

چنانچہ علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ کرمان میں ایک دفعہ شیخ ابو احمد مظفر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سفر کے کپڑے تھے اور پریشان حال تھے۔ مجھے فرمانے لگے، ابوالحسن! تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ میں نے کہا، مجھے اس وقت سماع کی طلب ہے۔ انہوں نے ایک قوال کو بلایا اور درویشوں کی ایک جماعت بھی جوش وخروش کے ساتھ آئی۔ مجھے سماع کے الفاظ نے مضطرب کر دیا۔ جب وقت گذرا اور میرا جوش کم ہو گیا تو شیخ ابو احمد کہنے لگے کہ سماع کا کیا اثر ہوا؟ میں نے کہا، یا شیخ بڑی مسرت ہوئی۔ فرمانے لگے کہ ایک وقت آئے گا کہ سماع اور کوے کی آواز میں تیرے لئے فرق نہ رہے گا کیونکہ قوت سماع اس وقت تک ہے جب تک مشاہدہ حاصل نہ ہو، جب مشاہدۂ حاصل ہوتا ہے تو سماع کی خواہش مٹ جاتی ہے۔

شیخ محمد اکرام صاحب آب کوثر میں لکھتے ہیں کہ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بالآخر آپ نے سماع سے توبہ کر لی اور نہایت صاف طور پر لکھا کہ میں عثمان حلابی کا بیٹا علی اس کو دوست رکھتا ہوں جو سماع میں نہ پڑے اور طبیعت کو پریشان نہ کرے کیونکہ اس میں بڑے خطرے ہیں اور بڑی آفت یہ ہے کہ عورتیں کسی اونچے مقام سے سماع کے حال میں درویشوں کو دیکھتی ہیں اور نوجوان اور نوخائستہ ان مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں جس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس آفت سے جو کچھ اس پر گذرا ہے گذرا ہے (آئندہ کیلئے) استغفار پڑھتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں کہ میرے ظاہر اور باطن کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ (آب کوثر: ۷۹، کشف المحجوب: ۶۲۱)۔

حضرت نظام الدین اولیاء اور سماع

شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے متعلق شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

اس امر کی مستند معاصرانہ شہادت موجود ہے کہ اخیر عمر میں سماع بالخصوص سماع بالمزامیر کی نسبت حضرت سلطان المشائخ کا نقطہ نظر شرع سے بہت قریب ہو گیا تھا، آپ کے ملفوظات کا سب سے مکمل مجموعہ فوائد الفواد ہے جسے امیر حسن سنجری نے ترتیب دیا اور جسے تمام نظامی حضرات آنکھوں پر رکھتے ہیں، اس میں تفصیل سے لکھا ہے۔ پھر سماع کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو حاضرین میں سے ایک نے کہا، شاید آپ کو حکم ہوا ہے کہ جس وقت آپ چاہیں سماع سنیں، آپ پر حلال ہے۔ خواجہ نے فرمایا، جو چیز حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہو سکتی اور جو چیز حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہو سکتی۔ ہم مسئلہ مختلف فیہ کو لیتے ہیں، سو سماع کو لو، یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق برخلاف ہمارے علماء کے مباح بمعہ دف و سارنگی ہے۔ اس اختلاف حاکم جو حکم کرے وہی ہو گا۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ انہی دنوں میں بعض درویشوں نے چنگ و رباب اور بانسریوں کا استعمال مجمع میں کیا اور رقص کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا نہ کیا جو نامشروع ہے وہ ناپسندیدہ ہے۔ بعد ازاں ایک نے کہا، جب وہ اس مقام سے باہر نکلے تو ان سے پوچھا گیا کہ اس مجلس میں تو

بانسریاں بجائی گئیں تو جواب دیا کہ ہم سماع میں ایسے مستغرق تھے کہ ہمیں معلوم نہ ہوا کہ یہاں بانسریاں ہیں بھی یا نہیں؟ جب خواجہ صاحب نے یہ سنا تو فرمایا یہ کوئی معقول جواب نہیں۔

آگے شیخ اکرام لکھتے ہیں کہ سلطان المشائخ کے ضمن میں یہ نقطہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ انہوں نے اپنی جانشینی اس بزرگ کو تفویض کی جو اعلانیہ سماع بالمزامیر کا منکر تھا۔ (آب کوثر: ۲۴۱)

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور سماع

حضرت چراغ دہلوی کے خلیفہ اور جانشین حضرت سید محمد الحسینی المعروف بہ بندہ نواز گیسو دراز (م: ۱۴۲۲ء) کی مجلس سماع کے متعلق لوگوں نے بادشاہ وقت فیروز شاہ تغلق کے پاس شکایت کی کہ ان مجالس میں مریدین اپنا سر زمین پر رکھ دیتے ہیں اور بڑا شور مچاتے ہیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہلا بھیجا کہ اپنی مجلس سماع خلوت میں کیا کریں۔ چنانچہ اب آپ اپنے حجرے میں ہی یہ مجلس منعقد کراتے، بیچ میں پردہ ڈال دیتے، مریدین پردے کے باہر صف باندھ کر بیٹھتے اور جب آپ پر وجد طاری ہوتا تو حجرے کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ (سیرت محمدی: ۷۶۔۷۹.....آب کوثر: ۲۷۲)

سماع شیطانی عمل ہے

سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش فرماتے ہیں:

ایک طبقہ اسے (یعنی سماع کو) مطلقاً حرام کہتا ہے، اس کے متعلق وہ حضرت ابو الحارث بنانی سے راوی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں سماع میں بہت زور دیا کرتا تھا، ایک رات میرے عبادت خانے کے دروازے پر ایک شخص آیا اور کہنے لگا، شیخ درگاہ حق کے طالبوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو چکی ہے اور شیخ کے دیدار کی مشتاق ہے، اگر آپ احسان فرمائیں تو قدم رنجہ فرمایا جائے۔ میں نے کہا، تم چلو میں باہر آ رہا ہوں۔ چنانچہ میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ کچھ دیر

چلنے کے بعد ایک جماعت کے پاس پہنچ گیا جو ایک بوڑھے کے گرد حلقہ زن تھی، انہوں نے میری انتہائی تکریم کی اور اس بوڑھے نے سوال کیا کہ اگر آپ اجازت فرمائیں تو چند اشعار پڑھے جائیں۔ میں نے اس کی اس خواہش کو قبول کرلیا تو دو آدمی نہایت خوش الحانی سے ایسے اشعار پڑھنے لگے جیسے شاعر حضرات اپنے محبوب کے فراق میں پڑھتے ہیں۔ ان سب لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور وجد میں کھڑے ہوگئے، اچھے اچھے نعرے لگانے لگے اور آپس میں لطیف اشارات کرنے لگے اور میں ان کے اس حال سے متعجب ہوا۔ صبح کا وقت قریب آنے تک وہ اسی خوشی میں معروف رہے۔ اس بوڑھے نے مجھے کہا، اے شیخ! آپ نے مجھ سے پوچھا تک نہیں کہ میں کون ہوں؟ میں نے کہا، دراصل آپ کی وجاہت نے مجھے سوال کرنے سے منع رکھا۔ حضرت ابو حارث بنانی فرماتے ہیں، اس بوڑھے نے کہا، میں خود عزازیل ہوں جسے ابلیس کہا جاتا ہے اور باقی تمام میرے بیٹے ہیں۔ ان میں بیٹھنے اور اس طرح غنا اور سماع سے مجھے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے میں اپنے فراق کی مصیبت کو دور کرتا ہوں اور اپنے عروج کے ایام کو یاد کرتا ہوں اور دوسرا یہ کہ اس سے پارسا اور نیک لوگوں کو گمراہ کرتا ہوں۔ حضرت ابو حارث بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میرے دل سے سماع کا شوق ختم ہوا اور نفرت جاگزیں ہو گئی۔ (کشف المحجوب:۶۰۹)

جنات کا ننگا رقص

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش فرماتے ہیں، میں علی بن عثمان کہتا ہوں کہ میں نے حضرت امام ابو العباس ولاشفاق رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں ایک روز ایسے مجمع میں تھا جو سماع میں معروف تھے اور میں نے وہاں جنات کو دیکھا جو ننگی حالت میں رقص میں معروف تھے اور لوگ انہیں دیکھ رہے تھے اور ان کی وجہ سے گرم ہو رہے تھے۔
(کشف المحجوب: ۶۱۰)

حضرت جنید بغدادی کا اپنے مرید کو سماع سے منع کرنا

حضرت سید علی بن عثمان ہجویری (داتا گنج بخش) فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ اگر تم دین کی سلامتی اور توبہ پر استقامت چاہتے ہو تو اس سماع سے دور رہنا جو صوفی لوگ سنتے ہیں، نہ ان میں شریک ہونا نہ ان کے ساتھ بیٹھنا جب تک کہ تم جوان ہو اور جب تم بوڑھے ہو جاؤ تو ایسے فعل سے باز رہنا جس سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں۔ (کشف المحجوب: ۶۱۱)

ابن عابدین شامی (م۱۲۵۲ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

الرقص والغناء الذی یفعل متصوفه زماننا عند الذکر حرام.

(رد المختار: ۵/۲۲۲)

ناچ اور گانا جیسے ہمارے زمانہ کے صوفی حضرات ذکر کے وقت کرتے ہیں حرام ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری (م۹۷۰ھ) کا فتویٰ

ابو حنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری حنفی فرماتے ہیں کہ فتاویٰ علامیہ میں ہے کہ صوفیوں (قوالوں) کو چیخ و پکار اور تالیاں بجانے سے منع کیا جائے گا اور اس کی حرمت پر علامہ عینی نے شرح تحفہ میں تصریح کی ہے اور اس قسم کی حرکت کرنے والوں کو اپنی نسبت صوفیوں کی طرف کرنے پر برا جانا ہے۔ (البحر الرائق: ۲/۱۵۹)

امام حلوانی کا فتویٰ

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ ناچنے گانے والے قوالوں اور نام نہاد صوفیوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام حلوانی فرماتے ہیں، اور فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے کہ امام حلوانی سے پوچھا گیا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اپنا نام صوفی رکھا ہے اور ایک قسم

کے لباس کو اپنے لئے مخصوص کرلیا ہے اور لہو ولعب اور گانے میں مشغول ہو گئے اور اپنے لئے ایک خاص مقام کا دعویٰ کرنے لگے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا، انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۳۵۲/۵)

ملا علی قاری حنفی (م۱۰۱۴ھ) کا فتویٰ

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

فما استعمله بعض مشائخ الیمن من طرب الدف حال الذکر فمن اقبح القبیح واللہ ولی دینه و ناصر نبیه (مرقات شرح مشکوٰۃ: ۵۴۰/۴)

پس یمن کے بعض مشائخ نے جو استعمال شروع کیا ہے کہ وہ ذکر کرتے وقت دف بجاتے ہیں تو (ان کا یہ فعل) قبیح ترین فعل ہے اور اللہ ہی اپنے دین کا محافظ اور اپنے نبی کا مددگار ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کا فتویٰ

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفة فی زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس علیه (عالمگیری: ۱۷۸/۱)

گانا اور قوالی اور ناچ جو ہمارے زمانہ کے صوفی حضرات کرتے ہیں وہ حرام ہے اور اس کی طرف جانا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔

علامہ قرطبی کا فتویٰ

مفسر قرآن علامہ ابوعبداللہ قرطبی فرماتے ہیں:

فاما ما ابتدعته الصوفیة الیوم من الادمان علی سماع المغانی بالالات المطربة من الشبابات والطار والمعازف والاوتار

فحرام (تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۵۴)
پس صوفیاء نے موجودہ وقت میں جو بدعت نکالی ہے اور جن آلات موسیقی کے ساتھ گانا (قوالی) سننے کے لئے بعضد ہیں مثلاً شبابہ، طار، باجے اور اوتار وغیرہ سے، سو وہ حرام ہیں۔

علامہ طبری کا فتویٰ

علامہ قرطبی مفسر قرآن مورخ زمان علامہ طبری کا قول ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

قال الطبری اجمع علماء الاحصار علی کراهة الغناء والمنع منه (تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۵۶)

تمام علماء امصار نے گانے (قوالی) وغیرہ کی حرمت پر اجماع کیا ہے اور اس پر بھی کہ اس سے منع کیا جائے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا فتویٰ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

لم یثبت عن النبی ﷺ ولا عن الصحابہ رضی الله عنهم استماع الغناء تقرباً الی الله تعالیٰ ولاجل ذالک ما اختار الکرام من النقشبندیه وغیرهم ارتکابه وان لم یکتبوا الانکار علیه. (تفسیر مظهری ۷/ ۲۵۱)

حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے تقرب الی اللہ کے لئے گانا (سماع) سننا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے صوفیائے نقشبندیہ اور دیگر صوفیاء نے اس کو اختیار نہیں کیا اگرچہ کھلے الفاظ میں اس کے انکار پر بھی نہ لکھ سکے۔

حضرت شیخ الہندؒ (م ۱۹۲۰ء) کا فتویٰ

اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی حدیث الجرس مزامیر الشیطان کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقال فی حدیث الباب فی حق الجرس انه مزمار الشیطان لانها تلهی القلب عن ذکر الله تعالیٰ اعلم ان المغازف ما یضرب بالفم والملاهی ما یضرب بالایدی قال الائمة الاربعة بتحریمه واستثنوا لطبل الخ.

حدیث باب میں جرس کے حق میں مزمار الشیطان کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اس لئے کہ یہ قلب کو یاد الٰہی سے غافل کرتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ معازف ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں اور ملاہی ان الات کو کہتے ہیں جو ہاتھوں سے بجائے جاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ بالاتفاق ان کی حرمت کے قائل ہیں البتہ سحری ولیمہ یا کسی اور صحیح غرض کے لئے ڈھول (دف) کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ بعض صوفیاء سے سرود سننا ثابت ہے۔ سرود ایک فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں، آلات موسیقی کے بغیر صرف اشعار سننا۔ متقدمین میں سے کسی سے بھی العیاذ باللہ معازف و ملاہی ثابت نہیں۔

(انوار محمود شرح سنن ابی داؤد: ۲/۱۱۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (م ۱۹۴۳ء) کا فتویٰ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت جو سماع متعارف ہے وہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

(امداد الفتاویٰ: ۵/۲۸۹)

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (۱۹۹۷ء) کا فتویٰ

دار العلوم دیوبند و سہارنپور کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی

فرماتے ہیں:

ڈھولک ہارمونیم وغیرہ کسی ساز کے ساتھ محفل منعقد کرانا شرعاً جائز نہیں۔ چشتیت کی آڑ میں کارآمد نہیں۔ حضرت خواجہ اجمیری کی طرف اس کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ جس چیز کو نبی کریم ﷺ نے صاف صاف منع فرمادیا ہو اس کو کوئی جائز نہیں کرسکتا۔ بزرگان دین رسول مقبول ﷺ کا خود بھی اتباع کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اتباع کی تلقین کرتے ہیں۔ خود بھی نافرمانی سے بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی نافرمانی سے بچاتے ہیں۔ خواہش پرستوں نے اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں بزرگوں کی طرف منسوب کردی ہیں وہ ہرگز قابل التفات نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں علامہ شامی نے تنقیح الفتاوی الحامدیہ ۲/۳۵۵ میں اس کو منع لکھا ہے۔ علامہ حصکفی سکب الانہر ۲/۵۵۱ میں لکھتے ہیں:

لا اصل له في الدين زادة الجواهر و ما يفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس اليه و من قبلهم لم يفعله كذالك.

اس قوالی کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے اور ہمارے زمانہ کے نام نہاد صوفیاء جس طرح قوالی کرتے ہیں، وہ حرام ہے اس کا قصد کرنا اور قوالی کی محفل میں بیٹھنا جائز نہیں۔ پہلے بزرگوں نے ہرگز ایسا کام نہیں کیا۔

قوالی اور وجد کی ابتدا سامری کے دور سے ہوئی

علامہ دمیری اس کی ابتداء یوں نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر طرطوشی سے دریافت کیا گیا کہ کچھ لوگوں کا طریقہ ہے کہ کسی جگہ جمع ہو کر پہلے تو کچھ قرآن پڑھتے ہیں، اس کے بعد گویا کوئی شعر پڑھتا ہے جس پر وہ لوگ ناچنے لگتے ہیں، ان پر مستی سوار ہو جاتی ہے اور دف وغیرہ بھی بجاتے ہیں، تو کیا ایسوں کی مجلس میں حاضر ہونا جائز ہے؟ اس پر علامہ ابو بکر طرطوشؒ جواب دیا کہ یہ طریقہ جہالت، گمراہی اور باطل پرستی ہے، اسلام کی بناء تو صرف کتاب وسنت پر ہے (اور ان باتوں کا کتاب وسنت سے دور کا بھی تعلق نہیں)۔ یہ رقص اور مستانگی سامری

کے ماننے والوں کی ایجاد ہے جو بچھڑے کو معبود بنا کر اس کے گرد ناچتے اور کودتے تھے۔ لہذا جاہل صوفیوں کا یہ طریقہ دراصل کافروں اور مشرکوں کا طریقہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اس درجہ سکون اور وقار ہوتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ صحابہ کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ لہذا با اختیار اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ ایسے ناچنے اور گانے والے پیروں کو مسجد میں آنے تک سے روک دیں اور خدا پرست مسلمان کے لئے ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ ان کی مجلس میں قدم رکھے اور انکی باطل پرستی میں کوئی بھی حصہ لے۔ اس (سماع اور قوالی) کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔ علامہ کردری نے فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب وجیز میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر قوی دلائل قائم کیے ہیں۔ اسلاف میں سے اگر کسی نے اضطراری خصوصی (جذب کی) حالت کی وجہ سے قوالی سنی بھی تو ان کا یہ فعل قابل حجت نہیں بن سکتا۔ حجت شرعیہ تو قرآن پاک اور حدیث شریف ہے اور دونوں کی تشریح و تفصیل فقہ ہے بس۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۱۴۰)

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

بریلوی حضرات قوالی کو ایمان و ثواب سمجھتے ہیں، عرسوں میں قوالی لازمی ہوتی ہے جس میں علماء و پیر صاحبان بڑی پابندی سے شرکت کرتے ہیں اور وجد کے نام پر رقص بھی کرتے ہیں اور قوالی جیسی خرافات میں اللہ و رسول کے نام کی توہین کرنے میں اعلیٰ درجہ کا ثواب سمجھتے ہیں، اس کی مخالفت کرنے والوں کو وھابی دیوبندی کا طعنہ دیتے ہیں۔ لیکن اپنے مجدد امام کی بھی سنیں جس کے نام پر ان حضرات کی روٹیاں قائم ہیں اور جس کے نام پر یہ مرغ مسلم اور بریانی کی پلیٹوں کا صفایا کرتے ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی سے پوچھا گیا:

سوال: آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا، بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا کہ چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں وہاں چلا گیا، وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے، ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیران پیر کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں، کیا اس فعل سے رسول

اللہ ﷺ اور اولیاء خوش ہوتے ہوں گے؟ اور حاضرین جلسہ گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کس طرح کی؟

الجواب: ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں سے ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنیوالے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ (احکام شریعت: ۱/۳۳)

عرس اور قوالی کرنے والے گمراہ جاہل پیر اور قوالی پرست علماء اعلیٰ حضرت کے بیان کردہ گناہوں کو ہی گننا شروع کر دیں تو ساری عمر صرف ہو جائے گی۔ کسی دیوبندی کے فتوے پر اگر عمل کرنے سے الرجی ہے تو بے شک رہے لیکن اپنے مجدد اعلیٰ حضرت امام کے فتوے کو جوتی کی نوک پر نہ رکھیں، اس کا تو کچھ لحاظ کیجئے۔ اگر مسلک بریلویت کی دعویداری ہے ورگرنہ یہ بریلویت بھی نہیں، نفس پرستی، خواہش پرستی اور اندر کی مستی ہے۔

اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ

احمد رضا خان بریلوی سے عرض کیا گیا کہ کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوب الٰہی قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد: یہ واقعہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لیا ہے، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں، حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے، حضرت سید ابراہیم میر جی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے پیروں کے سلسلہ میں سے ہیں، باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گذارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراہیم امیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، تم جاننے والے ہو مواجہ اقدس

میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں، میں ابھی چلتا ہوں۔ انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا، دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں، ایں بد بختاں وقت مارا پریشان کردہ اند۔ وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا، آپ نے دیکھا۔ (ملفوظات حصہ اول: /۹۰)

قوالی میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی انتہائی گستاخانہ اور غلیظ انداز میں لیا جاتا ہے۔ پھر ڈھول اور باجے بجائے جاتے ہیں، پھر اس میں رقص بھی ہوتا ہے۔ بعض جگہ مرد حضرات مریدان باصفا پیران پیر سمیت طوائفوں کی طرح ناچتے ہیں اور بعض مقامات پر تو باقاعدہ کنجریاں نچوائی جاتی ہیں۔ اور اس کو سماع کا مقدس نام دے کر اللہ و رسول کے احکامات کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔ مولوی حضرات اور پیر صاحبان مستی کے عالم میں جھومتے رہتے ہیں اور کچھ تو اٹھ کر خود بھی اس محفل کو گرم کر کے ثواب کماتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس لیئے تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا تھا کہ دین کو بگاڑنے والے یہی مولوی اور پیر ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے انہی کو اشرار الناس تحت ادیم السماء یعنی آسمان کے نیچے بد سے بدتر مخلوق فرمایا ہے۔ (اللھم احفظنا منه)

قبروں کو سجدہ کرنا

موجودہ وقت میں بے دینی اتنی عام ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو معبود بنالیا گیا ہے۔ دو پیسے کے لئے ایمان چھوڑا جاتا ہے، بے ایمانی دھوکہ دہی، لوٹ کھسوٹ کی ہر جگہ بھرمار ہے۔ رشوت، سود خوری، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی اور دیگر منکرات گویا معمول زندگی کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ ناچ گانے، رقص وسرود، شراب وشباب کی محفلیں جمائے بغیر لمحات زندگی گذارنا مشکل ترین امر بن چکا ہے۔ لیکن ان تمام خرابیوں کے باوجود کوئی بھی کلمہ گو مسلمان کسی بت کو سجدہ کرنا گوارا نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی مسلمان سے اس کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر بزرگوں، ولیوں کی قبروں پر جبیں سازی کرنے والے بہت ملیں گے۔ زندہ پیروں، فقیروں کے سامنے جبین نیاز کا تقدس لٹانے والے کافی مقدار میں ملیں گے۔

یہ پیر نما پنڈت دراصل پیر نہیں بلکہ پیٹ کے پجاری۔ خواہشات نفسانیہ کے غلام

اللہ ورسول کے باغی ہیں جو لوگوں سے اور خصوصاً اپنے مریدوں سے اپنے سامنے سجدہ کروا کر خوش ہوتے ہیں اور جب مر جاتے ہیں تو وہی مرید جا کر قبر پر اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور پھر جتنا بڑا دربار ہوگا اس کے اندر جتنے زیادہ قمقمے ہوں گے، اس کے بقدر لوگ وہاں زیادہ جبہ سائی کریں گے۔ اگر یہ ایمان کے ڈاکو نہ ہوتے تو لوگ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناتے یا یہ گدی نشین کسی مرد کو اپنے سامنے سجدہ نہ کرنے دیتے۔ تو بھی آج ہر درگاہ و مزار سجدہ گاہ نہ بنتا۔ لیکن جب آدمی جادہ مستقیم سے ڈگمگاتا ہے تو اس کے اندر فرعونیت کا جذبہ ابھرتا ہے چاہے وہ مال و دولت کی صورت میں ہو یا ملک و سلطنت کی صورت میں ہو یا جبہ و دستار کی شکل میں ہو۔ مخلوقات کو اپنے سامنے جھکانے میں اسے خوشی محسوس ہوتی ہے اگرچہ وہ فرعون کی طرح بزبان قال اس کا دعویٰ نہ بھی کرے مگر بزبان حال وہ اس دعوے پر قائم ہے۔

کسی بھی آستانے پر جا کر دیکھیں، پیر صاحب کی وہی تعظیم ہوتی ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد اس کے مزار پر وہی سب کچھ ہوتا ہے جو اس کی زندگی میں ہوتا رہا حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کے احکامات بالکل واضح ہیں۔ بخاری مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے:

ان رسول اللہ ﷺ قال فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد.

(بخاری ص ۱۸۶/۱، مسلم ص مشکوٰۃ ص ۶۹)

آنحضرت ﷺ نے اس بیماری میں جس سے اٹھ نہ سکے (یعنی مرض وفات میں) فرمایا، عیسائیوں اور یہودیوں پر خدا کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنائے رکھا۔

آپ ﷺ نے اس خوف سے کہ مبادا میری امت کے لوگ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالیں، اس فعل شنیع کی ممانعت کا اظہار یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ ان امتوں کے لوگ اپنے انبیاء کی قبروں پر سجدہ کیا کرتے ہیں۔

قبروں کو سجدہ گاہ بنانا دو طریقوں سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ صاحب قبر یا محض قبر کی

عبادت و پرستش کے مقصد سے قبروں پر سجدہ کیا جائے جیسا کہ بت پرست بتوں کو پوجتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ تو قبر کو کیا جائے مگر اس سے مقصد خدا تعالیٰ ہی کی عبادت و پرستش ہو اور یہ اعتقاد ہو کہ اس طرح قبر کی نماز پڑھنا اور سجدہ کرنا درحقیقت پروردگار حقیقی کی عبادت کرنا ہے۔ اور یہ کہ اس طریقے سے پروردگار کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اس کا قرب میسر ہوتا ہے۔ یہ دونوں طریقے غیر مشروع اور خدا اور سول کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔ پہلا طریقہ تو صریحاً کفر و شرک ہے۔ دوسرا طریقہ بھی حرام ہے کیونکہ اس میں خدا کی پرستش و عبادت میں دوسرے کو شریک کرنا لازم آتا ہے، اگرچہ شرک خفی ہے۔ یہ دونوں طریقے خدا کی لعنت کا سبب ہیں۔ یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ نبی کی قبر یا کسی بزرگ ولی کی قبر کی طرف از راہ بزرگی و تعظیم نماز پڑھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (مظاہر حق:۱/۵۰۰)

اسلام نے قبروں کے متعلق افراط و تفریط سے احتراز کرنے کا حکم دیا ہے۔ نہ تو ان کی توہین روا رکھی ہے اور نہ ہی حد سے زیادہ تعظیم جائز قرار دی ہے۔ اور یہ تعظیم قبور شرک پھیلنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے شرک کے سد باب کے لئے قبروں کو سجدہ کرنے سے منع فرما دیا کیونکہ امم سابق اسی طریقے سے گمراہ ہوئی تھیں۔ امام مسلم نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم و صالحيهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجدا انى انهاكم عن هذا. مسلم ، مشكوٰة.

خبردار! تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، لہذا آگاہ رہو، تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔

بڑی تاکید کے ساتھ زوردار الفاظ میں امت کو منع کیا کہ امم سابقہ کی طرح اپنے انبیاء و اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، سجدہ خالق کائنات کا حق ہے نہ نبی کا حق ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی ولی کی شرکت اس میں ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں جہاں بڑے درگاہ، مزارات ہیں، وہاں جا کر دیکھیں تو کوئی ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہے، کوئی بحالت رکوع قبر کے سامنے سرنگوں ہے، کوئی پیشانی زمین پر رگڑ رہا ہے، مزار سے واپسی میں الٹے پاؤں لوٹتے ہیں کہ کہیں صاحب قبر کی طرف

پشت نہ ہو جائے۔

آج درگاہوں پر وہی کچھ ہو رہا ہے جس کا آنحضرت ﷺ کو اندیشہ تھا، جس سے امت کو منع کیا تھا، جس کو لعنت کا سبب فرمایا تھا، جس کو خدائی غضب کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ لیکن امت میں کچھ ایسے بد مغز بھی پیدا ہوئے جنہوں نے عبادت و تعظیم کی بحث چھیڑ کر عبادت کو علیحدہ کیا، تعظیم کو علیحدہ کیا۔ پھر سجدہ تعظیمی جائز قرار دے کر شرک کا وہ دروازہ کھول دیا جسے آنحضرت ﷺ نے بند فرمایا تھا۔ امام مالک نے عطا بن یسار سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

اللھم لا تجعل قبری و ثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبور انبیائھم مساجدا. (مشکوٰۃ: ۷۲)

اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنا جس کو پوجا جائے، اللہ کا غضب سخت بھڑکتا ہے اس قوم پر جو اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنائے۔

اسی دعا کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قبر مبارک کی حفاظت فرمائی، کوئی وہاں سجدہ نہیں کر سکتا۔ ورنہ یہ کھوتے شاہ، چوہے شاہ، پسوڑی شاہ کی قبروں پر پیشانی رگڑنے والے وہاں کیا کچھ نہ کر چکے ہوتے۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیرہ گیا، وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ آنحضرت ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ارئیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقت لا: فقال لا تفعلوا لو کنت امرا احدا ان یسجد لاحد لا مرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق.

(ابو داؤد ، ابن ماجہ، مشکوٰۃ: ۲۸۲.

دیکھو! اگر تم میری قبر کے پاس سے گذرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر (زندگی میں بھی) نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، اس

حق کی وجہ سے جو اللہ نے مردوں کا ان پر رکھا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی اجازت مانگنے پر آپ ﷺ کا ارشاد

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے درمیان تشریف فرما تھے، ایک اونٹ آیا اور آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔ (یہ دیکھ کر) آپ کے صحابہ نے عرض کیا:

یا رسول اللہ تسجد لک البھائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم و لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لا مرت المراۃ ان تسجد لزوجھا. (مشکوۃ ص ۲۸۳)

یارسول اللہ! جانور اور درخت آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم ان سے زیادہ اس لائق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو، اگر میں کسی کو کسی (غیر اللہ) کا سجدہ کرنے کا حکم دے سکتا تو یقیناً عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لو کنت امر احدا ان یسجد لاحد لا مرت المراۃ ان تسجد لزوجھا. (ترمذی ص ، مشکوۃ: ۲۸۱)

اگر میں کسی کو یہ حکم کر سکتا کہ وہ کسی (غیر اللہ) کو سجدہ کرے تو میں یقیناً عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

ان تمام روایات میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو اپنے سامنے سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام مخلوقات میں سب سے بڑی ہستی ہیں، اسی وجہ سے قیس بن سعدؓ نے جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کے سامنے جھکتے ہیں تو ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ اپنے اس سردار کے سامنے جھکتے ہیں اور ہمارے سردار امام الانبیاء علیہ السلام ساری مخلوق

کے سردار ہیں، وہ زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے سامنے سجدہ کیا جائے۔ پھر جب انہوں نے اپنا یہ خیال دربار رسالت ﷺ میں بیان کیا تو جواب ملا کہ میں زندہ ہوں، تمہارے سامنے ہوں، کل کو جب میں قبر میں چلا جاؤں گا کیا وہاں بھی سجدہ کرو گے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ایسا تو نہیں کر سکتا یعنی آپ کی قبر کو تو سجدہ نہیں کریں گے۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ صحابہ کرامؓ کسی صورت میں کسی قبر کو سجدہ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے چاہے وہ آنحضرت ﷺ کی قبر ہی کیوں نہ ہو۔ جو لوگ موجودہ زمانہ میں یا اس سے قبل اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ کرتے آئے ہیں یا سجدہ کرتے ہیں یہ صحابہ کرامؓ کی کس قدر پیروی کرنے والے ہیں۔

جب جانور نے سجدہ کیا تو بتقاضائے بشریت ان کے دلوں میں خیال آیا کہ جب جانور جو غیر مکلف ہیں، آپ ﷺ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم ان سے زیادہ لائق ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ آپ نے وہی جواب دیا جو قیس بن سعد کو دیا تھا کیونکہ پیغمبر لوگوں کو اللہ واحد لاشریک کے سامنے جھکاتے ہیں، اپنے سامنے کسی کو نہیں جھکاتے اور نہ ہی کسی نبی کو اس کی اجازت ہے۔

وما كان لبشر ان يوتيه الله الكتاب والحكم والنبوة ثم يقول للناس كونوا عبادًا لى من دون الله ولكن كونوا ربانيين.

(ال عمران)

کسی آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب دین کی سمجھ اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یہ کہتا ہے کہ) تم اللہ والے بن جاؤ۔

یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں، تو وہ لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلاتا اور نہ ہی اپنے سامنے جھکاتا ہے بلکہ وہ تو لوگوں کو اللہ سے ملاتا ہے، اس کی بندگی پر آمادہ کرتا ہے اور اس کے سامنے جھکاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، عبادت اپنے رب کی کرو، سجدہ عبادت ہے اور عبادت اللہ کے سوا کسی کی جائز نہیں، البتہ اپنے بھائی کی تعظیم کرو، یعنی میری ذات اور میرے منصب کے مطابق تمہاری عقیدت و محبت کا بس اتنا تقاضا ہونا چاہئے کہ تم اپنے دل میں میری محبت رکھو اور ظاہر و باطن میں میری اطاعت و

تابعداری کرو۔

جب رسول کریم ﷺ کو سجدہ کرنا جائز نہیں، نہ آپ کی زندگی میں اور نہ وفات کے بعد قبر پر جائز ہے تو پھر کسی ولی، پیر، استاد، علامہ صاحب کی قبر پر سجدہ کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ لعن اللہ الیہود والنصاریٰ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سبب لعنهم اما لانهم كانوا يسجدون لقبور انبيائهم تعظيما لهم و ذالك هوالشرك الجلي واما لانهم كانوا يتخذون الصلوٰة لله تعالىٰ في مدافن الانبياء والسجود على مقابرهم والتوجه الى قبوْرهم حالة الصلوة نظرا منهم بذالك الى عبادة الله والمبالغة في تعظيم الانبياء و ذالك هوالشرك الخفي لتضمنه ما يرجع الى تعظيم مخلوق فيما لم يوذن له فنهى النبي ﷺ امته عن ذالك اما لمشابهةذالك الفعل سنةاليهود او لتضمنه الشرك الخفي. (حاشیہ مشکوۃ: ۶۹)

یہود و نصاریٰ کے ملعون ہونے کا سبب یا تو یہ تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کی خاطر ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے، یا اس وجہ سے کہ وہ انبیاء کے دفن ہونے کی جگہ اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھتے تھے اور ان کی قبروں پر سجدہ کرتے تھے اور نماز کی حالت میں ان قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ بیک وقت دو نیک کام انجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی، انبیاء کی تعظیم میں مبالغہ بھی۔ اور یہ شرک خفی تھا کیونکہ یہ فعل مخلوق کی ایسی تعظیم کو متضمن تھا جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا، یا تو اس وجہ سے کہ یہ فعل یہودیوں کے طریقوں سے مشابہت رکھتا ہے یا اس میں شرک خفی پایا جاتا ہے۔

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فعلم ان يحرم الصلوٰة الى قبر نبي او صالح تبركاً واعظاماً قال و بذالك صرح النووي. (حاشیہ مشکوۃ: ۶۹)

پس معلوم ہوا کہ تبرک اور تعظیم کے طور پر کسی نبی یا ولی کی قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام ہے۔ امام نوویؒ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

دار العلوم دیو بند کا فتویٰ

سوال: زید متبع شریعت ہے لیکن بکر نے ایک مرتبہ بچشم خود دیکھا کہ زید ایک بزرگ کے مزار پر گیا اور قبر پر پیروں کی طرف پیشانی رکھ دی اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر داہنی جانب کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔ زید کا یہ فعل جائز ہے یا نہ؟

جواب: زید کا یہ فعل بے شبہ ناجائز اور حرام ہے اور عام و خاص کسی کے لئے یہ درست نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۴۵۲/۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا فتویٰ

سجدہ کردن بسوئے قبور اولیاء و طواف گرد قبور کردن و دعا از آنہا خواستن و نذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از اں بکفر میر ساند پیغمبر ﷺ بر آنہا لعنت گفتہ و از اں منع فرمودند و گفتہ کہ قبر مرا بت نہ کنند۔ (مالا بد منہ: ۸۸)

اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا اور قبر کے گرد طواف کرنا اور ان سے دعا مانگنا، ان کے لئے نذر قبول کرانا حرام ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سی چیزیں کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان چیزوں پر لعنت فرمائی ہے اور ان سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میری قبر کو بت نہ بنالینا۔

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ

فی المدارج و بوسہ دادن قبر را و سجدہ کردن آنرا و سر نہادن حرام و ممنوع است الخ۔

"مدارج میں ہے اور بوسہ دینا قبر کا اور اس کو سجدہ کرنا اس پر سر رکھنا حرام ہے اور ممنوع ہے اور والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں ایک فقہی روایت نقل کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ لا یجوز جائز نہیں اور لا یجوز کا ادنیٰ گناہ، گناہ صغیرہ ہے اور اس پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ

ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ:۱۴۴)

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر بہ نیت عبادت ہو تو وہ کفر صریح اور ارتداد محض ہے (نعوذ باللہ) اور اگر بہ نیت عبادت نہ ہو بلکہ قصد تعظیم معروف ہو تو ارتداد کفر تو نہیں لیکن سخت ترین گناہ اور قریب شرک کے ہے۔ (سنت و بدعت:۶۸)

جامعہ خیر المدارس کا فتویٰ

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غیر اللہ (مثلاً قبور وغیرہ) کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا نہ؟ اور اگر جائز نہیں تو جائز کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: بوسہ دینا قبور اولیاء و دیگر صحابہ عظام کو اور طواف کرنا قبر کے گرد اور تعظیماً سجدہ کرنا یہ سب عادات نصاریٰ و طریقہ پرستش کفار ہے۔ حضرت علامہ ملا علی قاری اپنی کتاب شرح مناسک میں باب زیارت مزار پر انوار ﷺ کے آداب میں تحریر فرماتے ہیں:

لا يطوف اى لايدور حول البقعة الشريفةلان الطواف من مختصات الكعبة المنيفة فيحرم حول قبور الانبياء والالياء ولا عبرة لما يفعله الجهلة الى ان قال واما السجدة فلا شك انها حرام. (عزيز الفتاوى: ۱/۱۰).

قال الله تعالىٰ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذى خلقهن. حم سجده. وقال الله تعالىٰ وان المساجد لله (الجن).

دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں حیرہ گیا، میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، پس آپ ﷺ اس کے مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کے لئے

سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ (مشکوٰۃ:۲/۲۸۲)

الحاصل اس آیت شریف حدیث صحیح اور اجماع امت سے سجدہ تعظیمی کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے قصے سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ سابقہ شریعت کی بات ہے جو ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئی ہے۔ نیز ہوسکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کا سجدہ، سجدہ حقیقی نہ ہو جیسا کہ تفسیر جلالین میں ہے:

و خروا له سجداً سجود انحناء لا وضع جهة كان تحيتهم في ذالک الزمان (جلالین: ۱۹۸)

الغرض شریعت محمدیہ میں تعظیمی سجدہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ (خیر الفتاویٰ: ۳/۱۷۱)

مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن گنگوہی کا فتویٰ

مزاروں کے دروازے پر جا کر سر رکھنا سجدہ کی ہیئت بنانا اگر بقصد التعظیم ہو تو حرام ہے اگر بقصد عبادت ہو تو شرک ہے، قبر کو بوسہ دینا یا مزار کے در و دیوار کو چومنا بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۶۰)

دارالعلوم حقانیہ کا فتویٰ

قبر کے قریب سجدہ کرنا جبکہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور قبر کو سجدہ تعظیم کرنا حرام ہے اور سجدہ عبادت کرنا شرک ہے اور بعض نے سجدہ تعظیمی کو بھی شرک قرار دیا ہے، لہٰذا کسی بھی قبر کو سجدہ کرنے سے پرہیز کیا جائے اور جو کرتے ہیں ان کو اس سے منع کیا جائے اور توبہ واستغفار کی تلقین کی جائے۔ (فتاویٰ حقانیہ: ۱/۱۸۲)

احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ

ہمارے علماء نے تصریح کی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو، یہی ادب ہے۔ پھر تفصیل کیونکر متصور ہوسکتی ہے۔ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ (احکام شریعت: ۳/۴،۳)

اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولوی امجد علی فرماتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔ (اشعہ اللمعات)

اور قبر کا طواف تعظیمی منع ہے اور اگر برکت لینے کے لئے گرد مزار پھرا تو حرج نہیں مگر منع کیے جائیں بلکہ عوام کے سامنے کیا بھی نہ جائے، کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔

(بہار شریعت: ۴/۱۷۵)

الزبدۃ الزکیہ لتحریم السجود التحیہ (مصنفہ احمد رضا خان بریلوی) میں ہے کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے اور سور کھانے اور شراب پینے سے بھی بڑا گناہ ہے جس کو قرآن عظیم نے کفر سے تعبیر فرمایا اور رکوع کی حد تک جھکنا بھی حرام ہے (احسن الفتاویٰ: ۹)

اور رسالہ جواہر القرآن فی اسرار الارکان میں لکھتے ہیں کہ وقت زیارت دیوار حجرہ محترمہ کو مس نہ کرے (ہاتھ نہ لگائے) اس سے نہ چمٹے، گرد روضہ انور طواف نہ کرے، زمین نہ چومے، پیٹھ مثل رکوع نہ جھکائے، تعظیم رسول اللہ ﷺ ان کی اطاعت میں ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ۱۹۹۔ مفتی مدرسہ مظہر الاسلام بریلی: ۹)

اعلیٰ حضرت کے ارشاد پڑھیں اور ان کے متبعین کا طرز عمل دیکھیں، خود وہ جو کچھ بھی کریں مگر عوام کے لئے ان کا یہی معیار ہے مگر ان کے متبعین اپنے آپ کو عوام کب سمجھتے ہیں، وہ تو مقام تحقیق سے بھی آگے نکل کر مقام شرک تک جا پہنچے ہیں، اللہ ہی انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

قبروں پر پھول چڑھانا

قبر پر پھول، چادر جھنڈیاں لگانا عین دین سمجھا جاتا ہے اور ہر قبرستان میں ایسی قبر ضرور پائی جائے گی جس پر جھنڈے لہرا رہے ہوں۔ چادر پڑی ہوئی، پھول نچھاور کئے گئے ہوں اور اسی قبر والے کو تمام قبرستان کا چیئر مین سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی سے دعائیں بھی مانگی

جاتی ہیں، سجدہ طواف بھی کیا جاتا ہے اور ہر روز ایک نیا جھنڈا وہاں لہرایا جاتا ہے۔ ان جھنڈوں، پھولوں اور چادروں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

آیئے قرآن کا مطالعہ کیجئے، پیغمبر علیہ السلام کی احادیث کی ورق گردانی کیجئے تو کہیں کسی کتاب، کسی کونے میں بھی یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ جناب محمد مصطفی ﷺ کی قبر مبارک روئے زمین کی تمام قبروں سے افضل ہے بلکہ عرش سے بھی افضل ہے اور صحابہ کرام تمام امت میں افضل ترین مخلوق ہیں، پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ جو عشق و محبت صحابہ کرام کا تھا، آج اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن کسی صحابی نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر چادر نہیں چڑھائی نہ ہی جھنڈا لگایا نہ ہی پھول نچھاور کیے۔

اس زمانہ میں قبریں بھی تھیں، پھول، چادر، جھنڈے بھی تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس عمل کو نہیں کیا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اس وقت اس کا وجود نہیں تھا۔ فقہ حنفی کی تمام کتابیں ان چیزوں سے خالی ہیں، کفن دفن، قبر کے تمام مسائل موجود ہیں۔ لیکن ان میں یہ مسائل کہیں بھی آپ کو نظر نہیں آئیں گے۔ پتہ نہیں اذہان فاسدہ نے کہاں سے اختراع کر کے ان خرافات کو دین میں داخل کر کے جزء لازمی قرار دیا ہے۔

دراصل یہ بھی قبر پرستوں، مجاوروں، گدی نشینوں کی ایجاد ہے۔ کیونکہ جس قبر پر چادر نہ ہو یا اس پر کوئی جھنڈا نہ لہرا رہا ہو، تو اس وقت تک اس پر کوئی نذرانے نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کو بابا جی شاہ جی کوئی تسلیم کرتا ہے۔ جہاں جتنا اونچا جھنڈا لگا ہوا تنا ہی وہ اونچے درجہ کا بابا جی سمجھا جاتا ہے۔ تو ان پجاریوں نے اپنے پیٹ پوجا کے لئے ان چیزوں کا اختراع کیا اور ان کے پارٹنرز ملاؤں نے ان کے لئے حدیثوں میں تحریف کر کے دلائل وضع کئے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل میں احبار و رہبان دونوں بگڑ چکے تھے اور یشترون بایٰت اللہ ثمنا قلیلا کے مصداق بن گئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس امت کے لوگ امم سابقہ کے قدم بقدم نہ چلیں اور وہ ہی خرابیاں اس امت میں پیدا نہ ہو جائیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ دین جب ہی بگڑے گا جب دین والے بگڑیں گے اور اسی بگاڑ کو دین سمجھ کر خود بھی کریں گے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ فضلوا واضلوا کے

مصداق بنیں گے۔ اور نا سمجھ جاہل لوگ ان کی تعلیمات وخرافات کو من عنداللہ سمجھ کر اسی کے اردگرد گھومیں گے۔ اس سلسلہ میں جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے اس میں ان خرافات کے متعلق کوئی اشارہ تک بھی نہیں ملتا۔

بخاری، مسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ دو قبروں پر سے گذرے تو آپ نے فرمایا:

انهما ليعذبان و ما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستتر عن البول و اما الاخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز في كل قبر واحدة قالوا يا رسول الله لما صنعت هذا فقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا.

(بخاری: ۱/۱۸۴، مسلم، نسائی)

ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا ہے، ایک تو ان میں سے پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تر شاخ لی، اسے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ نے یہ کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، شاید ان کے عذاب میں کچھ تخفیف ہو جائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔

مسلم کی روایت میں لایستنزہ من البول کے الفاظ ہیں۔ یعنی وہ شخص پیشاب کے چھینٹوں سے کچھ احتیاط نہ کرتا تھا۔

اذہان فاسدہ نے اس حدیث سے قبروں پر چادر، پھول، جھنڈے لگانے پر استدلال کیا ہے۔ مگر شراح حدیث نے بھی ان میں سے کسی چیز کا ذکر نہیں کیا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی توجیہہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ان شاخوں کے تر رہنے تک تخفیف عذاب کی امید جو آنحضرت ﷺ نے ظاہر فرمائی، اس کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی بناء اس پر ہے نباتات جب تک تروتازہ رہیں، حق تعالیٰ کی تسبیح کہتی ہیں اور آیت کریمہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ''اور نہیں کوئی شئی مگر تسبیح کہتی ہے اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔'' میں شئی سے زندہ شئی مراد ہے اور

لکڑی کی زندگی اسی وقت تک ہے جب تک وہ خشک نہ ہو اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک وہ ٹوٹ نہ جائے یا خاص تسبیح زندہ کے ساتھ مخصوص ہے اور جو تسبیح کہ ہر چیز کو عام ہے وہ اس کا وجود صانع پر اور اس کی وحدت اور صفات کمال پر دلالت کرتا ہے اور یہ جماعت اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے استدلال کرتی ہے۔ اور امام خطابی نے جو ائمہ اہل علم اور قدوہ شراح حدیث میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی اور صدر اول میں نہیں تھی۔ (اشعۃ اللمعات: ۱/۲۰۰)

اور بعض نے کہا ہے اس تحدید و توقیت کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تخفیف عذاب کی شفاعت فرمائی تھی، پس آپ ﷺ کی شفاعت شاخ کے خشک ہونے تک کی مدت کے لئے قبول کرلی گئی اور ارشاد نبوی لَعَلَّ کا لفظ اسی طرف ناظر ہے۔ واللہ اعلم۔ اور علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ شاخ کے اندر دفع عذاب کی کوئی خاصیت نہیں بلکہ یہ عذاب میں تخفیف سید الانبیاء ﷺ کے دست مبارک کی برکت و کرامت تھی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس کا علم نبوت کے سپرد ہے کہ اس میں کیا راز ہوگا۔ اور جامع الاصول میں بریدہ صحابیؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی کہ دو شاخیں ان کی قبر میں گاڑ دی جائیں تو ممکن ہے کہ اس میں کوئی راز ہو اور وہ سبب نجات ہو جائے۔ دل عشاق حیلہ گر باشد۔ (اشعۃ اللمعات:)

حضرت شیخ کی اس تقریر کو غور سے پڑھئے کہ اس میں وہ کیا فرماتے ہیں کہ تخفیف عذاب کا سبب آنحضرت ﷺ کی شفاعت یا آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت و کرامت تھی ورنہ شاخ میں دفع عذاب کی کوئی خاصیت نہیں اور ٹہنیوں کا رکھا جانا صرف بطور علامت تھا۔ جس طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہو رہا ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا:

انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفعه ذالک عنهما ما دام العصنان رطبین. (مسلم ص ۲/۴۱۸).

میں دو قبروں کے پاس سے گذرا ان میں دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے اپنی شفاعت کے ذریعے پسند کیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں ان دونوں سے عذاب

کی کی ہو۔

دوم: جن لوگوں نے شاخ تر کو دفع عذاب کی علت قرار دیا اور پھر اس کو عام سبزہ وگل کی طرف متعدی کیا، ان میں کوئی بھی مجتہد نہیں جس کو اجتہاد و استنباط کا درجہ حاصل ہو۔ علامہ خطابی المتوفی ۳۸۸ھ نے ان لوگوں کا قول بے اصل قرار دے کر رد کیا ہے کہ یہ بات بے اصل ہے اور خیر القرون میں اس کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں مشہور حنفی عالم امام فضل اللہ تورپشتی سے نقل کرتے ہیں کہ اس تحدید کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان شاخوں کے تر رہنے کی مدت تک ان قبروں سے تخفیف عذاب کی شفاعت فرمائی تھی۔ رہا ان لوگوں کا قول جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تر شاخ اللہ کی تسبیح کہتی ہے جب تک اس میں تری باقی ہے، پس وہ عذاب قبر سے بچانے والی ہوگی، تو یہ قول بالکل بے مقصد اور لا طائل ہے، اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (لمعات: ۲/۴۴)

یعنی جن لوگوں نے قبروں پر پھول وسبزہ ڈالنے کا استنباط کیا ہے، اہل علم کے ہاں ان کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا یہ قول بے کار، فضول اور بے وزن ہے جس کا حدیث سے بالکل تعلق نہیں۔ دیگر بدعات وخرافات کی طرح یہ بھی ایک بدعت ہے۔

سوم: اس حدیث میں نہ سبزہ کا ذکر ہے نہ پھول کا نہ چادر جھنڈے کا۔ اس میں صرف ٹہنی کا ذکر ہے۔ اس سے اگر ثبوت ملتا بھی ہے تو فقط شاخ کا نہ پھولوں، چادروں، جھنڈوں کا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: ''اور اسی طرح جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی سبزہ وگل وغیرہ رطوبت والی چیزوں کا قبروں پر ڈالنا، یہ کوئی چیز نہیں، سنت ہے تو صرف شاخ گاڑنا۔ (عمدۃ القاری: ۱/۸۷۹)

چہارم: اگر ٹہنیوں کی رطوبت ہی کو تخفیف عذاب کا سبب تسلیم کر لیا جائے اور کیونکہ پھولوں میں بھی یہی رطوبت پائی جاتی ہے لہذا پھول ڈالنا بھی تخفیف عذاب کا باعث ہے، تو اس سے صرف گناہ گاروں، بدکاروں، فاسقوں، عذاب میں مبتلا لوگوں کی قبروں پر پھول ڈالنا ثابت ہوگا نہ کہ اولیاء کرام کی قبور پر۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے شاخ گاڑنے کی وجہ ان قبر والوں کا مبتلاء عذاب ہونا ارشاد فرمایا تو اس سے کسی ولی بزرگ کی قبر پر پھول ڈالنے کو ثابت کرنا انتہائی جہالت اور ذہنی فتور کا نتیجہ ہی ہو سکتا ہے۔

پنجم: آپ ﷺ نے جن قبروں پر شاخ تر گاڑی تھی، وہ قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کافروں کی؟ فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابو موسیٰ مدینی کہتے ہیں کہ یہ کافروں کی قبریں تھیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی قبریں تھیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ حدیث جابر میں بظاہر کافروں کی قبروں کا واقعہ ہے اور حدیث ابن عباس میں مسلمانوں کی قبروں کا۔ (فتح الباری: ۱/۲۵۶)

ششم: آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی قطعی یا کشف معلوم ہو گیا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے، تو آپ ﷺ نے تخفیف عذاب کے لئے ان پر شاخ کے دو ٹکڑے گاڑ دیئے۔ کیا پھول و چادر ڈالنے والے تمام حضرات اصحاب کشف ہیں اور انہیں عذاب بھی نظر آتا ہے تو اولیاء اور بزرگوں کی قبروں میں۔ ہم تو بقول ان کے اولیاء کرام کے گستاخ ہیں مگر جو لوگ کافروں، معذب و مقہور قبروں کا معاملہ اولیاء کی قبروں کے ساتھ کریں تو انہیں کس نام سے پکارا جائے؟ اولیاء کی گستاخی کون کر رہا ہے؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہفتم: اگر شاخ گاڑنا پھول ڈالنا تخفیف عذاب کا سبب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو آنحضرت ﷺ کی ہر ادا پر مر مٹنے والے تھے، اس کو اپنا معمول بنا لیتے، ہر قبر پر ٹہنیوں کے انبار لگا دیتے اور جب بھی ٹہنی خشک ہوتی دوسری توڑ کر رکھ دیتے لیکن در کسے کتاب ندارد۔

ہشتم: آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور خیر القرون سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر چادر ڈالی ہو یا ٹہنی رکھی ہو یا پھول ڈالے ہوں۔ یا کم از کم ایک جھنڈا ہی لہرایا ہو۔ رہی حضرت بریدہ بن الخصیب کی وصیت کہ میری قبر پر ٹہنی رکھ دینا، اس کے جواب میں محدث اعظم امام اہلسنت استاذی و مرشدی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

اس سے استدلال کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انہوں نے انکساری سے اپنے کو گنہگار سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا خیر القرون میں سے کسی نے کسی کو ولی اور بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر ٹہنیاں رکھی ہیں؟ اور کیا ان سے چادریں

ڈالنے کا ثبوت ہے؟ اسی جز میں اختلاف ہے اور بس۔

سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجا است۔ (راہ سنت: ۱۹۹)

ملا علی قاری الحنفی امام نووی سے نقل کرتے ہیں کہ جو لوگ اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر کھجور وغیرہ کے پتے ڈالتے ہیں، امام خطابی نے اس پر نکیر کی ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ شاید خطابی کے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایک واقعہ حال سے خاص ہے عموم کا فائدہ نہیں دیتی، اسی لئے اس کی گذشتہ توجیہات کی گئی ہیں۔ سوچ لو کہ یہ بات محل نظر ہے۔ (مرقات)

قبروں پر غلاف چڑھانے، چادریں ڈالنے کو بیت اللہ کے غلاف پر قیاس کرنا جہالت کی انتہا ہے۔ بیت اللہ اللہ کا گھر ہے، شعائر اللہ میں سے ہے اور آنحضرت ﷺ کے وقت سے پہلے بھی اس پر غلاف چڑھا ہوا تھا، پھر آپ ﷺ کی موجودگی میں یہ غلاف چڑھتا تھا، آپ ﷺ نے اس میں کوئی تغیر نہیں کیا جو کہ عین سنت ہے۔ اس پر تمام اولیاء کی قبور کو قیاس کر کے شاندار کپڑے ان کی قبروں کو پہنانا بدعت شنیعہ ہے اور یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

فی الاحکام عن الحجة نکره الستور علی القبور (رد المختار)

الاحکام میں الحجہ سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر چادر ڈالنا مکروہ ہے۔

ابوحنیفہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۹۰۵ء) کا فتویٰ

سوال: قبر پر خوشبو لگانا یا روشنی کرنا یا پھول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قبر پر پھول وغیرہ چڑھانا نادرست ہے اگر آمد و رفت زائرین ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو راستہ میں قبروں پر چراغ رکھنا درست ہے اور فضول روشنی ہر جگہ حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ۲۶۸)

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

سوال: اگر کوئی شخص قبر پر پھول بطور خوبصورتی کے رکھ دے تو کچھ حرج ہے یا

نہیں؟

جواب: قبر پر پھول وغیرہ ڈالنا نہ چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۵/ ۴۵۷)

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی (م ۱۹۵۳ء) کا فتویٰ

قبروں پر پھول چڑھانا جائز نہیں۔ (کفایت المفتی: ۴/ ۱۸۳)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن (م ۱۹۹۶ء) کا فتویٰ

فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی فرماتے ہیں:

قبروں پر پھول وغیرہ چڑھانا درست نہیں ہے، حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ سے دو قبروں پر شاخ گاڑنا منقول ہے، وہ بھی اس لئے ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا، وہاں نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کی برکت شامل تھی۔ اگر اس سے استدلال کر کے بزرگان دین کے مزارات پر پھول چڑھائے جاتے ہیں تو کیا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان بزرگان دین کو عذاب قبر ہو رہا ہے (معاذ اللہ) ان دو قبروں کے علاوہ حضور اکرم ﷺ سے کہیں شاخ گاڑنا بھی ثابت نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۱۹۵)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی (م ۲۰۰۰ء) کا فتویٰ

سوال: اپنے عزیزوں کی قبر پر پانی ڈالنا، پھول ڈالنا، آٹا ڈالنا اور اگربتی جلانا صحیح ہے یا غلط؟

جواب: دفن کے بعد پانی چھڑک دینا جائز ہے، پھول ڈالنا خلاف سنت ہے۔ آٹا ڈالنا مہمل بات ہے اور اگربتی جلانا مکروہ وممنوع ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/ ۳۱۶)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کا فتویٰ

پھول ڈالنے کی رسم بدعت ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(احسن الفتاویٰ: ۱/۳۷۴)

سلف میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی

ایک سابق بریلوی عالم دین مولانا محبوب عالم حزیں الاعظمی لکھتے ہیں کہ قبروں پر چادر چڑھانے کے بارے میں چادر کے شیدائیوں سے معلومات چاہیں تو بتایا کہ قبر پر چادر اظہار عظمت کے لئے چڑھائی جاتی ہے تا کہ دیگر قبروں سے یہ اللہ والے ممتاز نظر آئیں اور زائرین کی توجہ کا مرکز بن جائیں اور ان اللہ والے کا احترام مسلمانوں کی نگاہ میں دوسرے اصحاب قبور کے مقابلہ میں زیادہ رہے کیونکہ ان کا مرتبہ دیگر اصحاب قبور کے مقابلہ میں حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے بڑھا ہوا ہے۔ اور یہ اس طرح سمجھا گیا کہ جیسے احادیث وفقہ کی بہت سی کتابیں ہیں، کسی پر غلاف نہیں چڑھایا جاتا صرف قرآن پر غلاف، چڑھایا جاتا ہے تا کہ قرآن پاک دیگر کتابوں سے ممتاز نظر آئے اور اس کی عظمت دیگر کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ رہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ جس طرح دنیا کی ہر مسجد چاہے چھوٹی ہو یا بڑی شہر میں ہو یا دیہات میں، صرف پنج وقتہ یا جامع مسجد وہ سب اللہ کے گھر ہیں اور کعبہ شریف بھی بیت اللہ (اللہ کا گھر) ہے۔ ان مساجد میں صرف کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا جاتا ہے، اس کی بھی غرض ہے کہ دیگر مساجد دنیا سے کعبہ شریف کی عظمت زیادہ نظر آئے اور اہل ایمان دیگر مساجد کے مقابلہ میں کعبہ شریف کا احترام زیادہ کریں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اظہار عظمت کے لئے مزارات پر چادر ڈالی جاتی ہے تو سب سے پہلے انبیاء کرام کے مزارات اس کے زیادہ حقدار تھے کہ ایک ایک نبی ورسول کا مزار بنتا اور ان پر چادریں چڑھائی جاتیں کیونکہ ان کی ذات سب سے زیادہ عظمت کی حامل ہے اور انسانوں، جنات، فرشتوں، غرض ساری مخلوقات سے ان کا مرتبہ بلند اور اونچا ہے اور دنیا میں جو سب سے قیمتی کپڑا ان کے زمانہ کے لحاظ سے ہوتا، اس کی چادر ان

حضرات کی قبر انور پر ڈالی جاتی۔ مگر جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اور نبیوں رسولوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا ہے، آج تک کسی نبی ورسول کی قبر پر چادر ڈالنے اور چادروں کے جلوس کا پتہ نہیں چلا ہے اور کیوں پتہ چلے گیا جب ان کی قبروں پر چادریں ڈالی ہی نہیں گئیں بلکہ ان کے مزارات تک کا پتہ نہیں ہے۔

ان کے بعد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کا مرتبہ امت میں تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ بلند ہے، ان حضرات کی قبروں پر چادر ڈالنے کا رواج کہیں نہیں ملتا بلکہ قبر کے اوپر سائبان تک کو صحابہ کرام نے گوارا نہیں کیا۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے عبدالرحمٰن کی قبر پر سائبان لگا دیکھا تو فرمایا، اے لڑکے اس کو الگ کر دے، ان پر تو ان کا عمل سایہ کر رہا ہے۔

صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، ائمہ احادیث رحمہم اللہ اور اہل بیت ازواج مطہرات، حضرات حسنین رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے مزار پر قرون اولیٰ سے آج تک چادر نہیں ڈالی گئی۔ اگر قبور پر چادر ڈالنا اور اس کے ذریعہ بزرگوں کی عظمت مسلمانوں کے دلوں میں بٹھانا اچھا عمل ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقدس بندوں میں مختلف درجہ کے بزرگ ہوئے ہیں۔ یعنی نبی، رسول، صحابی، تابعی، تبع تابعی، غوث، ابدال، قطب، ولی وغیرہ۔ سب کی قبروں پر چادریں ڈالی جاتیں اور ان اہل قبور کے مرتبے اجاگر کرنے کے لئے کہ وہ کس درجے کے بزرگ ہیں، یعنی نبی ورسول ہیں یا غوث، قطب، ابدال وولی ہیں، چادروں کی بناوٹ اور رنگ کا تعین ہو چکا ہوتا اور صاحب قبر کے بارے میں زائرین کو معلومات ہوتیں یا نہ ہوتیں، قبر پر نگاہ پڑتے ہی اس کی چادر کے رنگ اور بناوٹ سے معلوم ہو جاتا کہ کس درجہ کا بزرگ ہے، پھر اس کا احترام اس لحاظ سے کرتے۔ یعنی نبی ورسول کا مزار ہوتا تو درود وسلام پڑھتے اور اگر کسی دوسرے درجہ کا بزرگ ہوتا تو احادیث کریمہ میں مذکورہ دعائیں پڑھتے۔

مگر قبروں پر چادریں ڈالنے اور چادروں کے جلوس نکالنے اور چادر چڑھانے اور منت ماننے کی شریعت میں کہیں ذرا بھی گنجائش نہیں ہے بلکہ غیر شرعی عمل ہے اس لئے قرآن و حدیث میں اس کا ذکر تک نہیں ملتا اور یہ کہنا کہ کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا جاتا ہے، اس لئے قبر پر چادر چڑھائی جاتی ہے، اول تو کعبہ شریف اللہ کا گھر ہے کسی کی قبر نہیں ہے کہ اس سے سند

پکڑی جائے۔ کعبہ شریف پر غلاف خود رسول اللہ ﷺ نے چڑھایا اور آپ کے بعد صحابہ کرام نے چڑھایا اور کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے کا سلسلہ زمانہ نبوی سے آج تک مسلسل چلا آ رہا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا عمل خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا کردار مسلمانوں کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔ اس میں چوں چرا کرنا ایمان سے دور ہونا ہے۔ اگر کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے سے قبروں پر چادر چڑھانے کا ثبوت بنتا تو صحابہ کرام اس پر بہت پہلے عمل کر چکے ہوتے اور کسی کلمہ گو کو اس سلسلہ میں زبان کھولنے کی گنجائش بھی نہ ہوتی۔

(اظہار حقیقت میں تاخیر جرم ہے: ۵۹)

قبروں پر چراغ جلانا

چراغ اور روشنی کی ضرورت زندہ انسانوں کو ہے نہ کہ مردوں کو۔ مردہ اگر صاحب ایمان ہے تو اس کی قبر منور اور وسیع ہو جاتی ہے اور تا حد نگاہ کھل جاتی ہے۔ اس کے لئے ظاہری چراغ اور روشنی کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر اہل بدعت نے اپنے کاروبار کو چلانے کے لئے بزرگان دین کے مزارات پر چراغ جلانے کی رسم ایجاد کر لی ہے اور اس چراغ جلانے کو عبادت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ غلط عقائد والے نذر و نیاز مانتے ہیں اور پھر اس نذر کو پورا کرنے کے لئے مزارات پر چراغ جلا کر اپنی نذر پوری کرتے ہیں۔ اور اب تو چراغ کی بجائے بجلی کے بلبوں اور قمقموں نے آسانی پیدا کر دی۔ اب ذرا قرآن و حدیث اور فقہائے امت کے ارشادات میں اس کی دینی اور شرعی حیثیت معلوم کر لیں کہ اللہ و رسول کیا فرماتے ہیں اور اکابرین امت اس خود ساختہ عمل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

نسائی، ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج. (ابو داؤد: ۱۰۵/۲)

علامہ ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

والنهی عن اتخاذ السراج لما فیه تضیع المال لانه لا نفع

لاحد من السراج ولانها من اثار جهنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کا النهی عن اتخاذ القبور مساجد.

قبر پر چراغ جلانے کی ممانعت یا تو اس لئے ہے کہ اس میں مال کو بے فائدہ ضائع کرنا ہے کیونکہ اس کا کسی کو نفع نہیں، یا اس لئے کہ آگ جہنم کے آثار میں سے ہے، یا اس کی ممانعت اس لئے ہے کہ قبروں کی تعظیم سے احتراز کیا جائے جیسا کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت بھی اسی وجہ سے ہے۔

اسلام نے ہر اس فعل سے انسان کو منع کیا ہے جس میں کسی کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ فضول مال ضائع کرنے اور فضول اوقات ضائع کرنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور قبروں پر جو چراغ روشن کئے جاتے ہیں یا موم بتی یا بلب جلایا جاتا ہے تو اس کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس طرح چراغ کو روشن کرنے والا ایک قبیح فعل کا مرتکب ہوتا ہے اور قرآن کی اس وعید کے زمرے میں آتا ہے کہ:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین.

بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

ذرا انصاف سے دیکھئے کہ یہ مزار پر یا کسی بھی قبر پر چراغ موم بتی، بلب جلانے والا کس کے ساتھ بھائی بندی کا ثبوت دے رہا ہے اور شیطان کا بھائی بن کر بزرگان دین کی کون سی خدمت کر رہا ہے۔؟ حالانکہ چراغ کی ضرورت زندوں کو ہے، مردہ کے لئے روئے زمین کی تمام روشنیاں بے فائدہ ہیں۔ اگر مردہ اپنے ساتھ ایمان وعمل کی روشنی لے کر گیا ہے تو اس کی قبر میں تا حد نگاہ روشنی ہی روشنی ہے اور اگر ایمان وعمل سے تہی دامن دنیا سے رخصت ہوا ہے تو سورج کو بھی لا کر اس کی قبر پر رکھ دینا اندھے کے سامنے چراغ رکھنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ممانعت کی دوسری وجہ: آگ جہنم کے آثار میں سے ہے اور اسے قبر سے دور رکھنا چاہئے نہ کہ قبر پر کسی بزرگ کے سرہانے جہنم کا شعلہ بھڑکا دیا جائے۔

ممانعت کی تیسری وجہ: قبروں کی تعظیم سے بچانے کے لئے ممنوع قرار دیا کہ اس پر چراغ جلایا جائے اور لوگ اس کی اتنی تعظیم شروع کر لیں کہ اسی کو معبود و مسجود بنالیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ جس قبر پر چراغ جل رہا ہو تو قبر پرستوں کے دل وہاں بے اختیار سرنگوں ہونا

چاہتے ہیں اور رفتہ رفتہ وہ شرک کا اڈہ بن جاتا ہے۔ اور وہ صاحب قبر خدا تعالیٰ کا مد مقابل بنا دیا جاتا ہے۔ بلکہ خدائی اختیارات تمام کے تمام اس کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں اور وہ ہی لوگوں کا ماویٰ وملجا بن جاتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے قبر پر چراغ جلانا اور مسجد بنانا منع فرما دیا اور اس مقام پر چراغ جلانے والوں اور اس کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

حضرت عمرو بن العاص کی وصیت

فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ:

فاذا انامت فلا تصاحبنی نائحة ولا نار. (مسلم: ۱/۷۶)

جب میری وفات ہو جائے تو نہ میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ میرے ساتھ آگ ہو۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے بھی یہ وصیت کی تھی کہ:

لا تتبعونی بنار. (موطا امام مالک: ۷۸)

میرے ساتھ آگ نہ لے جانا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما اتباع المیت بالنار فمکروہ للحدیث ثم قیل سبب الکراهة کونه شعار الجاهلیة وقال ابن حبیب مالکی کرہ تفاولا بالنار. (شرح مسلم: ۱/۷۶)

میت کے ساتھ آگ لے جانا حدیث کی رو سے مکروہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کراہت شعار جاہلیت ہونے کی وجہ سے ہے اور امام ابن حبیب مالکی کہتے ہیں کہ آگ بد فالی اور بد شگونی کی وجہ سے مکروہ ہے (کہ کہیں اس کا تعلق آگ سے ہی نہ ہو جائے)۔

یہ ہے صحابہ کرام کا معمول کہ آگ کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے اور وصیت کرتے ہیں کہ آگ کا ٹکڑہ ہمارے ساتھ نہ لے جایا جائے۔ لیکن بدعت پرستوں کے اذہان اس قدر الٹ ہو چکے ہیں کہ اسی آگ کے شعلے کو ولایت وقطبیت کا معیار بنا دیا گیا ہے۔ اسی قبر والے کو

پہنچا ہوا اور ولی کامل، مشکل کشا سمجھتے ہیں جس کے سرہانے جہنم کا شعلہ بھڑک رہا ہو اور اسی کو اولیاء و بزرگوں کی عظمت و محبت قرار دیتے ہیں۔

فقہائے امت کے ارشادات

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

نهى رسول الله ﷺ عن اتخاذ القبور مساجد وايقاد السروج عليها. (زاد المعاد ص ۱۴۶۱)

آنحضرت ﷺ نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے اور ان پر چراغ روشن کرنے سے منع کیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

وايقاد النار على القبور فمن رسوم الجاهلية

(فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۷۸)

قبروں پر آگ جلانا جاہلیت کی رسم ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی الحنفی المتوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

وتجب ازالة كل قنديل او سراج على القبر ولا يجوز وقفه و نذره (تفسير روح المعاني: ۸/۲۳۸)

قبروں پر جو قندیل یا چراغ ہو واجب ہے کہ اس کو دور کر دیا جائے اور اس کا وقف کرنا اور نذر بھی ناجائز ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفی لکھتے ہیں:

پیغمبر خدا ﷺ بر چراغ افروزاں نزد قبر و سجدہ کنندگان لعنت گفتہ (ارشاد الطالبین: ۲۲)

آنحضرت ﷺ نے قبر پر چراغ روشن کرنے اور اس کو سجدہ گاہ بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور و سرود ہا نواختن

معازف بدعات شنیعہ اند وحضور چنیں مجالس ممنوع (فتاویٰ شاہ رفیع الدین:۱۴)

اور حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعت شنیعہ میں سے ہے اور ایسی مجالس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔

مسلمان کے لئے تو صرف آقائے دو جہاں کا ایک ارشاد کافی ہے کہ اسی کو اپنی زندگی کا معمول بنالے لیکن جب آدمی گمراہی اختیار کرتا ہے اور پیٹ کی پوجا شروع کرتا ہے تو پھر وہ دنیا کے حصول کے لئے اندھوں کی طرح ہر طرف ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ جیسے بھی، جہاں سے بھی ہو لیکن اس کا پیٹ بھر جائے، اس کی خواہشیں پوری ہو جائیں۔ اسی کے لئے قبروں پر چراغ جلائے جاتے ہیں کہ لوگ انہیں بزرگ ہستی سمجھ کر نذرانے دینا شروع کر دیں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے اور جس پر آنحضرت ﷺ لعنت فرما دیں تو اس میں خیر بھلائی کیسے پائی جاتی ہے۔

تمام فقہاء، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اس چراغ جلانے کو ناجائز، ممنوع، بدعت شنیعہ، رسم جاہلیت قرار دے رہے ہیں اور اس کو ہٹانے کے متعلق فرمار ہے ہیں۔ لیکن ہمارے اس ملک میں قبرستان کا چکر لگا کر دیکھیں تو ہر قبرستان میں یہ ملعون کام ہو رہا ہے۔ ہر قبرستان میں ایک بابا جی کا وجود پایا جاتا ہے جس کے سرہانے آگ کا یہ شعلہ بھڑک رہا ہوتا ہے۔ اور اب تو ترقی ہوگئی، چراغ کی جگہ بجلی کے بلب نے لے لی۔ رات کی تاریکی آتے ہی اس کو روشن کیا جاتا ہے اور تا صبح وہ روشنی جل رہی ہوتی ہے۔ پتہ نہیں ان لوگوں کو پیغمبر خدا ﷺ کی احادیث مبارکہ کی مخالفت کرتے ہوئے کیا لطف محسوس ہوتا ہے کہ چن چن کر احادیث کی مخالفت کی جارہی ہے اور اس خباثت کے جواز میں بے سروپا دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ان صحیح احادیث اور اقوال فقہاء کی مخالفت تو وہی آدمی کر سکتا ہے جو عقل کا اندھا ہو یا خواہشات کا بندہ ہو یا بدعات سے گندہ ہو، حرام اس کا دھندہ ہو یا وہ جھوٹ کا پلندہ ہو، اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہو۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قبروں پر چراغ جلانا ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں اس کی صریح ممانعت آئی

ہے۔ (کفایت المفتی ۴/۱۸۴)

قبر پر چراغ جلانے میں فضول خرچی پائی جاتی ہے اور فضول خرچ کو قرآن نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربه کفورا. (بنی اسرائیل: ۲۷)

بے شک فضول خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذرا ہے۔

قبر پر چراغ جلانے والا مجاور یا سجادہ نشین جس کو لوگ بزرگ اور پہنچی ہوئی سرکار سمجھتے ہیں، اللہ کا قرآن اس کو شیطان کا بھائی قرار دے رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ سوچ وفکر کا مقام ہے۔ کیونکہ چراغ اور روشنی کا تعلق زندہ انسانوں کے ساتھ ہے جو انہیں اٹھنے بیٹھنے، کام میں نقصان سے بچا کر فائدہ دے۔ سوئے ہوئے کو چراغ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اٹھنے، بیٹھنے، چلنے پھرنے سے اس وقت قاصر ہے۔ اسی لئے شارع علیہ السلام نے سوتے وقت چراغ بجھانے کا حکم دیا ہے۔ تو پھر مرے ہوئے انسان کی قبر پر چراغ جلانے سے کیا فائدہ؟

شکم گرم رکھنے کے ہیں یہ بہانے

علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

وتجب ازالة کل قندیل او سراج علی القبر ولا یصح وقفه ولا نذره. (تفسیر روح المعانی: ۸/۲۳۸)

(**لنتخذن علیهم مسجدا** کی تفسیر میں) اور واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل یا چراغ ہو اس کو ہٹا دیا جائے اور اس کا وقف کرنا اور نذر کرنا بھی ناجائز ہے۔

قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر گنبد تعمیر کرنا

قبر فنا ہونے کی جگہ ہے اور اکثر انسان مٹی میں مل کر ختم ہو جاتے ہیں سوائے چند برگزیدہ نفوس کے جن کو اللہ صحیح وسلامت رکھتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے قبر کی پختگی اور نمائش سے منع فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے قبروں کو پختہ کرنے اور ان کو مضبوط کرنے اور ان پر

تعمیر کرنے سے منع فرمایا اور قبر جس قدر بوسیدہ ہوگی، اس قدر اس پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گا۔ مگر آج کل ہمارے معاشرہ میں اپنے مرحوم رشتہ دار کی سب سے بڑی خیر خواہی یہی سمجھی جاتی ہے کہ اس کی قبر کو بہتر سے بہتر طریقہ پر پختہ کیا جائے۔ سنگ مرمر کی ٹائلوں اور اعلیٰ کوالٹی کے پتھروں سے اس کو مزین، خوبصورت اور شاندار بنایا جائے۔ اور اس پر ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے خرچ کیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہزاروں اور لاکھوں روپے کے عوض گناہ خریدے جا رہے ہیں۔ کیا قبر کی شاندار عمارت سے صاحب قبر کو سکون مل جائے گا؟ کیا اس کے بداعمال دھل جائیں گے؟ اس کے گناہ مٹ جائیں گے؟ اور اسے کوئی فائدہ پہنچ جائے گا؟ جبکہ آنحضرت ﷺ نے اس چیز سے سختی سے منع فرمایا۔ تمام فقہاء، محدثین، علماء کرام نے اس چیز کی تردید فرمائی ہے اور قبر کو کچی رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

گناہ کے علاوہ اس کا ایک اور معاشرتی نقصان یہ ہے کہ انسانی آبادی بہت زیادہ پھیل چکی ہے، بہت سارے شہروں اور دیہاتوں میں قبرستان کی محدود اراضی ختم ہونے کو ہے اور بنی ہوئی قبریں اس قدر مضبوط تعمیر ہو چکی ہیں کہ سینکڑوں سال تک وہ نہیں مٹ سکتیں۔ جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر مردہ قبر میں مٹی ہو گیا تو اس کی جگہ دوسرے مردے کو دفن کیا جا سکتا ہے۔ مگر جب اس طرح قبریں پختہ ہوں گی تو سالہا سال تک وہ قائم رہیں گی اور قبرستان کی اراضی ختم ہو کر انسانی معاشرہ کے لئے بہت بڑے بحران کی شکل اختیار کرلے گی۔

تیسری خرابی بعض قبروں پر گنبدوں کی تعمیر ہے۔ قبر پرست طبقہ انہی قبروں پر پلتا ہے۔ ان کی زندگی کا گذر بسر قبروں اور مزاروں کی آمدنی پر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر شاندار گنبد تعمیر کرکے ذریعہ آمدنی بنا دیتے ہیں۔ اور لوگ شرک و بدعت میں مبتلا ہو کر اس صحاب گنبد کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس کے سامنے اپنی پیشانی کا تقدس لٹاتے ہیں۔ سجدہ، طواف، نذر و نیاز، قبر کے بوسے اور تمام خدائی اختیارات اس کے سپرد کر کے اسی سے سب کچھ مانگتے ہیں۔ ہمارے پاک و ہند میں جتنے بڑے مزارات اور درگاہیں ہیں، وہ شرک کے اڈوں کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور صرف شرک و بدعت کے منحوس اعمال ہی نہیں ہوتے، دوسرے غلط قسم کے تمام دھندے وہاں شروع ہو جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ وہاں مجروں کا کاروبار شروع ہو جاتا ہے اور وہ درگاہ منشیات کا مرکز بھی بنجاتی

ہے۔ ہر قسم کے نشئی لوگ وہاں جمع ہو جاتے ہیں، گھروں سے لڑکے لڑکیاں بھاگ کر ان درگاہوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں سے ان غلط کار لوگوں کے ہاتھوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غلط کاری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

آیئے قرآن وحدیث اور فقہاء وعلماء کے اقوال کی روشنی میں پختہ قبروں، منقش عالیشان درگاہوں کا شرعی جائزہ لیجئے کہ اللہ ورسول ﷺ کا کیا حکم ہے اور ہم مسلمان کس طرف چلے جارہے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ارشادات

١. عن جابر رضی اللہ عنہ قال نهى رسول الله ان يجصص القبر وان يقعد عليها وان يبنٰى عليها صحيح مسلم كتاب الجنائز: ۲۲۴۵/۱، سنن الترمذى كتاب الجنائز، سنن نسائى كتاب الجنائز، ابن ماجه كتاب الجنائز.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔

۲. عن ابى سعيد رضى الله عنه قال نهى نبى الله ﷺ ان يبنى على القبور او يقعد عليها او يصلى عليها. ابن ماجه كتاب الجنائز، مسند ابى يعلى: ۲۹۷/۲.

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے، ان پر بیٹھنے اور نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۳. عن ام سلمه رضى الله عنها نهى رسول الله ﷺ ان يبنى على القبر او يجصص (مسند احمد: ۲۹۹/۶)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر عمارت بنانے یا اسے پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔

۴. عن ابى الهياج الاسدى قال قال لى على بن ابى

طالبؓ الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته. صحیح مسلم کتاب الجنائز: ۱/۲۲۴۲، نسائی کتاب الجنائز، ابو داؤد کتاب الجنائز، ترمذی کتاب الجنائز.

ابوالہیاج اسدی فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا میں تمہیں اس کام کے لئے نہ بھیجوں جسکے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم کوئی تصویر و مجسمہ نہ چھوڑو مگر اسے مٹادو اور جو قبر زیادہ اونچی ہو (اسے عام قبروں کے) برابر کردو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلاد کفار کی طرف بھیجا تھا نہ کہ مسلمانوں کے شہروں کی طرف، اس لئے یہاں سے مراد مشرکین و کفار کی قبریں ہیں نہ کہ مسلمانوں کی۔

لیکن یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ مسند احمد اور مسند طیالسی میں ہے کہ **بعثه النبی ﷺ الی المدینة فامره ان یسوی القبور** (مسند احمد:۱۱۱)۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کو مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور انہیں قبروں کے برابر کرنے کا حکم دیا۔ نیز مصنف عبدالرزاق میں ۶۴۸۷ میں قبور المسلمین کی تصریح ہے۔

خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ (م ۳۵ھ) کا عمل

عبداللہ بن شرحبیل بن حسنہ فرماتے ہیں:

رئیت عثمان بن عفان یامر بتسویة القبور فقیل له هذا القبر ام عمرو بنت عثمان فامر به فسوی.

(تاریخ ابو زرعه رازی: ۲/۶۶/۱۲۱)

میں نے حضرت عثمان کو قبروں کی برابری کا حکم کرتے ہوئے دیکھا اور جب انہیں کہا گیا

کہ یہ ام عمرو بنت عثمان یعنی آپ کی بیٹی کی قبر ہے تو انہوں نے اس کے برابر کرنے کا بھی حکم دیا اسے بھی برابر کر دیا گیا۔

حضرت فضالہ بن عبیدؓ کا عمل

ثمامہ بن شفی تابعی فرماتے ہیں:

کنا مع فضالة بن عبيد بارض الروم برودس فتوفی صاحب لنا فامر فضالة بن عبيد بقبره فسوی ثم قال سمعت رسول الله ﷺ يا مر بتسويتها. صحيح مسلم كتاب الجنائز، نسائی کتاب الجنائز، ابو داؤد کتاب الجنائز.

ہم فضالہ بن عبید کے ساتھ روم کی سرزمین میں رودس کے مقام پر تھے کہ ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا، فضالہ بن عبید نے اس کی قبر کو برابر کرنے کا حکم دیا تو اسے برابر کر دیا گیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی وصیت

ابو بردہ کا بیان ہے:

اوصی ابو موسی حين حضرة الموت فقال اذا نطلقتم بجنازتی فاسرعوا المشی ولا يتبعنی بجمر ولا تجعلوا فی لحدی شيئا يحول بينی و بين التراب ولا تجعلوا علی قبری بناء اشهدكم انی بری من كل حالقة اوسالقة او خارقة قالوا او سمعت فيه شيئا؟ قال نعم من رسول الله. (مسند احمد ۴/۳۹۷.)

ابوموسیٰ اشعریؓ نے موت کے وقت وصیت کی کہ جب تم میرا جنازہ لے کر چلنے لگو تو جلدی چلنا اور نہ ہی میرے ساتھ کوئی انگیٹھی لے جانا اور نہ ہی میری قبر میں کوئی چیز رکھنا جو میرے اور مٹی کے درمیان حائل ہو اور نہ ہی میری قبر پر کوئی عمارت بنانا اور میں

تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں سر منڈانے والی چیخ و پکار کرنے والی یا کپڑے پھاڑنے والی سے بری ہوں۔ لوگوں نے پوچھا، کیا آپ نے ان باتوں کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ وصیت پڑھیں اور اپنے معاشرے پر ذرا نظر دوڑائیں کہ ہم کس سمت جا رہے ہیں۔ جس چیز سے صحابیٔ رسول منع فرما رہے ہیں، آج ہم اسی چیز کو دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ اور اسی چیز پر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر رہے ہیں۔ کسی عزیز کے مرنے کے بعد غیر اسلامی رسموں، رواجوں اور واہیات میں لگ کر میت کے سفر آخرت کے تمام مراحل غیر اسلامی طریقے پر گذار کر خوش ہوتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس مرحلہ میں کوئی عمل بھی سنت کے خلاف نہ ہوتا۔ میت کا یہ آخری سفر تو اللہ رسول کے ارشادات کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے۔ مگر یہاں بھی بات برادری میں ناک اونچی کرنے کی آجاتی ہے اور دوسروں سے بڑھ چڑھ کر رسم و رواج کو اپنایا جاتا ہے۔ اور پھر دفن کے بعد سب سے پہلے یہ فکر ہوتی ہے کہ کس ڈیزائن اور کن ٹائلوں سے میت کی قبر کو پختہ کیا جائے۔ مگر اسلام اور اسلامی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعی (م ۹۶ھ) کا فتویٰ

عن ابراهيم النخعي كانوا يكرهون البناء بالاجر وان يجعلوه في قبورهم (تفسیر ابن کثیر: ۱۲۰/۴)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ قبروں کو پختہ کرنا اور انہیں چونا گچ کرنا سلف صالحین مکروہ سمجھتے تھے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کیوجہ سے تمام ائمہ کرام، فقہاء عظام اور بزرگان دین قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر گنبد تعمیر کرنے سے منع فرماتے ہیں اور ان گنبدوں کو آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور آپ ﷺ کی نافرمانی قرار دیتے ہیں۔

حضرت طاؤس بن کیسان (م ۱۰۶ھ) کا فتویٰ

نعمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: جند میں میرے چچا فوت ہو گئے تو میں اپنے باپ کے

ساتھ طاؤس بن کیسان کے پاس آیا۔ میرے والد نے کہا، اے ابوعبدالرحمٰن کیا میں اپنے بھائی کی قبر کو پختہ کرسکتا ہوں؟ تو حضرت طاؤس نے ہنس کر کہا، سبحان اللہ۔ اے ابوشیبہ! تیرے لئے بہتر ہے تو اس کی قبر کی معرفت نہ رکھے مگر یہ کہ تو وہاں جاکر اس کے لئے استغفار و دعا کرے:

اما علمت ان رسول الله ﷺ نهى عن قبور المسلمين ان يبنى عليها او تجصص او تزرع فانه خير قبوركم التى لا تعرف (عبدالرزاق: ۳/۵۰۶)

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی قبروں پر عمارت بنانے یا انہیں پختہ کرنے یا وہاں پر کاشت کاری کرنے سے منع فرمایا ہے؟ یقیناً تمہاری سب سے بہترین قبریں وہ ہیں جو غیر معروف ہیں۔

حضرت حسن بصری (م ۱۱۰ھ) کا فتویٰ

كان يكره تطيين القبور و تجصيصها (ابن ابی شیبۃ: ۳/۲۹)

حضرت حسن بصری قبروں لپائی اور انہیں پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کا فتویٰ

امام اعظم ابوحنیفہ المتوفی ۱۵۰ھ کے شاگرد رشید امام محمد کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ولا نرى ان يزاد على ما خرج منه و يكره ان يجصص او يطين او يجعل عنده مسجدا او علما او يكتب عليه و يكره الاجران ايبنى به او يدخل القبر ولا نرى برش الماء عليه بأسا و هو قول ابى حنيفة رحمة الله عليه.

(كتاب الآثار باب تسنيم القبر و تجصيصها)

جو مٹی قبر سے نکلی اس کے سوا اور مٹی قبر پر نہ ڈالی جائے اور مکروہ سمجھتے ہیں ہم یہ کہ گچ کی جائے یا مٹی سے لیپی جائے یا اس کے پاس مسجد بنائی جائے یا نشان بنایا جائے یا اس پر

لکھا جائے اور مکروہ ہے پکی اینٹ کہ اس سے قبر بنائی جائے یا قبر میں داخل کی جائے اور ہمارے نزدیک قبر پر پانی چھڑ کنے میں کچھ گناہ نہیں اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک (م ۱۷۹ھ) کا فتویٰ

امام مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اکرہ تجصیص القبور والنباء علیها المدونة الکبری.

(۱/۱۷۰)

قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارت تعمیر کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

امام شافعی المتوفی (م ۲۰۴ھ) کا فتویٰ

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:

ولم ارقبور المهاجرین والانصار لجصصة (قال الراوی) عن طاوس ان رسول الله ﷺ نهی ان تبنی القبور او تجصص.......... وقد رائیت من الولاة من یهدم بمکة ما یبنی فیها فلم ارا الفقهاء یعیبون ذالک. (کتاب الام: ۱/۲۷۷)

میں نے مہاجرین اور انصار صحابہ کی قبروں کو پختہ تعمیر شدہ نہیں دیکھا۔ طاوس سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے یا پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور میں نے ان حکمرانوں کو دیکھا ہے جو مکہ میں قبروں پر عمارتوں کو گراتے تھے اور میں اس کام پر فقہاء کو عیب لگاتے نہیں دیکھا۔

امام محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ) کا فتویٰ

امام محمد رحمۃ اللہ کتاب الاثار میں فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا شیخ لنا یرفعه الی النبی ﷺ انه نهی عن تربیع القبور و تجصیصها قال محمد وبه ناخذ وهو قول

ابی حنیفة. (کتاب الاثار)

امام محمد حضرت امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے ایک استاد نے نبی کریم ﷺ کی مرفوع حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ نے قبروں کو چوکور کرنے اور ان کے پختہ کرنے سے منع کیا ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں اور امام ابوحنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ مرغینانی (م ۵۹۳ھ) کا فتویٰ

علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ویکره الاجر و الخشب لانهما لاحكام البناء والقبر موضع البلی (هداية ١/١٨٢)

پختہ اینٹوں اور لکڑی کا استعمال قبر پر مکروہ ہے اس لئے کہ یہ اشیاء قبر کی پائیداری اور پختگی کے لئے ہیں اور قبر تو بوسیدگی کا مقام ہے۔

علامہ ابن ھمام الحنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن ھمام الحنفی فرماتے ہیں:

وكره ابو حنيفة رحمة الله عليه البناء على القبر وان لم يعلم بعلامة و كره ابو يوسف رحمة الله ان يكتب عليها كتابا لما روى جابر عن النبی ﷺ انه قال لا تجصصو القبر ولا تبنوا عليها ولا تقعدوا عليها ولا تكتبوا عليها. (فتح القدير: ٢/١٠٠)

امام ابوحنیفہ کے ہاں قبر پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے اگرچہ اس کی کوئی علامت معلوم نہ ہو اور قاضی ابویوسف نے اس پر کسی قسم کی کتابت کو بھی مکروہ سمجھا ہے اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، نہ قبر کو پختہ کرو اور نہ اس پر عمارت بناؤ اور نہ اس پر بیٹھو اور نہ اس پر کتبہ لگاؤ۔

علامہ عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی (م۷۱۰ھ) کا فتویٰ

ولا یربع ولا یجصص. (کنز الدقائق مع بحر الرائق: ۱۹۴/۲)

قبر کو نہ مربع شکل بنایا جائے اور نہ پختہ کیا جائے۔

علامہ ابن نجیم حنفی المصری (م۹۷۰ھ) کا فتویٰ

صاحب کنز الدقائق کے قول ولا یجصص کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لحدیث جابر نهی رسول الله ان یجصص القبر وان یقعد علیها وان یبنی علیها وان یکتب علیها (بحر الرائق)

پختہ قبریں بنانا حضرت جابر کی روایت کی وجہ سے منع ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے قبر پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے، اس پر عمارت تعمیر کرنے اور اس پر کتبے لگانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ قاضی خان الحنفی (م۵۹۲ھ) کا فتویٰ

ولا یجصص القبر لما روی عن النبی ﷺ انه نهی عن التجصیص والتفضیض وعن البناء فوق القبر لما روی عن ابی حنیفة انه قال لا یجصص القبر ولا یطین ولا یرفع علیه البناء. (فتاوی قاضی خان ۹۳/۱)

قبر کو پختہ نہ کیا جائے اسلئے کہ نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر چاندی سے جڑاؤ کرنے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے اور اس لئے بھی کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ قبر کو نہ پختہ کیا جائے اور نہ مٹی سے لیپا جائے اور نہ ہی اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔

علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی (م ۱۰۸۸ھ) کا فتویٰ

علامہ علاؤالدین صاحب درالمختار لکھتے ہیں:

ولا یجصص للنهی عنه (الدرالمختار: ۱/ ۶۶۲)

قبر کو پختہ نہ کیا جائے اس لئے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن عابدین المعروف بالشامی فرماتے ہیں:

واما البناء علیه فلم ارمن اختار جوازه (الرد المختار: ۱/ ۶۶۱)

مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے قبر پر عمارت بنانے کے جواز کو پسند کیا ہو۔

علامہ عینی الحنفی (م ۸۵۵ھ) کا فتویٰ

علامہ عینی فرماتے ہیں:

لا یطین بالجص ولا یبنی علیه به لانه لاحکام والزینة (رمز الحقائق: ۱/ ۶۷)

نہ چونے کے ساتھ لیپا جائے اور نہ اس کے ساتھ قبر پر عمارت بنائی جائے اس لئے کہ یہ پختگی اور زینت کے لئے ہوتا ہے۔

علامہ علاؤالدین الکاشانی الحنفی (م ۵۸۸ھ) کا فتویٰ

روی ان النبی ﷺ نهی ان تشبه القبور بالعمران والاجر والخشب للعمران ولان الاجر مما یستعمل للزینةولا حاجة الیها للمیت (بدائع الصنائع: ۱/ ۳۲۰)

آنحضرت ﷺ نے قبروں کی آبادی کے ساتھ مشابہت سے منع فرمایا ہے اور پختہ اینٹیں اور لکڑی آبادی کے لئے ہے اور اس لئے بھی کہ پکی اینٹ زینت اور خوبصورتی

کیلئے استعمال ہوتی ہے اور میت کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

قاضی ابراہیم الحلبی الحنفی (م ۹۵۶ھ) کا فتویٰ

ویکرہ تجصیص القبر و تطیینہ و بہ قالت الائمۃ الثلاثۃ لما روی جابر...... وعن ابی حنیفۃ انہ یکرہ ان یبنی علیہ بناء من بیت او قبۃ او نحو ذالک لما مر من الحدیث (حلبی کبیر: ۵۹۹)

قبر کو پختہ بنانا اور اس کی لپائی کرنا مکروہ ہے اور تینوں اماموں کا یہی قول ہے اس لئے کہ حضرت جابر کی حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے..........اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور حضرت جابر کی مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

علامہ سراج الدین الحنفی (م ۷۷۳ھ) کا فتویٰ

و کرہ البناء علی القبور: (فتاویٰ سراجیہ: ۲۴)

قبروں پر عمارت (گنبد) بنانا مکروہ ہے۔

علامہ ابواللیث ثمر قندی (م ۳۷۳ھ) کا فتویٰ

علامہ ابواللیث ثمر قندی فرماتے ہیں:

ویکرہ تجصص القبور و تطیینھا والبناء علیھا والکتابۃ والاعلام بعلامۃ علیھا. (فتاوی النوازل: ۸۲)

قبروں کو پختہ کرنا اور ان کی لپائی کرنا اور ان پر عمارت (گنبد) بنانا کتبہ لگانا اور کوئی علامت لگانا مکروہ ہے۔

علامہ احمد بن محمد القدوری کا فتویٰ

علامہ احمد بن محمد القدوری فرماتے ہیں:

ویکرہ الاجر والخشب. (قدوری: ۶۰)

قبر پر پختہ اینٹ اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔

علامہ ابوبکر بن علی الحدادالیمنی الحنفی (م۸۰۰ھ) کا فتویٰ

علامہ ابوبکر بن علی الحدادالیمنی الحنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ تطیین القبور و تجصیصھا والبناء علیھا والکتب علیھا لقولہ علیہ السلام لا تجصصوا القبور والا تبنوا علیھا ولا تقعدوا علیھا (الجوھرۃ النیرۃ: ۱/۱۳۳)

قبروں کی لپائی کرنا اور ان کو پختہ بنانا اور ان پر عمارت تعمیر کرنا اور کتبہ لگانا آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مکروہ ہے، آپ نے فرمایا کہ قبروں کو پختہ نہ کرو اور نہ ان پر عمارت تعمیر کرو اور نہ ان پر بیٹھو۔

علامہ عبیداللہ بن مسعود الحنفی (م۷۴۷ھ) کا فتویٰ

صاحب شرح وقایہ لکھتے ہیں:

ویکرہ الاجر والخشب (شرح وقایہ: ۱/۲۴۰)

قبر کو پختہ اینٹ اور لکڑی لگانا مکروہ ہے۔

علامہ طحطاوی الحنفی (۱۲۳۱ھ) کا فتویٰ

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

ولا یجصص بہ قالت الثلاثۃ لقول جابر نھی رسول اللہ ﷺ ...... نھی النبی یفید ان ماذکرہ مکروہ تحریما

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۳۵)

قبر پختہ نہ کی جائے، یہی تینوں اماموں کا مسلک ہے حضرت جابر کی حدیث کی وجہ سے اور قبر کو پختہ بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ سرخسی الحنفی (م ۵۷۱ھ) کا فتویٰ

شمس الائمہ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

نهى عن تجصيص القبور (المبسوط: ۶۲/۲)

آنحضرت ﷺ نے قبروں کو پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قاضی ابراہیم الحنفی کا فتویٰ

قاضی ابراہیم الحنفی صاحب مجالس الابرار فرماتے ہیں:

القباب التى بنيت على القبور يجب هدمها لانها اسست على معصية الرسول و مخالفته و كل بناء اسس على معصية الرسول و مخالفته فهو بالهدام اولى من المسجد الضرار.

(مجالس الابرار: ۱۲۹)

ایسے قبے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں، ان کو گرانا واجب ہے کیونکہ ان کی بنیاد آنحضرت ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت پر ہے اور ہر وہ عمارت جس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور نافرمانی پر ہو اسے گرانا مسجد ضرار سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

علامہ علاؤالدین سمرقندی الحنفی (م ۵۳۹ھ) کا فتویٰ

علامہ علاؤالدین سمرقندی فرماتے ہیں:

والسنة فى القبر ان يسنم ولا يربع ولا يطين ولا يجصص وكره ابو حنيفة البناء على القبر (تحفة الفقهاء: ۳۰۰/۱)

قبر کے متعلق سنت یہ ہے کہ اسے کوہان نما بنایا جائے اور مربع شکل نہ بنائی جائے اور نہ لیپی جائے اور نہ پختہ کی جائے اور امام ابوحنیفہ نے قبر پر عمارت تعمیر کرنے کو مکروہ کہا ہے۔

علامہ حسن الشرنبلالی الحنفی (م۱۰۶۹ھ) کا فتویٰ۔

وکرہ الاجر والخشب..........ویسنم القبر ولا یربع و یحرم علیہ النباء للزینۃ و یکرہ لاحکام بعد الدفن (نور الایضاح)

اور قبر پر پکی اینٹیں اور لکڑی لگانا مکروہ ہے..........اور قبر کو کوہان نما بنایا جائے، چوکور نہ بنائی جائے اور زینت وخوبصورتی کے لئے قبر پر تعمیر (گنبد) بنانا حرام ہے اور دفن کرنے کے بعد مضبوطی کے لئے قبر پر تعمیر کرنا مکروہ ہے۔

ملاعلی قاری الحنفی (م۱۰۱۴ھ) کا فتویٰ

ملاعلی قاری الحنفی حدیث من ابتدع بدعۃ ضلالۃ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وھی ما انکرہ ائمۃ المسلمین کا النباء علی القبور و تجصیصھا (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ۱/۲۱۴)

بدعت ضلالت وہ ہے جس کا ائمہ مسلمین نے انکار کیا ہو جیسے قبروں پر عمارت بنانا اور انہیں پختہ کرنا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی الحنفی (م۱۲۲۵ھ) کا فتویٰ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنے رسالہ مالابدمنہ میں تحریر فرماتے ہیں:

انچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنامی کنند و چراغاں روشن می کنند و ازیں قبیل ہر چہ می کنند حرام است یا مکروہ (مالابدمنہ: ۶۷)

وہ جو کچھ اولیاء کرام کی قبروں پر کیا جاتا ہے کہ اونچی اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس قسم کی جو کچھ بھی کرتے ہیں، حرام یا مکروہ ہے۔

امام نووی (م ۶۷۷ھ) کا فتویٰ

امام نووی حدیث جابر کی تشریح میں لکھتے ہیں:

واما البناء علیه کان فی ملک البانی فمکروه وان کان فی مقبرة مسبلة فحرام نص علی الشافعی والاصحاب وقال الشافعی فی الام ورائیت الائمة بمکة یامرون بانهدام ما یبنی و یوید الهدم قوله ولا قبرا مشرفا الاسویته . (شرح مسلم للنووی)

بہر حال قبر پر عمارت بنانا اگر وہ جگہ عمارت بنانے والے کی ملکیت میں ہے تو مکروہ ہے اور اگر عام مقبرہ میں ہے تو حرام ہے۔ امام شافعی اور دیگر اصحاب نے اس کو صراحت سے بیان کیا ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں ائمہ دین کو دیکھا ہے وہ قبروں پر عمارتوں کو گرانے کا حکم دیتے تھے اور قبروں پر تعمیر شدہ عمارات کو گرانے کی تائید نبی کریم ﷺ کی اس حدیث ولا قبرا مشرفا الاسویتہ سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی (م ۹۷۴ھ) کا فتویٰ

علامہ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں:

تجب المبادرة الی هدمها وهدم القباب التی علیها (کتاب الزواجر: ۱۶۳)

اونچی قبروں کو اور جو ان پر قبے اور گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرا دینا واجب ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) کا فتویٰ

وکان ﷺ ینهی ان یجصص القبر وان یقعد علیه (کشف الغمه عن جمیع الامه: ۱/۱۴۹)

آنحضرت ﷺ قبر کو پختہ بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

امام مزنی (م ۲۶۴ھ) کا فتویٰ

ولا تبنی القبور ولا تجصص (مختصر المزنی: ۳۷)

نہ قبر پر عمارت بنائی جائے اور نہ اسے پختہ کیا جائے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا فتویٰ

ویرفع القبر من الارض قدر شبر و یرش علیه الماء و یوضع علیه الحصا و ان طین جاز و ان جصص کره. غنیة الطالبین: ۶۴۰)

قبر زمین سے ایک بالشت اونچی کی جائے اور اس پر پانی چھڑکا جائے اور اس پر سنگریزے رکھے جائیں اور اگر لیپ کر دیں تو جائز ہے مگر پختہ کرنا مکروہ ہے۔

علامہ مجدالدین فیروزآبادی (م ۸۱۷ھ) کا فتویٰ

وکانوا لا یرفعون ولا یبنون علیه باجر............ وکانوا لا یجعلون علی القبر عمارة ولا قبتوهذا کله بدعة و مکروه مخالف للطریقة النبویة و بعث رسول الله ﷺ علی بن ابی طالب ان لا یدع تمثالا الاطمسه ولا قبرا مشرفاً الاسواه و نهی ان یتخذ علی القبر مسجد او یشعل علیه سراجاً و لعن فاعل ذالک (سفر السعادة علی هامش کشف الغمه: ۱/۱۸۳)

سلف صالحین قبر کو اونچا نہیں کرتے تھے اور نہ اس پر پکی اینٹ سے عمارت بناتے تھے اور نہ ہی وہ قبر پر عمارت اور قبے بناتے تھے۔ یہ تمام اعمال بدعت اور مکروہ ہیں اور آنحضرت ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہیں۔ آپ نے تو علی بن ابی طالب کو بھیجا تھا کہ وہ کوئی مجسمہ نہ چھوڑیں مگر اسے مٹا دیں اور اونچی قبروں کو برابر کر دیں اور آپ نے قبر پر مسجد بنانے سے بھی منع فرمایا ہے اس طرح اس پر چراغ جلانے سے بھی روکا ہے اور ایسا کام کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) کا فتویٰ

علامہ مقدسی فرماتے ہیں:

ویکرہ النباء علی القبر و تجصیصہ والکتابة علیہ لما روی مسلم فی: صحیحہ: قال نہی رسول اللہ ﷺ ان یجصص القبر وان یبنی علیہ وان یقعد علیہ زاد الترمذی وان یکتب علیہ وقال ھذا حدیث حسن صحیح ولان ذالک من زینة الدنیا فلا حاجة بالمیت الیہ. (المغنی: ۳/۴۳۹)

قبر پر عمارت تعمیر کرنا اور اسے پختہ بنانا اور اس پر کتبہ لگانا مکروہ ہے اسلئے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبر پختہ بنانے، اس پر عمارت کھڑی کرنے اور بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ امام ترمذی نے اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں کہ آپ ﷺ نے کتبہ لگانے سے بھی منع فرمایا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ ممانعت اس لئے ہے کہ پختگی اور عمارت دنیا کی زیب و زینت میں سے ہے اور میت کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن رشد کا فتویٰ

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:

وکرہ مالک والشافعی تجصیص القبور (ہدایة المجتہد: ۱/۴۴۹)

امام مالک اور امام شافعی نے پختہ قبروں کو مکروہ قرار دیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی الحنفی (م ۱۲۷۰ھ) کا فتویٰ

ثم اجماعا فان اعظم المحرمات واسباب الشرک الصلوة عندھا واتخاذھا مساجد او بناء ھا علیہ وتجب المبادرة الی ھدمھا وھدم القباب التی علی القبور اذھی اضر من مسجد

الضرار لانها اسست علیٰ معصية رسول الله و تجب ازالة كل قنديل او سراج على قبر ولا يجوز وقفه ولا نذره

(روح المعانی: ۱۵/۲۳۸)

اس باب پر اجماع ہے کہ سب سے بڑی حرام اور شرک کے اسباب کی چیزوں میں سے مزاروں کے پاس نماز پڑھنا اور ان پر مسجدیں یا عمارتیں بنانا ہے، ایسی چیزوں کو گرانا، ان قبوں اور گنبدوں کو جو قبر پر بنے ہوئے ہیں، انہیں گرانا واجب ہے کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اور اس لئے بھی ان کی بنیادیں آنحضرت ﷺ کی مخالفت پر رکھی گئی ہیں اور قبروں پر ہر قسم کی قندیل اور چراغ کو گل کرنا بھی واجب ہے اور اس کا وقف کرنا اور نذر ماننا بھی جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کا فتویٰ

ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص ولا باس برش الماء علیه و یکره ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیه .

(فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۶۶)

قبر کو اونٹ کے کوہان کی طرح بنایا جائے اور وہ بھی ایک بالشت کی مقدار، نہ اسے مربع شکل بنایا جائے اور نہ پختہ کیا جائے اور اس پر پانی چھڑکنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور قبر پر عمارت بنانا، اس پر بیٹھنا اور سونا مکروہ ہے۔

جہاں تک شامی کی اس عبارت کا تعلق ہے جس میں وہ فرماتے ہیں:

عن جامع الفتاویٰ و قیل لا یکره اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات: (رد المختار شامی)

جامع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر میت مشائخ علماء اور سادات میں سے ہو تو اس پر عمارت گنبد بنانے میں کوئی کراہت نہیں۔

یہ عبارت چنداں قابل التفات نہیں کیونکہ مسلم شریف کی صحیح حدیث سے متعارض ہے اور حدیث کے مقابلہ میں کسی عالم فقیہ اور شیخ کی کوئی بات بھی قابل قبول نہیں ہے۔

دوم: یہ کہ جہاں بھی قبروں پر گنبد بنائے جاتے ہیں تو مشائخ سادات اور پیروں بزرگوں کی قبروں پر ہی بنائے جاتے ہیں، عام آدمی کی قبر پر کوئی بھی گنبد نہیں بناتا اور یہی گنبد والی قبریں ہی معبود کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ سجدہ، طواف، نذر و نیاز، چڑھاوے عرس وغیرہ جو کچھ خرافات موجودہ زمانے میں مشہور درگاہوں پر ہوتے ہیں وہ کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں۔

سوم: یہود و نصاریٰ نے بھی تو صلحا اور انبیاء کی قبروں کیساتھ یہ معاملہ کیا تھا کہ جب ان میں سے کوئی نیک صالح آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر عمارت گنبد وغیرہ بنا دیتے جنہیں آنحضرت ﷺ نے سب سے بدترین مخلوق قرار دیا ہے۔

چہارم: خود علامہ شامی نے اقرار کیا ہے کہ:

او اما النباء علیه فلم ار من اختار جوازہ (شامی: ۱/۶۰۱)

مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے قبر پر عمارت گنبد بنانے کے جواز کو پسند کیا ہے۔

پنجم: لفظ قیل کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے جو اس کی کمزوری کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

چنانچہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شامی میں مشائخ وسادات کی قبروں پر بناء کا جواز صرف جامع الفتاویٰ سے قیل کے لفظ سے ذکر کیا ہے اور حرمت یا کراہت کا قول مسلم کی حدیث صحیح پر مبنی ہے اور شامی نے خود اقرار کیا ہے کہ **واما البناء علیه فلم ارا من اختیار جوازہ** لہذا قول بالمنع اقوی اور احوط اور واجب العمل ہے۔ (کفایت المفتی: ۴/ ۶۸)

بعض لوگ سورۃ الکہف کی آیت **لنتخذن علیهم مسجدا** سے بناء علی القبور پر استدلال کرتے ہیں۔ جب اصحاب کہف کا بھید کھل گیا تو اللہ نے انہیں موت دے دی تو لوگوں نے ان کی یادگار قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر اس میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ ان کے نام پر عجائب گھر بنانا چاہیے، بعض کوئی خصوصی طرز کی تعمیر کے قائل تھے، بعض کوئی کتبہ وغیرہ کندہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر جو لوگ اس معاملہ میں غالب تھے انہوں نے کہا **لنتخذن علیهم مسجدا** (الکہف: ۲۱) ہم تو اس مقام پر یادگار کے طور پر عبادت خانہ قائم کریں گے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی الحنفی فرماتے ہیں:

و مستدل بالاية على جواز النباء على قبور الصلحاء واتخاذ مسجد عليها و جواز الصلوٰة فى ذالک و كان فيمن ذكر ذالک الشهاب الخفاجى فى حواشية على البيضاوى.

بعض لوگوں نے اس آیت سے بزرگوں کی قبروں پر مسجد بنانے اور اس میں نماز پڑھنے پر استدلال کیا ہے، انمیں سے شہاب خفاجی بھی ہیں جنہوں نے بیضاوی کے حاشیہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے جواب میں علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

وهو قول باطل عاطل فاسد كاسد فقد روى احمدو ابو داؤد والترمذى والنسائى و ابن ماجه عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لعن الله تعالىٰ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج (تفسير روح المعانى: ۱۵/۲۳۷)

یہ ایک بے کار باطل فاسد کاسد قول ہے اس لئے کہ امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے عبداللہ بن عباس سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، قبر کی زیارت کرنے والیوں اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور ان پر چراغ جلانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

بدعت سے اجتناب اور سنت پر چلنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے

ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

من اكل طيباً وعمل فى سنة وامن الناس بوائقه دخل الجنة فقال رجل يا رسول الله ﷺ ان هذا اليوم لكثير فى الناس قال وسيكون فى قرون بعدى (ترمذى مشكوة ص)

''جس شخص نے حلال (رزق) کھایا، سنت کے طریقے پر عمل کیا اور اس کی

زیادتیوں سے لوگ امن میں رہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ایسے لوگ تو آج کل بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اور میرے بعد بھی ایسے لوگ ہیں۔''

حدیث میں دخول جنت کا پہلا سبب حلال کمائی کو قرار دیا اور دوسرا سبب سنت کی پوری فرماں برداری یعنی جو بھی کام کیا جائے یا جو بھی بات کی جائے، وہ سب سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہو، خواہ عبادات ہوں یا معاملات یا معاشرت سب میں سنت نبوی ﷺ کی جھلک اور اتباع رسول ﷺ کا جذبہ موجود ہو اور بدعت سے مکمل طریقہ پر اجتناب اور نفرت ہو۔ صحابیؓ کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے یعنی آخری زمانہ تک ایسے لوگ ہوں گے جن کی زندگی قرآن وسنت کے مطابق گزرے گی۔ اگرچہ فتنہ فساد بدعات ورسومات کا دور دورہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوں گے جن کا ہر قول وفعل میری سنت کے مطابق ہوگا۔

امت مسلمہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نصیحت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحی لا تومن علیه الفتنه اولئک اصحاب محمد ﷺ كانوا فضل هذه الامة ابرها قلوباً واعمقها علما و اقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثارهم و تمسكو بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم. (رواه زرين مشكوة ص).

''جو شخص کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرے جو مر گئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو مر گئے ہیں (اور جن کی پیروی کرنی چاہئے) آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے

انتہائی کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا، لہذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان اداب واخلاق کو اختیار کرتے رہو (اس لئے کہ) وہی لوگ ھدایت کے راستہ پر تھے۔"

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صحابہ کرامؓ کی شان اور ان کا مقام بیان کر کے اپنے شاگردوں کو اور قیامت تک آنے والی نسلوں کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ انتہا درجہ کے نیک تھے، ان کے قلوب ایمان واسلام کی روشنی سے پوری طرح منور تھے، خلوص وتقویٰ، زہد وتقدس، استقامت واستقلال اور خشیت الٰہی سے ان کی زندگیاں معمور تھیں، عبادات، معاملات، اخلاق، عادات، معیشت ومعاشرت زندگی کے ہر پہلو میں ان کے ہاں بے تکلفی، سادگی اور سنت کی پیروی تھی۔ اگر تم ہدایت کے متلاشی، فلاح کی منزل کے خواہش مند، عرفان الٰہی اور حب رسول ﷺ کے اعلیٰ مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ اس مقدس جماعت کا راستہ اختیار کرلو۔ اور اپنی طرف سے نئی نئی بدعتیں ایجاد کر کے گمراہی کا راستہ مت اختیار کرو اور نہ ہی صحابہؓ کو چھوڑ کر کسی اور کی تابعداری کرنے لگو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صرف صحابہ کرامؓ ہی معیار دین ہیں اور ہر عمل میں ان کی پیروی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اور جو بدعتیں ان کے بعد ایجاد ہو کر مسلمانوں میں رائج ہو چکی ہیں، وہ گمراہی اور تباہی کا سبب ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ گہرے اور کامل تھے اور سب سے زیادہ نیک تھے۔ تو جب کوئی کام انہوں نے باوجود علم اور نیک ہونے کے نہیں کیا، وہ ہرگز ہرگز قابل عمل نہیں ہے بلکہ وہ بدعت، ضلالت اور گمراہی ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

قرآن وحدیث کی موجودگی میں کوئی کتاب بھی دلیل نہیں

امام دارمی نے حضرت جابر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

ان عمر بن خطاب رضی الله عنه آتی رسول الله ﷺ

بنسخة من التورة فقال یا رسول الله ﷺ هذه نسخة من التورة فسکت فجعل یقرأ و وجه رسول الله ﷺ یتغیر فقال ابو بکر رضی الله عنه ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجه رسول الله ﷺ فقال اعوذ بالله من غضب الله و غضب رسوله رضینا بالله ربا وبالاسلام دینا و بمحمد نبیا فقال رسول اللهؐ والذی نفس محمد بیده لو بدالکم موسی فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لا تبعنی (مشکوۃ ص).

''ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ توراۃ کا نسخہ ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ اس نسخہ کو پڑھنے لگے، ادھر (غصہ سے) آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہونے لگا۔ (یہ دیکھ کر) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا'' عمرؓ! گم کرنے والیاں تمہیں گم کریں، کیا تم آنحضرت ﷺ کے چہرہ اقدس (کے تغیر) کو نہیں دیکھتے۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نظر ڈالی اور (غصہ کے آثار کو دیکھ کر) کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ (اس پر) آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر موسیٰ ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو تم سیدھے راستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو جاتے۔ اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ میں یہود ونصاری کے طریقوں کو اپنانا بالکل جائز نہیں۔ اسی طرح قرآن وحدیث کے مقابلہ میں بعض بزرگوں کے اقوال اور مجہول کتابوں پر عمل بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ قرآن و سنت کے صریح احکامات کے مقابلہ میں نسیم الریاض اور نجم الھدی کی عبارتیں پیش کرنا گمراہی ضلالت اور تباہی ہے۔ اور آج کل اہل بدعت قرآن وحدیث کے مقابلہ میں انہی چند مجہول کتابوں کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور انہی سے اپنے غلط عقائد اور بدعات ثابت کرنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم کی آیتیں اور حدیث کی صحیح روایتیں موجود ہیں۔ لیکن ان کی طرف کوئی بھی بدعتی التفات نہیں کرتا، بس ایک ہی رٹ لگائی ہوئی ہے کہ فلاں بزرگ نے یہ کہا اور یہ کیا، فلاں بزرگ نے یہ کہا اور یہ کیا۔ یہی ان کا دین اور مذہب ہے اور اسی پر جان دینے کے لئے تیار ہیں، قرآن وحدیث کی ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ (یا اسفی علی قلة العلم وعدم العقل)۔

کسی امام کا کوئی عمل بھی سنت نہیں

علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کا کوئی عمل سنت کے خلاف حجت نہیں ہوسکتا اس لئے کہ سنت خطا سے معصوم ہے اور صاحب سنت ﷺ بھی معصوم ہیں جبکہ سب کے سب ائمہ (مجتہدین) کے لئے عصمت ثابت نہیں۔ (الاعتصام:۱/۱۷۲)

علمائے حق کے فرائض

جب بے دینی پھیل جائے، بدعات عام ہو جائیں تو اس وقت علماء کی ذمہ داری ہے کہ ان بدعات کے خلاف آواز حق بلند کریں۔ ان بدعات کی خرابیوں، نقصانات اور تباہ کاریوں سے عوام کو مطلع کریں اور اس کے مقابلہ میں سنت نبویہ ﷺ کی اشاعت کریں، اس کے فوائد و فضائل سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اور جو عالم اس وقت سنت نبویہ ﷺ کی طرف دعوت نہیں دے گا اور بدعات سے لوگوں کو منع نہیں کرے گا، اس کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

اذا حدثت فی امتی البدع و شتم اصحابی فلیظهر العالم علمه فمن لم یفعل فعلیه لعنة الله و الملائکة و الناس اجمعین. (الاعتصام ص ۵۲)

"جب میری امت میں بدعات پیدا ہوں اور میرے صحابہ کو برا بھلا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کا اظہار کرے (یعنی سنت کی اشاعت کرے) جو ایسا نہیں کرے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو"۔

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

مولانا عبیداللہؒ ہندوؤں کے اعتراضات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر مسلمان بھی قبروں کو پوجتے نظر آتے ہیں۔ گویا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں (صاحبان قبر) کو معبود ٹھہراتے ہیں، ان کو حاجت روا اور نفع نقصان کا مختار سمجھتے ہیں، حاجتیں طلب کرتے ہیں، قبروں پر ناک رگڑتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، کوئی سید سلطان کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے، کوئی سوامن کا روٹ پکاتا ہے، کوئی حضرت امام ضامن کا پیسہ بازو پر باندھ کر ان کو اپنا نگہبان جانتا ہے، کسی نے پیر دستگیر کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے اور حاجت روائی کے واسطے ان کی گیارہویں کرتا ہے اور کوئی ان کی قبر کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ کر گیارہ قدم چلتا ہے اور کہتا ہے۔ ''یا شاہ عبدالقادرؒ کچھ دو خدا کے واسطے۔'' اور کوئی ''یا شیخ عبدالقادرؒ المدد کہتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے۔ ''یا محی الدین تم بن کون لے میری خبر۔'' کوئی کہتا ہے۔ ''اول محی الدین آخر محی الدین باطن محی الدین''۔ اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر چراغ جلا کر ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر جھنڈا کھڑا کر کے اس کی تعظیم کرتا ہے اور کوئی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعزیہ بنا کر رزق اور اولاد طلب کرتا ہے۔ اور کوئی سید سالار اور شاہ مدار سے حاجات مانگتا ہے، اور کوئی خواجہ معین الدین کی قبر سے مال و زر طلب کرتا ہے، اور کوئی پیروں سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف رکھ کر ان کی نیاز دیتا ہے۔ جیسے بابا فرید الدین شکر گنجؒ کی کھچڑی، شاہ عبدالحقؒ کا توشہ، پیر نبوی ﷺ کا نمک، بندگی صاحب کی قبر کا غلاف، کوئی شاہ قیص صاحب کی قبر پوجتا ہے، کوئی بوعلی شاہ قلندر کے مزار کو پوجتا ہے، کوئی حضرت شیخ صدرالدین مالیری کی قبر کو پوجتا ہے، بکری وغیرہ چڑھاتا ہے، کوئی شاہ عنایت ولی کے نام پر چراغ جلاتا ہے اور نیاز دیتا ہے۔

کوئی کسی کے نام پر مٹھی نکالتا ہے اور کوئی کسی کے حق میں جب دعا کرتا ہے تو اللہ کے نام کے ساتھ ان کا نام ملا دیتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور پنج تن کو راضی رکھیں، اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور پیر تیری مشکل آسان کریں، اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ تجھ پر فضل کریں، اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور غوث اعظم تیری مراد پوری کریں، اور کوئی اللہ کا نام تک نہیں

لیتا بلکہ صرف یوں کہہ دیتا ہے کہ پیر صاحب محبوب پاک تجھے خوش رکھے۔ اور بعض پیرزادے کہتے ہیں کہ دادا پیر تجھ کو خوش رکھے، جد پاک تیری حاجت برلائے۔

اور کوئی اللہ کے نام کی طرح بزرگوں کے نام کا وظیفہ کرتا ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے یا علی، کوئی کہتا ہے یا حسین، کوئی کہتا ہے یا میران یا بھیکہ (یاغوث)۔ اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہماری فریاد ہر وقت سنتے ہیں اور ہمارے حال کی خبر رکھتے ہیں۔

اور بعض لوگ اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیر کو ہمارے حال کی خبر ہے۔ اور کوئی اپنے بیٹوں کی زندگی پیروں سے مانگتے ہیں اور اولاد کے زندہ رہنے کے لئے ان کے نام کو پیروں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ کوئی اپنی اولاد کا نام امام بخش رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی میراں بخش، کوئی سالار بخش، کوئی عبدالنبی، کوئی عبدالرسول۔ اور کوئی اپنی اولاد کے سر پر کسی پیر کی جوتی رکھتا ہے۔ کوئی بابا فرید کے نام پر بیری ڈالتا ہے، اور کوئی کسی کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اور کوئی کسی کے نام پر قسم کھاتا ہے۔

اور کوئی لڑکوں کی بیماری سیتلا کو پوجتا ہے، کسی کی عورت میران زین خان کے نام کی بیٹھک دیتی ہے۔

اور بعض مرد اور عورت جانوروں کی آواز سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اور بعض ملاں کتابوں میں فال دیکھ کر کسی کو بتلاتے ہیں کہ تجھ پر سید سلطان کی خفگی ہے اس واسطے تجھ پر رزق کی تنگی ہے، ان کی نیاز ادا کر۔ کسی کو بتلاتے ہیں کہ تجھ پر پیر صاحب خفا ہیں اس واسطے تیرا لڑکا بیمار ہے۔ اور کسی کو سیاہ پری اور لال پری کی خفگی بتلاتے ہیں اور ان کی پوجا کرواتے ہیں۔

اور ہم (ہندو) جو اپنے معبودوں کے نام پر سالگ رام اور مہادیو کا لنگ رکھ لیتے ہیں تو تم لوگ بھی اپنے پیروں کے نام کی چھڑی یا جھنڈی کھڑی کرتے ہو۔ ہم اپنے معبودوں کی مورتیاں بنا کر پوجتے ہیں تو تم قبروں کو معبود بنا کر ان کی صورتوں کو پوجتے ہو۔ جیسے تعزیہ، پیر خانہ، چلہ خانہ۔ چنانچہ لدھیانہ میں ایک خانقاہ پیر صاحب کے نام پر مشہور ہے اور وہاں جا کر سینکڑوں مرد اور عورتیں اپنا ماتھا رگڑتے ہیں، چڑھاوا چڑھاتے ہیں، روشنی کرتے ہیں۔

اور ہم (ہندو) دیوی کے نام پر جوت جگاتے ہیں اور تم پیر کے نام پر چراغ جلاتے ہو۔ اگر ہمارے ہاں بلدیو کا چبوترہ ہے تو تمہارے ہاں امام کا چبوترہ ہے، اگر ہمارے ہاں ٹھاکر

دوارہ ہے تو تمہارے ہاں امام باڑہ ہے، اگر ہم کشن جی کی عبادت کرتے ہیں، گاتے بجاتے، ناچتے کودتے ہیں تو تم مسلمان اپنے پیر کے نام (عرس کی) مجلسیں تیار کر کے ڈھولک، سارنگی، طبلہ بجوا کر راگ سنتے ہو، ناچتے کودتے ہو۔ اور تمہارے دین (اسلام) کے بزرگ صوفی (زلفاں والی سرکار) اس طور کی مجلس کو عبادت سمجھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس میں وضو کر کے بیٹھتے ہیں۔ اور بعض قبروں کی تعظیم میں کسبیوں (طوائفوں) کو بھی نچواتے ہیں۔

اور ہم (ہندو) پر تم (مسلمانوں) نے اعتراض کیا تھا کہ ہندو کھیل تماشے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ تو دیکھو! یہ سماع قوالی کی محفلیں اور طبلہ، سارنگی اور طوائفوں کا ناچ بھی تو کھیل تماشا ہی ہے۔ تو پھر جب یہ سب قباحتیں اور اللہ کے سوا اوروں کو نفع نقصان بخشنے والا سمجھنا تمہارے دین میں بھی موجود ہے تو ہم (ہندوؤں) پر تمہارا (مسلمانوں) کا اعتراض بے جا ہے۔ (تحفۃ الہند ص ۱۱۴۔۱۱۵)

بدعتی بدعت میں گھستے گھستے بالآخر شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بدعت کی آخری حد شرک ہے۔ مندرجہ بالا مشرکانہ اعمال جن میں سے اکثر صریح شرک ہیں لیکن اہل بدعت انہیں عین دین و اسلام سمجھ کر کرتے ہیں، حالانکہ یہی سب کچھ ہندو بھی کرتے ہیں جن کی وجہ سے وہ کافر قرار پاتے ہیں۔ لیکن نام نہاد مسلمان سارے کافرانہ و مشرکانہ اعمال کرتے ہوئے بھی مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ بقول الطاف حسین حالیؒ مرحوم:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں

وہ بدلا گیا آ کے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے، نہ ایمان جائے

اکابرین امت کی بدعت کے خلاف جدوجہد کے چند نمونے

تثویب پر مؤذن کو فاروق اعظمؓ کا جھڑکنا

مکہ مکرمہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مؤذن نے اذان کے بعد نماز کی تیاری کی اطلاع دی، تو آپؓ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا: لیس فی اذانک ما یکفینا کیا تمہاری اذان میں جو چیز ہے (حی علی الصلوٰۃ) وہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے۔

(کفایہ شرح ھدایہ: ۵۱۲/۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک بدعتی کو مسجد سے نکالنا

علامہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک موذن کو عشاء کی اذان کے بعد تھویب کرتے ہوئے دیکھا تو ناراض ہو کر فرمایا، اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔ (بحر الرائق باب الاذان: ۲۶۱/۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو نماز پڑھنے سے منع کرنا

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کے دن عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں

ایک شخص کو نماز پڑھنے سے منع کیا۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی، اس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہیں دیتا اور جس پر اللہ تعالیٰ ثواب نہ دے تو وہ کام عبث ہوگا اور عبث کام بے کار اور بے فائدہ ہے۔ پس ڈر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے گا۔ (مجالس الابرار: ۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اہل بدعت کو تنبیہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا گذر مسجد میں ذاکرین کی ایک جماعت پر ہوا جس میں ایک شخص کہتا تھا، سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ تو حلقہ میں بیٹھے ہوئے لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے۔ پھر وہ کہتا، سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو، تو وہ سو بار تہلیل پڑھتے۔ پھر وہ کہتا سو دفعہ سبحان اللہ کہو، تو وہ کنکریوں پر سو مرتبہ تسبیح پڑھتے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

تم ان کنکریوں پر کیا پڑھتے ہو؟ وہ کہنے لگے، ہم تکبیر و تہلیل و تسبیح پڑھتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو۔ میں اس کا ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔ تعجب ہے تم پر اے امت محمد ﷺ! کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے۔ ابھی تک حضرات صحابہ کرام تم میں بکثرت موجود ہیں اور ابھی تک جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپ ﷺ کے برتن نہیں ٹوٹے۔ (آگے فرمایا) تم ان حالات میں بدعت اور گمراہی کا دروازہ کھولتے ہو (مسند دارمی: ۳۸)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اہل بدعت کو مسجد سے نکالنا

علامہ محمد بن محمد الخوارزمی الحنفی (التوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

قاضی صاحب کے فتویٰ سے نقل کیا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لئے نکالا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور بلند آواز

سے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تمہیں بدعتی ہی خیال کرتا ہوں۔(شامی:۲/۳۵۰، بزازیہ:۳/۳۷۵)

حضرت عبداللہ بن زبیر کا سلام سے قبل دعا مانگنے سے منع کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سلام پھیرنے سے پہلے دعا میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

آنحضرت ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیتے، دعا میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔(اعلاء السنن:۳/۲۰۲)

اجتماعی طور پر چاشت کی نماز پر صحابہؓ کی ناراضگی

چاشت کی نماز حدیث سے ثابت ہے مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا پڑھنے کا حکم ہے۔مگر حضرت مجاہد فرماتے ہیں، میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عائشہؓ کے حجرہ کی طرف تشریف فرما تھے اور لوگ جمع ہوکر نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ہم نے عبداللہ بن عمر سے ان کی نماز کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، یہ بدعت ہے۔ (بخاری:۱/۲۳۸)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا، اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں (تنہا) پڑھو۔ (فتح الباری:۳/۴۳)

عبداللہ بن مغفل کا جہراً بسم اللہ پڑھنے کو بدعت قرار دینا

حضرت عبداللہ بن مغفل کے فرزند ارجمند نے نماز میں سورہ فاتحہ شروع کرتے ہوئے جہراً بسم اللہ پڑھی تو حضرت عبداللہ نے فوراً تنبیہ فرمائی، بیٹا یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو اور فرمایا، میں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے جہراً بسم اللہ کسی سے نہیں سنی۔ (ترمذی:۱/۳۳)

حضرت طارقؓ کا قنوت پڑھنے کو بدعت قرار دینا

حضرت ابو مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد طارقؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ، صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، کیا وہ حضرات فجر کی نماز میں (ہمیشہ) قنوت پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا، بیٹا یہ بدعت ہے۔ (نسائی: ۱/۱۳۲، ترمذی: ۱/۵۳)

بیٹھ کر خطبہ دینے پر حضرت کعب بن عجرہ کی ناراضگی

حضرت کعب بن عجرہؓ نے مروان بن الحکم کو خلاف سنت بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا: انظروا الی ھذا الخبیث بخطب قاعداً (مسلم شریف)۔ دیکھو یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری کا مروان کو بدعت سے منع کرنا

مروان بن حکم نے جب عید کی نماز کے لئے عید گاہ میں منبر بنوایا تو حضرت ابو سعید خدری مجمع میں اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: یا مروان ما ھذہ البدعة ''مروان! یہ کیا بدعت ہے؟'' مروان نے جواب دیا، یہ بدعت نہیں ہے، یہ اس سے بہتر چیز ہے جو تم جانتے ہو۔ لوگوں کا ہجوم بڑھ گیا اور میں چاہتا ہوں کہ ان تک آواز پہنچے۔ تو ابو سعید خدریؓ نے فرمایا، بخدا میری معلومات سے تم کبھی بھی بہتر چیز نہیں لا سکتے۔ بخدا میں آج تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ (احیاء العلوم اصول السنۃ ۱۰۲)۔

حضور ﷺ نماز عید اور استسقاء کے خطبہ میں کمان یا لاٹھی پر ٹیک لگایا کرتے تھے نہ کہ منبر پر، اس لئے حضرت ابو سعید خدری نے اس فعل کو بدعت جانتے ہوئے اس کے خلاف آواز بلند کی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا دعا میں ہاتھ اٹھانے کو منع کرنا

عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوا دیکھا تو فرمایا: تمہارا اس طرح ہاتھ اٹھانا بدعت ہے (اور دلیل کے طور پر فرمایا)، میں نے آنحضرت ﷺ کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقع کے) سینہ سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (مشکوۃ شریف کتاب الدعوات: ۱۹۶)

خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دینے پر امیر معاویہ کو منع کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بیت اللہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، آنحضرت ﷺ ان دونوں کونوں یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور گوشہ کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا، اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کو چھوڑا جائے (بوسہ نہ دیا جائے)۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** "تمہارے لئے رسول مقبول کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"۔ اگر چہ بیت اللہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا، آپ کا فرمانا صحیح ہے۔ (مسند احمد)

ختنہ کی دعوت پر انکار

حضرت عثمان بن ابی العاص کو کسی نے ختنہ میں دعوت دی، آپ نے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں ہم لوگ ختنہ کے موقع پر نہیں جایا کرتے تھے اور نہ اس کی دعوت دی جاتی تھی۔ (مسند احمد: ۴/ ۲۱۷)

یہ خلاف سنت ہے

حضرت ابوسعید خدری نے خلیفہ مروان بن حکم کو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا، یہ خلاف سنت ہے (اقامۃ الحجہ:۵)

تلبیہ میں زیادتی پر ٹوکنا

حضرت سعید بن مالکؓ نے ایک حاجی کو تلبیہ میں لبیک ذاالمعارج کہتے ہوئے سنا تو فرمایا، ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں یہ لفظ نہیں کہتے تھے۔

(تلبیس ابلیس:۱۷)

اللہ تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے

ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا تو حضرت سعید بن المسیب نے اسے روکا، اس نے حضرت سعید سے کہا، اے ابومحمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دیں گے؟ آپ نے فرمایا، **لکن یعذبک لخلاف السنة** ''(عبادت موجب سزا نہیں) لیکن اللہ تعالیٰ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے۔'' (مسند دارمی)

اس شہر میں بدعت ایجاد نہ کرو

مدینہ منورہ کا ایک موذن امام مالک کے زمانہ میں صبح صادق کے وقت لوگوں کو آواز دیتا۔ امام مالک نے اس کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لوگوں کو صبح صادق کی خبر کرنے کے لئے یہ عمل کرتا ہوں تاکہ لوگ اٹھ جائیں۔ امام مالک نے فرمایا، ایسا نہ کر، ہمارے اس شہر میں ایسی بات ایجاد نہ کر جو اس میں نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے اس مبارک شہر میں دس سال قیام فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے بھی یہاں قیام فرمایا ہے، انہوں نے یہ کام نہیں کیا، اس لئے تو بھی ایسی چیز ایجاد نہ کر جو آج تک یہاں نہیں کی گئی۔ تو موذن رک گیا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد صبح صادق کے وقت مینارے پر کھنکھارنا شروع کیا۔ امام مالک نے فرمایا، کیا تمہیں نئی چیز ایجاد کرنے سے منع نہیں کیا تھا (پھر یہ نیا کام کیوں شروع کیا)۔ اس نے جواب دیا کہ آپ نے تھویب (یعنی اذان کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلانے) سے منع کیا تھا۔ امام مالک نے فرمایا، نہیں یہ کام بھی مت کرو، پھر کچھ مدت تک وہ رکا رہا، اس کے بعد لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا شروع کیا۔ امام مالک نے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا اور پوچھوایا کہ پھر یہ کیا کرنا شروع کر دیا؟ تو اس نے کہا (میں نہ تو تھویب کرتا ہوں، نہ کھنکھارتا ہوں جس سے آپ نے منع کیا تھا، اب تو میں) لوگوں کو صبح صادق کی اطلاع دینے کے لئے دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں۔ آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا، جو چیز اس شہر میں نہیں ہوئی اسے یہاں جاری مت کر۔ (الاعتصام: ۲/۲۲۲)

خطبہ میں ہاتھ اٹھانے پر انکار

حضرت عمارہ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں دعا کے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر فرمایا، اللہ تعالیٰ ان چھوٹے چھوٹے دونوں ہاتھوں کو خراب (و برباد) کر دے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ترمذی: ۱/۶۸)

سنت کی اہمیت

حضرت محبوب سبحانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چشتیہ سلسلہ کے ایک بزرگ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی۔ تو حضرت خواجہ کی دعا اور توجہ سے میری حالت قبض بسط میں بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت خواجہؒ نے اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالے کر دیا۔ تو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ سنتے ہی ان بزرگ پر حال طاری ہو گیا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی۔ حضرت امام ربانی نے ایک خادم سے فرمایا، طاق میں سے مسواک اٹھا

لاؤ۔ آپ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا۔ اسی وقت زمین ساکن ہوگئی اور ان بزرگ کی کیفیت جذب بھی جاتی رہی۔ اس کے بعد آپ نے ان بزرگ سے فرمایا کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند شریف کے مردے زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (جنبش زمین) سے اور اپنی کرامت سے (کہ دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں) اثناء وضو میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔ (دیباچہ درلا ثانی شاہ محمد ہدایت علی جے پوری: ۳/۶، ۷)

علامہ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کا ایک بدعتی پیر سے توبہ کرانا

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رجب ۷۰۴ھ کا واقعہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے پاس ایک پیر مرد جو اپنے آپ کو المجاہد ابراہیم بن القطان کہتا تھا، لایا گیا جو بہت لمبی چوڑی گدڑی پہنے ہوئے تھے، بال اور ناخن بڑھے ہوئے تھے، لبیں منہ پر آرہی تھیں، گالی اور فحش حرکات سے بکتا تھا اور نشہ آور چیزوں کا استعمال بھی کرتا تھا۔ ابن تیمیہ نے اس کی گدڑی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا، سب لوگ ٹوٹ پڑے اور اس کا تار تار تبرک ہو گیا، سر کے بال اور لبیں ترشوائیں، ناخن کٹوائے، فحش گوئی اور نشہ سے اس کو توبہ کرائی۔

(البدایۃ والنھایۃ: ۱۴/۳۳، تاریخ دعوت وعزیمت: ۲/۶۳)

علامہ ابن تیمیہ کا ایک اور جہاد

دمشق کے نواح میں نہر قلوط کے کنارہ ایک چٹان تھی جس کے متعلق مختلف قسم کی جھوٹی روایات مشہور تھیں۔ یہ جہلاء اور توہم پرست مسلمانوں کے لئے فتنہ بن گیا تھا۔ مسلمان جاتے تھے اور وہاں منتیں مانتے تھے۔ ابن تیمیہ رجب ۷۰۴ھ کو مزدوروں اور سنگ تراشوں کے ساتھ وہاں خود گئے اور اس کو کاٹ کر شرک کے اس دروازہ کو بند کر دیا اور ایک بڑا فتنہ ختم ہوا۔ (البدایۃ والنھایۃ: ۱۴/۳۴، تاریخ دعوت وعزیمت: ۲/۶۲)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا ایک درویش سے توبہ کرانا

روہڑی کے قریب ایک غار میں ایک درویش رہتا تھا، جو کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز معاف کر دی ہے۔ حضرت جہانیاں جہاں گشت اس کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ رسول اکرم ﷺ کا قول ہے الفرق بین المومن والکافر الصلوٰۃ۔ درویش نے جواب دیا کہ سیدا! میرے پاس جبریل آتے ہیں، بہشت کا کھانا لاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے لئے نماز معاف کر دی گئی ہے۔ مخدوم جہانیاں نے غضب ناک ہو کر کہا، بے ہودہ مت بکو۔ محمد ﷺ کے لئے تو نماز معاف نہیں ہوئی، تجھ جیسے جاہل کے لئے کیسے معاف ہوسکتی ہے، اور وہ تو شیطان ہے جو تمہارے پاس آکر کہتا ہے کہ تمہارے لئے نماز معاف ہوگئی۔ القصہ اس سے توبہ کرائی اور جو نمازیں فوت ہوئی تھیں، ان کی قضا پڑھوائی۔ (آب کوثر: ۲۸۲)

حضرت اخوند درویزہ (م ۱۰۴۸) کا اپنے پیرومرشد کو سماع سے روکنا

حضرت اخوند درویزہ پشاوری نے اپنے پیرومرشد شیخ علی ترمذی المعروف پیر بابا (م ۹۱۴ھ) کو جن کا آپ بہت احترام کرتے تھے لیکن غیر شرعی باتوں پر روکا۔ شیخ علی ترمذی چشتیہ سلسلے سے منسلک تھے اور اس سلسلہ کے رواج کے مطابق سماع کے قائل تھے۔ حضرت اخوند صاحب نے ان پر اعتراض کیا۔ شیخ علی (پیر بابا) نے فرمایا، میں کبھی کبھی سماع اس لئے سنتا ہوں کہ اس حالت میں مجھ پر بعض اسرار منکشف ہوتے ہیں، لیکن معترضوں کے پاس خاطر سے میں اسے ترک کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد شیخ علی ترمذی نے پھر سماع نہیں سنا (رود کوثر: ۴۱۸)

بدعات کے خلاف عظیم جہاد

علامہ شیخ محمد طاہر پٹنی (م ۱۵۷۸ء) قوم کے بوہرے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ اپنی قوم سے تمام بدعتیں دور کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے عہد کیا کہ جب تک میری قوم تمام بدعتوں

اور ضلالتوں سے بری نہ ہو جائے گی میں سر پر عمامہ نہ باندھوں گا۔ وہ اپنی کوششوں میں مشغول تھے کہ اکبر نے گجرات فتح کر لیا اور بادشاہ کے سامنے دوسرے علماء کے ساتھ وہ بھی پیش ہوئے۔ بادشاہ نے برہنہ سر رہنے کی وجہ دریافت کی اور جب انہوں نے حقیقت حال بیان کی تو اکبر نے خود ان کے سر پر عمامہ باندھا اور کہا کہ دین کی حفاظت میرا فرض ہے، آپ اپنا کام جاری رکھیں اور میں اس میں آپ کی پوری مدد کروں گا۔ چنانچہ خان اعظم گجرات کا گورنر مقرر ہوا، وہ چونکہ راسخ العقیدہ سنی تھا، اس نے اپنے ایام حکومت میں شیخ کی پوری مدد کی۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ تبدیل ہو گیا اور اس کی جگہ عبدالرحیم خان خاناں گورنر ہوا جس کے عہد حکومت میں شیعہ بوہرے پھر دلیر ہو گئے۔ شیخ نے اپنا عمامہ پھر سر سے اتارا اور آگرے (دارالحکومت) کا رخ کیا تاکہ خود بادشاہ کے حضور عرض حال کریں۔ شیخ وجیہ الدین نے منع کیا لیکن شیخ اپنے ارادہ سے باز نہ آئے، وہ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ اجین کے قریب چند مخالف پیچھے سے آئے اور انہیں شہید کر دیا۔ (رود کوثر: ۳۹۳)

بدعت سے اجتناب

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کے جانشین حضرت مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلوی (م ۷۵۷ھ) کے پیر بھائی کے ہاں ایک روز مجلس تھی۔ جب باجے کے ساتھ سماع شروع ہوا تو آپ اسی وقت اٹھ کر وہاں سے چل دیئے۔ دوستوں نے روکنے کی کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا، یہ امر خلاف سنت ہے۔ سماع کے دلدادوں نے کہا کہ کیا سماع سے منکر ہو گئے ہو اور اپنے پیروں کا مشرب چھوڑ دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی حجت نہیں، کلام مجید اور حدیث سے کوئی دلیل لاؤ۔ بعض لوگوں نے یہ الفاظ حضرت سلطان المشائخ تک پہنچائے، لیکن وہ اپنے مرید کی نیک نفسی سے خوب واقف تھے، انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شیخ نصیر الدین کا اتقا بہت بڑھا ہوا ہے۔ (آب کوثر: ۴۱۹)

مولانا رشید احمد گنگوہی کا عرس کے دنوں میں آنے پر ناراض ہونا

آپ کے جدامجد حضرت عبدالقدوس گنگوہی کا عرس جس کے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے، اس قدر اذیت رساں، دشوار اور زبردست مجاہدہ کہ شروع شروع میں آپ ان دنوں گنگوہ چھوڑ کر رامپور تشریف لے جاتے تھے۔ مگر آخر میں اس ایذاء قلبی کے برداشت کی آپ کو تکلیف دلی ہوگئی تو یہ زمانہ بھی آپ کو اپنی خانقاہ ہی میں رہ کر گذارنا پڑا۔ اس عرس کے موسم میں آپ کو اپنے منتسبین کا آنا بھی اس قدر ناگوار تھا کہ آپ اکثر ناراض ہو جاتے اور بات چیت چھوڑ دیتے۔ ایک دفعہ مولانا محمد صالح آپ کی زیارت کے شوق میں بے تاب ہو کر گھر سے نکلے۔ اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا، اگرچہ آنے والے خادم کو اس کا وہم بھی نہ تھا، مگر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیدائے سنت دل کے ہاتھوں مجبور تھے، آپ سے نہیں ہو سکا کہ ان کی مزاج پرسی کریں یا محبت و مروت سے پیش آئیں۔ آپ نے سوائے سلام کے جواب کا جواب دینے کے، ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ اور کب آئے ہو، کیوں آئے ہو؟

مولانا محمد صالح کو دو دن ایسے ہی گذر گئے۔ حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا نہایت ہی شاق گذر رہا تھا۔ بہت سوچ و بچار کیا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ حاضر خدمت ہوتے، خاموش بیٹھ کر رنجیدہ دل واپس آجاتے۔ آخر اس حالت کی تاب نہ لا کر حاضر خدمت ہوئے اور رو کر عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کیا قصور ہوا ہے جس کی یہ سزا مل رہی ہے، میں تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، اللہ کے واسطے معاف فرما دیجئے۔ اس وقت حضرت امام ربانی نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، میرا قصور نہیں کیا جس کو میں معاف کر دوں، خدا کی نافرمانی کی ہے، اسی سے معافی مانگو۔ مولانا محمد صالح فرماتے ہیں کہ اس وقت میں سمجھا کہ عرس کے دنوں میں میرا گنگوہ آنا آپ کو ناگوار گذرا۔ چنانچہ میں نے معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت خدا گواہ ہے کہ مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتداء ہی سے شوق نہیں نہ میں اس خیال سے گنگوہ آیا ہوں اور نہ ہی مجھے عرس ہونے کا علم تھا۔ حضرت امام ربانی نے فرمایا، اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہ تھی مگر جس راستے میں دو آدمی عرس کے لئے آنے والے تھے، اسی میں تیسرے تم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: من کثر سواد قوم فھو منھم۔ (تذکرۃ الرشید: ۲/۹)

ایک بدعت کا خاتمہ

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ (م ۱۹۸۰ء) فرماتے ہیں:

میں پچھلی بار کویت گیا، عین ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ مولوی صغیر وہاں میرا واقف تھا۔ اس نے کہا، آج اجتماع ہے، پاکستانیوں کے ہاں آپ بھی آئیں۔ تو میں بھی چلا گیا، سارے بیٹھے ہوئے تھے۔ اسٹیج سیکرٹری نے کہا کہ تقریر تو آپ کی ہے، آپ کے بعد تھوڑا سا بیان صغیر صاحب کریں گے اس کے بعد صلوۃ وسلام پڑھیں گے۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ یہ کون ہے؟ پہلے تو میں نے انکار کر دیا کہ میں صلوٰۃ وسلام کا قائل نہیں ہوں، میں کسی بدعت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ پاکستان نہیں، کویت ہے، صبح اخبار میں پتہ نہیں کیا کیا آجائے گا۔ پھر میں نے کہا اچھا۔ مولوی صغیر جانتا تھا کہ مولوی غلام اللہ کیا پڑھے گا۔ وہ میری طبیعت کو جانتا تھا۔ تقریر ہوئی، میری تقریر کے بعد صغیر صاحب نے چند کلمات کہے۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب (شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان) نے مفصل بیان فرمادیا، اب اس کے بعد اس نے کہہ دیا کہ صلوۃ وسلام، سارے کھڑے ہوگئے۔ عورتیں بھی مرد بھی۔ میں نے ہاتھ کھڑے کر دیئے اور اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید پڑھ کر اور جتنی دعائیں بھی سات چکروں میں مکہ مکرمہ میں (طواف کے دوران) پڑھی جاتی ہیں، میں نے شروع کر دیں۔ اب دعائیں ختم ہوں تو تب جان چھوٹے۔ جب تین چکروں کی دعائیں ہوئیں تو عورتیں بھی تنگ، مرد بھی تنگ۔ عورتیں کبھی بیٹھتی تھیں، کبھی اٹھتی تھیں۔ اور جب چوتھی چکر کی دعائیں شروع ہوگئیں، اتنے میں کئی مرد بھی بیٹھ گئے۔ میں نے کہا، ابھی دعائیں پوری کرنی ہیں۔ ان کو خدا کی قسم صل علیٰ ہی بھول گیا۔ صغیر صاحب مسکرائے کہ یا اللہ مولوی غلام اللہ کیا کرے گا؟ اس کی بیوی بھی (مجلس) میں آئی ہوئی تھی۔ میں نے کہا، ابھی اس کا ترجمہ بھی کرنا ہے۔ مولوی صغیر کہنے لگا، مولانا خدا کے لئے مہربانی کریں.......... خیر دعا ہوگئی اور کسی کو

خیال بھی نہیں آیا کہ صلی علی بھی پڑھنا تھا یا نہیں؟
جب چلنے لگے تو مولوی صغیر نے کہا کہ میرے ساتھ چلیں، میں آپ کو چھوڑ آؤں گا۔ راستہ میں مجھے کہنے لگا، میں حیران تھا کہ مولوی غلام اللہ خان آج کیا کرے گا؟ پیچھے سے اس کی بیگم نے کہا، مولانا نے کیا کیا ہے؟ ہم تو ساری رات تھک گئے، میں تو اب اٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتی، ہمیں تو مولانا نے ایسا کھڑا کر دیا، میں نے تو کبھی ایسی دعائیں نہیں سنی تھیں۔ پھر اس نے کہا، مولانا اللہ (آپ کو) خوش رکھے، میرا دل خوش کر دیا کہ آپ نے ہمیں شرک و بدعت سے بچالیا ہے۔ (خطبات شیخ القرآن: ۴۳۳)

بدعات کے دنیوی نقصانات

بدعات کے نقصانات اور خرابیاں آپ نے پچھلے صفحات میں باحوالہ ملاحظہ فرمالیں۔ اب یہاں اختصار کے ساتھ ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ طالبین حق کے لئے مزید آسانی اور اہل بدعت کے لئے زیادہ سے زیادہ ویل وخسران ہو۔

۱۔ بدعت سے سنت مٹتی ہے۔ (حدیث)

۲۔ بدعت سنت کی ضد ہے۔

۳۔ بدعتی اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرتا ہے۔

۴۔ بدعت پر عمل کرنے سے آنحضرت ﷺ کی توہین لازم آتی ہے۔

۵۔ بدعت پر عمل کرنے سے تفرقہ بازی اور فرقہ واریت پیدا ہوتی ہے۔ (القرآن) کیونکہ ہر شخص اپنی ایجاد کردہ بدعت کو عین دین سمجھتا ہے جسے اہل حق کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتے اور اس بدعت کے خلاف آواز حق بلند کرنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔ جب بدعت کی تردید ہوگی تو اہل بدعت حق کی تردید کریں گے، جس سے فرقہ واریت پیدا ہوگی۔ اور اہل سنت کے مقابلہ میں اہل بدعت کا فرقہ کھڑا ہوگا۔

۶۔ بدعت سے فساد پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ قتل و غارت گری ہے۔

۷۔ بدعت پر عمل کرنے سے دلوں میں بغض و عداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ (القرآن)

۸۔ بدعت پر عمل کرنے سے آنحضرت ﷺ پر خیانت کی تہمت لازم آتی ہے۔
(امام مالکؒ)

۹۔ بدعت دین میں تحریف ہے۔

۱۰۔ بدعت پر عمل کرنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر کم علمی کی تہمت لگانا ہے۔
(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

۱۱۔ بدعتی اپنی طرف سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہے جو قرآن کی صریح مخالفت ہے۔

۱۲۔ بدعتی کا کوئی عمل اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں۔ نہ فرض نہ نفل۔ (حدیث)

۱۳۔ بدعتی کے تمام اعمال و مجاہدات، ذکر و درود، تلاوت، تہجد، جسمانی و روحانی مجاہدات سب کے سب فضول ہیں۔ (القرآن)

۱۴۔ بدعتی پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ (حدیث)

۱۵۔ بدعتی دنیا میں ذلیل ترین انسان ہے۔

۱۶۔ بدعات شیطانی راستے ہیں۔ (حدیث)

۱۷۔ موجد بدعت کو تمام متبعین کے گناہوں کے برابر گناہ ملتے ہیں۔ (حدیث)

۱۸۔ بدعتی کی توبہ قبول نہیں ہوتی یعنی اسے توبہ کی توفیق ہی نہیں ملتی۔ (حدیث)

۱۹۔ اہل بدعت کی مثال باؤلے کتے کی طرح ہے۔ (حدیث)

۲۰۔ بدعتی کی تعظیم جائز نہیں ہے۔ (حدیث)

۲۱۔ بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

۲۲۔ بدعتی کو ٹھکانہ دینے والا بھی ملعون ہے۔ (حدیث)

۲۳۔ بدعتی پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ (القرآن)

۲۴۔ بدعت بدکاری سے بدتر ہے۔ (امام محمد رومیؒ)

۲۵۔ بدعت وحدۃ امت کو پارہ پارہ کرنے والی ہے۔ (القرآن)

۲۶۔ بدعت دلی کج روی کا سبب ہے۔ (حدیث)

۲۷۔ بدعتی امت محمدیہ ﷺ سے خارج ہے۔ (حدیث)

۲۸۔ مسجد میں بدعتی امام رکھنا مسجد جلانے سے بھی زیادہ حرام ہے۔ (ابوادریس خولانی)

۲۹۔ بدعتی بدعات میں جتنا آگے بڑھتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے۔

۳۰۔ بدعتی کے پاس بیٹھنے والے کو حکمت نصیب نہیں ہوتی۔ (فضیل بن عیاضؒ)

۳۱۔ علماء بنی اسرائیل انہی بدعات کی وجہ سے تباہ ہوئے۔

۳۲۔ بدعتی جس راستے پر چلتا ہو اس پر مت چلو۔ (یحیٰ ابن کثیر، فضیل بن عیاضؒ)

۳۳۔ بدعت پرست اس امت کا فتنہ ہے۔ (مقاتل بن حیان)

۳۴۔ بدعتی پر سلام ڈالنا جائز نہیں۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

۳۵۔ بدعتی کے جنازے میں شرکت کرنے والے پر اللہ کا غضب پڑتا ہے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، فضیل بن عیاضؒ، سفیان بن عیینہؒ)

۳۶۔ بدعتی جھوٹا ہے۔ (حضرت اخون درویزہؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ)

۳۷۔ بدعتی کے ساتھ ہم مجلس ہونا اس سے گفتگو کرنا اس کے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں۔ (حضرت اخون درویزہؒ)

۳۸۔ جس نے بدعتی کے ساتھ مداہنت کی اللہ تعالیٰ سنت کی حلاوت و مٹھاس اس کے دل سے سلب کر دیگا۔ (حضرت اخون درویزہؒ)

۳۹۔ جس نے بدعتی کی اجابت کی تو اللہ تعالیٰ ایمان کا نور اس کے دل سے نکال دے گا۔ (فضیل بن عیاضؒ، حضرت اخون درویزہؒ)

۴۰۔ بدعتی سے محبت کرنا جائز نہیں۔ (شیخ عبدالق[illegible]یلانیؒ)

۴۱۔ بدعتی کے قریب جانا اور اس کے ساتھ بیٹھنا [illegible]نہیں۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۲۔ بدعتی کو کسی خوشی کے موقع پر یا عید کے دن مبارکباد دینا جائز نہیں۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۳۔ جب بدعتی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہیے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۴۔ بدعتی کی تعریف کرنا ناجائز ہے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۵۔ اہل بدعت سے دشمنی رکھنی چاہیے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۶۔ بدعتی کی دشمنی سے اجر و ثواب ملتا ہے۔ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

۴۷۔ جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے، اگرچہ اس کے اعمال تھوڑے ہوں۔ (فضیل بن عیاضؒ)

۴۸۔ بدعت مصیبت و پریشانی کا دروازہ ہے۔ (القرآن)

۴۹۔ بدعتی پر ذلت چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ (سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ)

۵۰۔ بدعتی کے چہرے سے ذلت برستی ہے۔ (حضرت حسن بصریؒ)

۵۱۔ بدعت کفر کے نزدیک ہے۔ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ)

۵۲۔ بدعت ظلمت ہی ظلمت ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

۵۳۔ بعض بدعتی کافر ہیں۔ (شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)

۵۴۔ بدعت انسان کے اندر بزدلی پیدا کر دیتی ہے۔ (مشاہدہ)

۵۵۔ بدعت سے طمع و لالچ کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

۵۶۔ بدعتی کے چہرے پر نحوست کے آثار نمایا ہوتے ہیں۔

۵۷۔ بدعتی اپنے مفادات کے لئے بدعت پر عمل کرتا ہے۔

۵۸۔ بدعتی علم کے نور سے محروم ہوتا ہے۔

۵۹۔ بدعتی کو عبادت میں کبھی بھی لذت حاصل نہیں ہوتی۔

۶۰۔ بدعتی ہمیشہ مالداروں، حکمرانوں کی غلامی کرتا ہے۔

۶۱۔ بدعتی ہمیشہ دنیا کی محبت میں گرفتار رہتا ہے۔

۶۲۔ دین میں کوئی بدعت حسنہ نہیں (مجدد الف ثانیؒ)

۶۳۔ بدعتی اللہ تعالیٰ کے معرفت سے محروم رہتا ہے۔ (القرآن)

۶۴۔ بدعتی کی زبان کاٹنی چاہئے۔ (حدیث)

۶۵۔ بدعتی خواہشات نفسانیہ کا اسیر ہے۔

۶۶۔ بدعتی ہمیشہ پریشان رہے گا۔

۶۷۔ بدعتی یتیموں بیواؤں کا مال غصب کرتا ہے۔

۶۸۔ بدعتی نہ حقوق اللہ کی پرواہ کرتا ہے نہ حقوق العباد سے حیا کرتا ہے۔

۶۹۔ بدعت شرم و حیا کو ختم کر دیتی ہے۔

۷۰۔ بدعتی کبھی بھی ولی اور پیر نہیں بن سکتا۔ (بایزید بسطامیؒ)

۷۱۔ بدعتی کتے سے بھی بدتر ہے۔(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی)

۷۲۔ بدعتی کتے سے زیادہ نجس و ناپاک ہے۔ (اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی)

۷۳۔ بدعت فسق سے بدتر ہے۔ (علامہ احمد رومیؒ)

۷۴۔ بدعت ابلیس کو سب گناہوں سے محبوب تر ہے۔(سفیان ثوریؒ)

۷۵۔ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ ہے۔(حضرت مجدد الف ثانیؒ)

۷۶۔ بدعت کے اندھیرے سنت کی نورانیت کو مٹا دیتی ہے۔ (مجدد الف ثانیؒ)

۷۷۔ بدعتی جہنم کا کتا ہے۔ (حدیث)

۷۸۔ بدعتی آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر علم رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۷۹۔ بدعتی کی موت اسلام کی فتح ہے۔

۸۰۔ بدعتی آنحضرت ﷺ کے دل کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔

۸۱۔ بدعت دین کو بگاڑتی ہے۔

۸۲۔ بدعت اندھیرا ہے۔

۸۳۔ بدعتی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور قرآن کا باغی ہے۔

بدعات کے اخروی نقصانات

۱۔ بدعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

۲۔ بدعتی قیامت کے دن اعمال سے خالی ہوگا کیونکہ اس کے اعمال دنیا ہی میں ضائع ہو چکے ہوں گے۔ (القرآن)

۳۔ بدعتیوں کا آنحضرت ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔(القرآن)

۴۔ قیامت کے دن اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (القرآن)

۵۔ بدعتی آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے محروم ہوگا۔

۶۔ بدعتی آنحضرت ﷺ کے حوض کوثر سے دھتکار دیا جائے گا۔

۷۔ بدعتی کے اعمال بے وزن ہوں گے۔

۸۔ اہل بدعت کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

۹۔ قیامت کے دن بدعتی بھی کافروں کی طرح حسرت وافسوس کرے گا۔ لوتسوی بھم الارض۔ ''کاش میں مٹی میں مل کر خاک ہو جاتا۔''

۱۰۔ بدعتی کا چہرہ قبر میں قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے۔

۱۱۔ بدعتی کے دل میں خوف خدا، محاسبہ آخرت نہیں رہتا۔

۱۲۔ یتیموں کا مال ناجائز طریقے پر کھانے والا آگ کھا رہا ہے اور جہنم میں داخل ہوگا۔ (القرآن)

جبکہ اہل بدعت عام طور پر یتیموں کا مال ہڑپ کرتے ہیں کبھی سخات کے نام پر کبھی ایصال ثواب کے نام پر۔

۱۳۔ بدعتی اندھا بہرا گونگا بن جاتا ہے۔ نہ حق دیکھتا ہے نہ سننے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی حق کو زبان پر لانے کی جرأت کرسکتا ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فانها لا تعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور.

''دراصل آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں، اندھے ہو جاتے ہیں۔''

اور جس کا دل اندھا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔

بدعتی کا ذہنی فتور

(جمعرات کی روٹی)

ایک صاحب نے حج کے موضوع پر لکھا ہوا اپنا مضمون کتابت کی غرض سے کاتب کو دیا۔ بدقسمتی سے کاتب کا تعلق بدعتی ٹولے سے تھا جنہیں ہر وقت پیٹ کی شکایت دور کرنے کی فکر رہتی ہے۔ کاتب نے مضمون کی کتابت شروع کی۔ لکھتے لکھتے جب وہ اس فقرے پر پہنچا کہ ''پھر جمرات کی رمی کرے'' تو قلم روک لیا۔ بیچارے نے یہ الفاظ نہ پڑھے نہ سنے

تھے۔اس نے اپنے فرقے کے جاہل مولویوں سے کچھ سنا بھی تھا تو یہ کہ فلاں کافر ہے اور فلاں مرتد ہے۔اور یا پھر گیارہویں کے دودھ اور جمعرات کی روٹیوں کی من گھڑت فضیلتیں۔سوچتا رہا کہ کیا لکھوں۔سوچتے سوچتے یکدم خوشی سے اچھل پڑا اور کہا ''ایسی تیسی وہابیوں کی۔'' اور پھر بیوی کو آواز دی ''بلیوں والی سرکار کی بندی! ادھر تو آ، کہتے ہیں کہ جمعرات کی روٹی بدعت ہے، حالانکہ حج کے دوران بھی جمعرات کی روٹی کا حکم دیا گیا ہے۔''

اور پھر اس نے ''جمرات کی رمی کرے'' کی بجائے یہ لکھا کہ ''پھر جمعرات کی روٹی کرے۔''

بدعتی کو بھوک مٹانے کے لئے خرافات کا سہارا

بدعات کی فہرست

اذان کی بدعتیں

۱۔ قبر پر اذان دینا۔

۲۔ اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا۔

۳۔ دوران اذان انگوٹھے چومنا۔

۴۔ بے دین آدمی سے اذان دلوانا

۵۔ اذان سے پہلے اور بعد ایسے کلمات کہنا جنکا اذان کیساتھ تعلق نہیں۔

۶۔ اذان کے بعد تھویب کرنا

نماز کی بدعتیں

۱۔ نماز کے بعد اونچی آواز سے ذکر کرنا

۲۔ نماز کے بعد اجتماعی ذکر کرنا

۳۔ نماز کے بعد مصافحہ کرنا

۴۔ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا

۵۔ نماز کے بعد تین دعائیں کرنا

۶۔ نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر جعلی درود پڑھنا

۷۔ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنا

۸۔ مروجہ شبینہ پڑھنا

۹۔ نماز تراویح پر اجرت لینا

۱۰۔ نماز تراویح کے لئے حافظ کو اجرت دینا

۱۱۔ شب برات میں اجتماعی نوافل پڑھنا

نماز جنازہ، کفن دفن کی بدعتیں

۱۔ دفن میں تاخیر کرنا

۲۔ مردے پر نوحہ کرنا

۳۔ اجنبی غیر آدمی سے غسل دلوانا

۴۔ غسل پر اجرت دینا

۵۔ غسل والی جگہ کو تین دن خالی چھوڑنا

۶۔ غسل والی جگہ پر چراغ جلانا

۷۔ تیسرے دن میت کے کپڑے دھونا

۸۔ کفن میں فضول خرچی کرنا

۹۔ جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر غم تازہ کرنا

۱۰۔ تین دن سے زیادہ سوگ کی حالت میں رہنا

۱۱۔ میت کے گھر میں عورتوں کا جمع ہونا

۱۲۔ جنازہ اٹھاتے وقت کئی دعائیں کرنا

۱۳۔ مروجہ قدم گننا

۱۴۔ اس کے بعد دعا کرنا

۱۵۔ جنازے کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا

۱۶۔ جنازے کے ساتھ قرآن لے جانا

۱۷۔ قرآن کو میت کے سرہانے رکھ کر جنازہ پڑھنا

۱۸۔ نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا

۱۹۔ جنازہ کے بعد باتیں کرنا

۲۰۔ قرآن پھرانا

۲۱۔ ملاؤں کا دائرے کی شکل میں دھرنا مارنا

۲۲۔ سخات (اسقاط) دینا

۲۳۔ یتیموں کا مال تقسیم کرنا

۲۴۔ یتیموں کا مال ہڑپ کرنا

۲۵۔ جنازہ میں پیسے بانٹنا

۲۶۔ جنازہ میں حلوہ پتاسے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا
۲۷۔ میت کو دفن کر کے کسی رشتہ دار کے لئے پتھر چھوڑنا
۲۸۔ کفن پر کفنی لکھنا
۲۹۔ دفن کے وقت قرآن پاک کی اونچی آواز سے تلاوت کرنا
۳۰۔ دوسری جگہ کی مٹی قبر پر ڈالنا
۳۱۔ رسم قل کرنا
۳۲۔ تیسرے دن قبرستان جانا
۳۳۔ تیجہ، ساتواں، چالیسواں، سالانہ کرنا
۳۴۔ قبر پختہ کرنا
۳۵۔ قبر پر پھول ڈالنا
۳۶۔ تیسرے دن میت کے کپڑے دھونا
۳۷۔ قبر پر لکھنا
۳۸۔ قبر پر نقش و نگار کرنا
۳۹۔ قبر پر میت کا نام وغیرہ لکھنا
۴۰۔ قبر پر قرآنی آیات لکھنا
۴۱۔ جمعرات کے دن ختم کرنا
۴۲۔ قرآن خوانی کے پیسے دینا
۴۳۔ قرآن خوانی پر کھانا کھانا
۴۴۔ قرآن خوانی پر کھانا دینا
۴۵۔ قبر پر گنبد بنانا
۴۶۔ عرس کرنا
۴۷۔ قبرستان میں میلہ کرنا
۴۸۔ قبر کو غسل دینا
۴۹۔ قبر پر چادر ڈالنا

۵۰۔ قبر پر جھنڈیاں لگانا

۵۱۔ قبر پر چراغ جلانا

۵۲۔ قبر کو ایک بالشت سے زیادہ اونچی کرنا

۵۳۔ قبر پر مجاوری کرنا

۵۴۔ قبر کو بوسہ دینا

۵۵۔ قبر کو سجدہ کرنا بدترین شرک اور بدعت ہے

۵۶۔ قبر سے دعا مانگنا بدترین شرک اور بدعت ہے

۵۷۔ درگاہوں کا طواف کرنا بدترین شرک اور بدعت ہے

۵۸۔ عصر کے بعد دروازہ بند نہ کرنا کہ میت کی روح آتی ہے

۵۹۔ قبر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونا

۶۰۔ محرم میں قبروں پر پانی ڈالنا

۶۱۔ بیماروں کو قبرستان شفا کی غرض سے لے جانا بدترین شرک اور بدعت ہے۔

متفرق بدعات

۱۔ درگاہوں کا نمک کھانا

۲۔ درگاہوں کے پتھر جسم پر ملنا

۳۔ گیارہویں دینا

۴۔ کتاب دیکھ کر فال نکالنا

۵۔ ہندوؤں کی رسوم ادا کرنا

۶۔ یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار کرنا

۷۔ بزرگوں کو غائبانہ آواز دے کر پریشانیوں میں پکارنا بدترین شرک اور بدعت ہے

۸۔ چرسیوں بھنگیوں سے بیعت کرنا

۹۔ میت کے ایصال ثواب کا کھانا اغنیاء کو کھلانا

۱۰۔ بزرگوں کے نام نذر و نیاز دینا بدترین شرک اور بدعت ہے

۱۱۔ بابا فریدؒ کی کھچڑی پکانا

۱۲۔ کسی دن کو منحوس خیال کرنا

۱۳۔ کسی جانور سے بدشگونی لینا

۱۴۔ قوالی کرنا

۱۵۔ عید میلاد النبی ﷺ منانا

۱۶۔ محفل میلاد منعقد کرنا

۱۷۔ بے ریش لڑکوں سے نعتیں پڑھوانا

۱۸۔ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو مٹھائی تقسیم کرنا

۱۹۔ ماہ صفر کو منحوس سمجھنا

۲۰۔ غیر اللہ کی قسمیں کھانا

۲۱۔ شادی بیاہ، ختنہ وغیرہ میں اسراف کرنا اور غیر شرعی رسوم ادا کرنا

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی بدعتیں مسلمانوں میں رائج ہیں اور ہر علاقے میں مختلف قسم کی بدعتیں پائی جاتی ہیں۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ خود بھی ان بدعات کو چھوڑ دے اور دوسرے کو بھی منع کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کر اپنا فرض منصبی ادا کرے۔

سنت کی اہمیت اور بدعت کا وبال

احوال القیامہ میں علامہ زین الدین بن رجب نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ایسا شخص آیا جو کفن چور تھا مگر اب وہ اس قبیح حرکت سے باز آ چکا تھا اور توبہ کر کے نیکی کی زندگی گزار رہا تھا۔ علامہ زین الدین نے اس سے پوچھا کہ تم مسلمانوں کے کفن چراتے رہے ہو اور تم نے مرنے کے بعد ان کی حالت دیکھی ہے، یہ بتاؤ کہ جب تم نے ان کے چہرے کھولے تو ان کا رخ کس طرف تھا؟

اس نے جواب دیا کہ اکثر چہرے قبلے کے رخ سے پھرے ہوئے تھے۔

حضرت زین الدین کو بڑا تعجب ہوا، کیونکہ دفن کرتے ہوئے تو مسلمانوں کا چہرہ قبلہ

رخ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے امام اوزاعی سے اس بارہ میں پوچھا تو امام اوزاعی نے پہلے تو تین بار انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی زندگی میں سنتوں سے منہ پھیرنے والے تھے۔ (خزینہ ص ۲۹۲)

اہل بدعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کہ آج تو وہ تاویلیں کر کے بدعات کو دین ثابت کر رہے ہیں لیکن قبر میں اپنے آپ کو کس طرح بچائیں گے۔ یہ بدعت کا وبال ہے کہ دنیا میں آنحضرت ﷺ کی سنتوں سے منہ پھیر کر خواہشات کی تابعداری کی تو قبر میں اللہ تعالیٰ قبلہ سے اس کا منہ پھیر دیتے ہیں۔ وہاں پتہ چلے گا کہ مردود کون ہے اور عاشق رسول کون؟ یہاں تو روزانہ سنت رسول ﷺ کو ذبح کر کے گندی نالی میں پھینکنے والا بھی عاشق رسول ﷺ کہلاتا ہے۔

علماء کے لئے لمحہ فکریہ

حضرت ابو درداءؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک پیغمبر کو وحی کی ان لوگوں سے کہہ دو جو علم کو دین وعمل کے لئے حاصل نہیں کرتے اور دنیا کو عمل آخرت سے کماتے ہیں کہ تم وہ ہو جو آدمیوں کے سامنے بھیڑ کی کھال اوڑھ کر جاتے ہو حالانکہ تمہارے سینوں میں بھیڑیوں کے دل چھپے ہوئے ہیں، تمہاری زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں مگر دل زہر کی طرح کڑوے ہیں، تم مجھے دھوکہ دیتے ہو اور مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ اچھا رہو تو میں تمہیں ایسے فتنے میں ڈالوں گا جس سے بڑے بڑے دانا ہکا بکا ہو کر رہ جائیں گے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اگلے بزرگ کہا کرتے تھے جاہل عابد اور فاجر عالم کے فتنے سے پناہ مانگو کیونکہ فتنے میں پڑنے والوں کے لئے دونوں بڑے فتنے ہیں۔

ابن وہب کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری امت کی ہلاکت فاجر عالم اور جاہل عابد ہیں بدترین شر فاسق عالم ہے اور بہترین خیر نیک عالم ہے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا عالم کی سزا اس کے دل کی موت ہے پوچھا گیا دل کی موت کیا ہے؟ فرمایا عمل آخرت سے دنیا طلب کرنا۔ ابن عبدالبر نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا سب سے برا آدمی کون ہے؟ فرمایا بگڑا ہوا عالم۔ (العلم والعلماء ص ۱۳۱)

حضرت ابودرداؓ فرماتے تھے اس خوف سے لرز رہا ہوں کہ قیامت کے دن حساب دینے کھڑا کیا جاؤں اور پوچھا جائے تو نے علم تو حاصل کیا تھا مگر اس سے کام کیا لیا؟

(العلم والعلماء ص ۱۳۴)

لہٰذا اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے ان پڑھ عوام کی راہنمائی کریں اور انہیں بدعات ورسومات سے ہٹا کر صراط مستقیم پر چلانے کی محنت کریں، پیٹ کی خاطر حق کو چھپا کر اپنی آخرت تباہ نہ کریں۔ بہت سی بدعات ورسومات اس وجہ سے پھیل جاتی ہیں کہ مولوی صاحب مقتدیوں کی ناراضگی کے خدشہ سے کلمہ حق زبان سے نہیں نکالتے کہ مقتدی ناراض ہو جائیں گے اور امامت سے ہٹا دیں گے ہائے افسوس علم دین اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ مقتدیوں کو رزاق مان لیا جائے اور ان کے ہاتھ میں اپنا رزق سمجھ کر حق کو چھپا لیا جائے۔

بہت سے مولوی حضرات حق بات اس لئے نہیں کہتے کہ لوگوں میں ان کی عزت ہے اگر وہ حق بات زبان سے نکال دیں تو لوگ ان کی تعریفیں اور انہیں سلام نہیں کریں گے ان کی عزت میں کمی آجائے گی لیکن یہ بے چارے جس کو عزت سمجھ رہے ہیں وہ دراصل ذلت و خواری ہے اصل عزت دین حق اور کلمہ حق کی اشاعت ہے چاہے لوگ اس پر کوڑا کرکٹ پھینکنے لگ جائیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کیساتھ کیا گیا۔ بعض بزدل قسم کے مولوی ویسے ڈرتے ہیں کہ اگر حق بات زبان سے نکل گئی تو پتہ نہیں کیا مصیبت پیش آجائے گی۔

حق بات پہ کٹتی ہے تو کٹ جائے زبان میری
اظہار تو کر دے گا جو ٹپکے گا لہو میرا

بہت سے مولوی حضرات انہی بدعات ورسومات کو اپنے پیٹ پالنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور دن رات ان پڑھ عوام کو انہی بدعات کی تعلیم دیتے ہیں اس قسم کے علماء اور پیٹ پرست مولویوں کے متعلق عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

یا جاعل العلم لہ بازیا
یصطاد اموال المساکین

علم کو باز بنا کر غریبوں کا مال شکار کرنے والے

احتلت للدنيا ولذاتها

بحيلة تذهب بالدين

دنیااوراس کی لذتوں کے لئے تو نے ایسا حیلہ تراشا ہے جو دین کو بھی لے ڈوبے گا

فصرت مجنونا بها بعدما

كنت دواء للمجانين

دنیا کی محبت میں مجنون ہو گیا حالانکہ تو خود مجنونوں کی دوا تھا۔

تقول اكرهت فما ذا كذا

زل حمار العلم في الطين

کہتا ہے مجبور کر دیا گیا ہوں، غلط! یوں کہہ کہ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل پڑا ہے۔

لا تبتع الدنيا بدين كما

يفعل ضلال الرهبانين

دیکھ گمراہ پیر اور مولویوں کی طرح دین کی راہ سے دنیا طلب نہ کر۔

وهل بدل الدين الا الملوک

واحبار سوء و رهبانها

بادشاہوں اور برے پیروں اور مولویوں کے سوا دین کو کس نے بدل ڈالا ہے۔

وباعو النفوس فلم يربحوا

ولم يحصل في البيع اثمانها

یہ لوگ سستے داموں بک گئے مگر اس سودے سے کچھ نفع نہ اٹھایا۔

لقد رتع القوم في جيفة

يبين لذى العقل انتانها

مردار کھال میں منہ ڈال کر کھا رہے ہیں جس کی بدبو ہر ذی عقل محسوس کر رہا ہے۔

بكى شجوه الاسلام من علمائه

فما اكثر ثوا لمار امن بكائه

اسلام اپنے علماء کے ہاتھوں رو رہا ہے مگر علماء کو اس کے آنسوؤں کی پرواہ نہیں۔

فاکثرھم مستقبح بصواب من

یخالفہ مستحسن لخطائہ

اکثر علماء اپنے مخالف کے حق کی برائی کرتے ہیں اور اپنی غلطی سراہتے رہتے ہیں۔

فایھم المرجو فینا لدینہ

وایھم الموثوق فینا برایہ

ایسی حالت میں ہم کس کی دینداری سے امید باندھیں اور کس کی رائے پر بھروسہ کریں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

''علم وحکمت بکثرت مسائل کے حفظ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ نور الٰہی ہے اور اس سے خدا جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں بہت سی حدیثیں یاد کر لینا علم نہیں ہے بلکہ خوف خدا کا نام علم ہے۔''

متنازعہ مسائل کا حل

متنازعہ مسائل کا حل بہت ہی آسان ہے جس کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ۔ (النساء: ۵۹) ''اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ''۔ جن مسائل میں اختلاف پیدا ہو جائے کہ یہ دین ہے یا نہیں، یہ حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز؟ تو اس کا پتہ قرآن وحدیث سے چلے گا اگر قرآن وحدیث میں ان مسائل پر کوئی دلیل ہو تو اسے بلالیت و لعل ہر مسلمان کو اپنانا چاہئے اور اگر قرآن وحدیث میں اس پر کوئی دلیل نہ ہو اور وہ عمل بھی ایسا ہو کہ جس کا محرک اور سبب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا اور پھر بھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے وہ عمل نہیں کیا تو پھر اس عمل کو چھوڑنا ہر مسلمان پر لازمی اور ضروری ہے۔ حضرت عطا ابن ابی رباح اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف (رجوع کرنا چاہئے) جب تک آپ ﷺ حیات ہیں بعد میں آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ (العلم والعلماء ص ۱۵۰)

اہل بدعت سے گذارش ہے کہ اگر تم قرآن وحدیث کو سچا مانتے ہو اور ان پر تمہارا

ایمان ہے تو پھر آیئے اپنا مقدمہ قرآن وحدیث کی عدالت میں پیش کر کے ان تمام تنازعات کو ختم کریں اور ہر قسم کی فرقہ بندی تفرقہ بازی بدعات ورسومات اور من گھڑت واقعات فرقہ بندی اور تفرقہ بازی سے باز آکر وعتصموا بحبل الله جميعا کا عملی نمونہ پیش کریں۔اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو خوش کر کے دنیا و آخرت میں سرخروئی، کامیابی و کامرانی،عزت و رفعت،چین وسکون حاصل کریں۔(اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه)

بدعات کی محبت اور قرآن کی توہین

قرآن کو اٹھایا ہاتھوں پر بدعات کی محبت سینوں میں
دائرے کو بٹھا کر چڑلایا، پڑھنے کو مسلمان بھول گئے
روح جب بدن سے چل نکلی یاد پھر قرآن آیا
قرآن میں پیسے رکھ کر سگ قرآن کی حرمت بھول گئے
جس گھر سے جنازہ نکل گیا قرآن کا جنازہ نکالا گیا
وہ مصحف پھر واپس آیا نہیں قرآن کی قیمت بھول گئے
میت کے آگے آگے قرآن سر پر رکھ کر چل دیئے
میت کے سرہانے رکھ کر ہائے قرآن کا مقصد بھول گئے
جب وقت آیا جنازے کا تو پانچ روپے کی آس لگی
اس آس میں کھو گئے ایسے سب میت کو بخشوانا بھول گئے
قرآن کو رکھا میت کے سرہانے ملا جی بھی کھڑے ہوئے
قرآن کا جنازہ بھی پڑھا، اللہ کی طاقت بھول گئے
جنازہ سے ابھی فارغ ہی ہوئے کہ دھرنا مار کر بیٹھ گئے
قرآن کو پھرایا سرعت سے مُلانے خوشی سے پھول گئے
پیسے تو بٹورے زاغوں نے قرآن کو سب نے ٹھکرا کر سہ
اخروٹ کے چھلکے سا معاملہ قرآن کی عظمت بھول گئے
اما جی مرحوم دنیا سے گئے معدوم ہوئے

اب فکر پڑی بخشوانے کی مگر سنت طریقے بھول گئے
جمعہ کی جب رات آئی میت کے گھر مولویوں کی بارات آئی
پیٹ نے پھرایا در در در اللہ کا وعدہ بھول گئے
قرآن کو کھول کر بیٹھ گئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے
ہوں ہوں کر کے ہلتے گئے ترتیل کا نام ہی بھول گئے
پڑھتے پڑھتے سوچتے گئے پیسوں کو دل میں تولتے گئے
پیسوں کو دبایا جیبوں میں حلوے کو بھی استاد بھول گئے
تین دن جب پورے ہوئے تیجے کے لئے سب چور ہوئے
چاول پلاؤ بریانی اب سالن روٹی بھول گئے
فاتحہ خوانی کے لئے سب جمع ہوئے میت کے گھر
ہاتھوں کو اٹھا کر نیچے کیا مانگنے کو سارے بھول گئے
عرس کا دن جب آ پہنچا سب میلے میں پہنچے واہ واہ واہ
مرد و زن سب ایک ہی جگہ غیرت کو مسلمان بھول گئے
کچھ پیر نما ڈاکو بھی وہاں پہنچے بن کر سید شاہ
چرس کے عادی، داڑھی سے عاری، سنت کو بھی پیر صاحب بھول گئے
قبر کی پوجا پاٹ سے فارغ اب لنگر کی باری ہے
لنگر کا صفایا ایسا کیا ہاتھی کو سارے بھول گئے
مومن شکایت کس سے کریں جب حیا کا مادہ ہی ختم ہوا
بدعات کی گرم بازاری ہے سنت پہ چلنا بھول گئے

مجاہد ختم نبوت شورشؔ کاشمیری کا کلام

شورش مجھے بطحا سے ملا ہے یہ اشارہ
ڈوبے گا بریلی کے خداؤں کا ستارا

بدعت کے در و بام ہلاتے چلے جاؤ

اللہ نے پامردیٔ مومن کو پکارا

بے روک ہیں ان فتوی فروشوں کی زبانیں
اسلاف کی توہین پہ کرتے ہیں گذارا

قرآن کے احکام سے رکھتے نہیں رغبت
توحید کے اذکار سے کرتے ہیں کنارا

میلاد کی محفل ہو تو ناغہ نہیں کرتے
ملتا ہے مریدوں سے تن و توش کا چارا

رندان سیہ مست کو حجروں میں بلا کر
دیتے ہیں مریدان تہی دست کو لارا

ہر کوچہ و بازار میں کہرام مچا ہے
ان زہد فروشون نے مسلمان کو مارا

امت کے اکابر پر سب و شتم کی بوچھاڑ
کرتی نہیں اللہ کی غیرت یہ گوارا

پہنچا ہے مجھے حجۃ الاسلام کا فرمان
جس نے مرے ایمان کو چہرے کو نکھارا

دل سے مرے ہر خدشۂ فانی کو نکالا
جرأت کو مری عشق پیغمبرؐ سے نکھارا

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے خوف سکندر ہے نہ اندیشۂ دارا

میرے لئے یثرب کی فضا کافی و شافی
تعویذ فروشوں کو بریلی کا سہارا

تکفیر کی بدبو سے مساجد میں تعفن
سنڈاس ہے واعظ کے خرافات کا دھارا

گنگوہی کے دامن پہ ہیں الحاد کے چھینٹے

نانوتوی کافر ہے؟ یہ سوچو تو خدا را
اسلام کے باغی ہیں؟ دیوبند کے بیٹے
کس نے تمہیں اس فتویٰ تراشی پہ ابھارا
تم اور میرے قتل کی تدبیر! بہت خوب
آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا
پھر یہ نہ شکایت ہو کہ گستاخ ہے شورش
جب میں نے قباؤں کو ادھیڑا کہ اتارا
یہ بات صاف سنو اے اصاغر بدعت
تمہارے شرک کے ایوان ڈھاکے چھوڑوں گا
جو لوگ سنت میر امم سے باغی ہیں
انہیں خدا کے غضب سے ڈرا کے چھوڑوں گا
خدا کی ذات پہ بہتان باندھنے والو
تمہارے رخ سے نقابیں اٹھا کے چھوڑوں گا
نچا رہے ہو مریدوں کو خانقاہوں میں
یہ راز ہر کہ و مہ کو سنا کے چھوڑوں گا
غریب قوم کی جبیں تراشنے والو
تمہیں ضرور ٹھکانے لگا کے چھوڑوں گا
بپھر گئے ہو مزاروں کی روٹیاں کھا کر
تمہارا نام و نشاں تک مٹا کے چھوڑوں گا
زبان دراز فقیہو! یہ بات یاد رہے
تمہاری توند کمر سے ملا کے چھوڑوں گا
تمہاری کھیپ کی فتویٰ فروش نسلوں کو
خدا گواہ! مسلماں بنا کے چھوڑوں گا
کیا ہے عہد رسالت مآب ﷺ سے میں نے

خدا کا خوف دلوں پر بٹھا کے چھوڑوں گا

جو گالیوں میں یگانہ ہیں ان رذیلوں کو
نبی کے خلق کا نقشہ دکھا کے چھوڑوں گا

یہ لوگ شیوہ کافر گری سے باز آئیں
وگرنہ ان کی دکانیں جلا کے چھوڑوں گا

خدا کے دین کا مفہوم و مدعا کیا ہے
یہ اک سبق انہیں شورش پڑھا کے چھوڑوں گا

بدعت فروش

چہرے پہ ہے شکن تو زباں پر خروش ہے
منبر پہ لازماً کوئی بدعت فروش ہے

کیا پوچھتے ہو دیدہ و دل کے معاملات
ہر شخص اس دیار میں خانہ بدوش ہے

سوچا بھی ہے کہ آپ ہیں کس سمت میں گامزن
اے تاجران دین ھدیٰ! عقل و ہوش ہے؟

بے ربط گفتگو کو بنا کر اساس فکر
لوگوں سے کہہ رہے ہیں نوائے سروش ہے

کس بانکپن سے رند خرابات نے کہا
یہ ذکر و وعظ سلسلہ ناؤ نوش ہے

نانوتوی پہ کفر کا الزام الاماں
نانوتوی حضور ﷺ کا حلقہ بگوش ہے

سوداگران دین کے زعم خودی کی خیر
شورش کی شاعرانہ طبیعت میں جوش ہے

شورش کاشمیری

بدعت کے قریب ہر گز نہ جانا

اگر حق پرست ہے اے جنت کے طالب
تو دنیا میں حق کو نہ ہر گز بھلانا
مصیبت میں امید امداد لے کر
مزاروں پہ روضوں پہ ہر گز نہ جانا

یہ بدعت میں لذت، یہ سنت سے غفلت
نہ یہ تھی نبی ﷺ کے پیاروں کی خصلت
یہی ہے اگر تجھ میں عشق رسالت
تو نعرہ رسالت نہ ہر گز لگانا

مزاروں پہ گنبد سے ہے فائدہ کیا
نبی نے تو اس کام سے تجھ کو روکا
پسند ہے اگروہ طریق صحابہ
مقابر پہ گنبد نہ ہر گز بنانا

اگر سجدہ کرتا ہے قبروں پہ جا کر
وہاں سے تو آتا ہے نذریں چڑھا کر
تو کیا مانگتا ہے مساجد میں آکر
یہاں آ کے سر کو نہ ہر گز جھکانا

در کبریا کی نہ پرواہ ہو جس کو
محمد ﷺ نہ اپنائیں گے اس کو
نبی کے مدینے میں لے جا کے خود کو
کبھی بھی نہ ہر گز نصیب آزمانا

محمد ﷺ کی تعلیم اور پاک سیرت
بیان کرنے کی ہو نہ عادت نہ ہمت
تو کیا نفع دے گا یہ ذکر کرامت

جہاں کو فسانے نہ ہر گز سنانا

لگاؤ نہ ہو گا جسے ذکر حق سے
وہ محروم ہے سایہ عرش حق ہے
ان عرسوں سے غیروں کی صفت و ثنا سے
نہ مانے گا خالق، نہ ہر گز منانا

غنی وہ ہے بندے ہیں سائل بچارے
اس کی حیثیت کی زد میں ہیں سارے
تو سورج کے آگے چراغوں کو لا کر
کبھی یوں تماشا نہ ہر گز دکھانا

نبوت نے پائی ہے جو ذمہ داری
قرآن و شریعت سے ظاہر ہے ساری
نصاریٰ کی مانند عقیدت میں بڑھ کر
مقام پیغمبر نہ حد سے بڑھانا

یہی آج ہے انتہا غفلتوں کی
ادھر بت کی نذریں ادھر تربتوں کی
ہوئی دین کی آج دنیا میں سبکی
تم اس طرح قدریں نہ ہر گز گھٹانا

کسی خیر کا یہ دیا تو نہیں ہے
جو بجھتا ہے پھونکوں سے یہ وہ نہیں ہے
یہ توحید حق ہے چراغ الٰہی
بجھانے کو پھونکیں نہ ہر گز لگانا

کیا تھا جو اقرار اس کو نبھاؤ
نہ بندوں کو رب کے برابر بناؤ
مخلوق عاجز وہ خلاق قادر
کبھی یہ حقیقت نہ ہر گز بھلانا

ذوق کڑھائی

الٰہی یہ تیرے عیار و مکار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق کڑھائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے حلوہ و زردہ
کھیر کی پلیٹ جب بھی سامنے آئی
ختم کے دن کا مزہ ہی عجب ہے
مرغ مسلم کے ساتھ بریانی بھی آئی
آدمی کے مرتے ہی حلوہ کی تیاری
یہ رسم حلوہ اس موقع پر کہاں سے آئی
جنازہ کے ساتھ بتاسوں کی بوری
جنازہ پڑھتے ہی شروع کر دی ان کی چبائی
تیسرے دن آکر ہوئے پھر سب جمع
اب رسم تیجہ کی باری ہے آئی
ہر جمعرات کو پراٹھوں کی کثرت
ہے یہ بھی بہانہ دانت گسائی
جمعرات کی روٹی بھی ہے بہت ضروری
ختم پڑھنے والی پارٹی ہے آئی
ساتویں کے نام سے کھانا الگ ہے
سوڈے کی بوتل سے پیاس بھی بجھائی
چالیسویں کے نام سے دعوت عام ہے
کھانے کے بعد حضرت نے دعا یہ کرائی
یارب کسی اور کی گردن مروڑنا
کہ مفت ناؤ و نوش میں نہیں کوئی برائی

یکے بعد دیگر کسی مالدار کو رگڑنا
کہ چالیس دن کے کھانے سے خوب لذت آئی
سال کے بعد اب ہے برسی کا موقع
کھانوں کی اقسام سے برسی منائی
اموات کی کثرت ہے موقع غنیمت
اس سے مسلسل رہتی ہے منہ کی رگڑائی
اس کے درمیان ہیں کئی اور مواقع
جن سے ہمیشہ رہتی ہے لذت آشنائی
میلوں اور عرسوں کی موجیں جدا ہیں
وہاں پر تو لٹتی ہے مزار کی ساری کمائی
جشن میلاد کی خوشی کا کیا کہنا
یہاں پر تو ضد میں ہیں دیگیں پکائی
پورے سال کے دھندے ہی چندے
اس دن پھر مستی ہے جوبن میں آئی
نام نبی پر ہیں گالیاں ہی گالیاں
اہلسنت کی شامت جلوس میں آئی
ولادت نبی کے مقدس عنوان سے
تفریق و تکفیر کی غلاظت ہے آئی
پیٹ کے پجاریوں نے مختلف ناموں سے
پیٹ کے دھندوں کی آس ہے لگائی
کہیں فاتحہ اور کہیں گیارہویں کے دھندے
پیٹ پرستی سے یہ رسمیں دنیا پہ چھائی
اہل بدعت کا اسی میں ہے فائدہ
پھیل جائے جتنی بھی زیادہ بدعت کی برائی

پیٹ پرستوں کی جہالت کے صدقے
بدعات کی نحوست ہر عمل میں آئی
بدعت کی بیماری امت میں گھس کر
بریلی سے آئی بریلویوں پہ چھائی

بدعت سے اجتناب پل صراط کو سہولت سے پار کرنے کا سبب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علم الناس سنتي وان كرهوا ذالك وان احببت ان لا توقف على الصراط طرفة عين حتى تدخل الجنة فلا تحدث في دين الله حدثا برأيك. (التذکرہ للقرطبی ص ۳۹۱)

لوگوں کو میری سنت کی تعلیم دو اگرچہ وہ اس کو پسند نہ کریں اور اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ پل صراط پر پلک جھپکنے کے برابر بھی نہ روکے جاؤ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی بدعت ایجاد نہ کرو۔

ایجاد بدعت اتنا سنگین جرم ہے کہ دنیا کی مصیبتیں تو ایک طرف آخرت میں آنحضرت ﷺ کے حوض کوثر سے دھتکارے جانے کے بعد پل صراط پر بھی پریشانی اور مصیبت کا سبب بنے گا اور یہ بدعتی پل صراط کو پار نہیں کر سکے گا۔ اور جو شخص بدعات سے بچتا رہے، اپنی رائے اور خواہش کو دین میں داخل کرنے سے احتراز کرتا رہے تو وہ بہ ارشاد نبوی ﷺ پلک جھپکنے کے برابر بھی پل صراط پر نہیں روکا جائے گا۔

اہل بدعت سوچ لیں کہ آج دنیا میں ان بدعات کی وجہ سے ان کا جیب تو گرم ہو جاتا ہے، پیٹ کی آگ تو بجھ جاتی ہے، برادری میں ناک تو اونچی ہو جاتی ہے، لوگ واہ واہ بھی کر لیتے ہیں، لیکن پل صراط پر جب مشکل ہوگی تو کوئی یار و مددگار نہیں ملے گا۔

دعا

اللھم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تھون بہ علینا مصائب الدنیا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احییتنا و اجعلہ الوارث منا وجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ رغبتنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا.

(ترمذی نسائی)

’’اے اللہ حصہ دے ہمیں اپنے خوف سے اتنا کہ حائل ہو جائے ہم میں اور تیرے گناہوں میں اور اپنی عبادت سے اتنا کہ پہنچا دے تو ہمیں بذریعہ اس کے اپنی جنت میں اور یقین سے اتنا کہ سہل کر دے۔ اس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں اور کار آمد رکھ ہماری شنوائیاں اور ہماری بینائیاں اور ہماری قوت جب تک ہمیں زندہ رکھے اور ہمارے بعد اس کی خیر کو باقی رکھ اور ہمارا انتقام لے اس سے جو ہم پر ظلم کرے اور مدد دے ہمیں اس پر جو ہم سے دشمنی کرے اور مت کر ہماری مصیبت ہمارے دین میں اور مت کر دنیا کو مقصود اعظم ہمارا اور نہ انتہا ہمارے معلومات کی اور نہ انتہا ہماری رغبت کی اور نہ مسلط کر ہم پر اس کو جو ہم پر رحم نہ کرے۔‘‘

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

حافظ مومن خان عثمانی

فاضل مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

مدرسہ مخزن العلوم کٹھائی، تحصیل اوگی ضلع مانسہرہ (سرحد) پاکستان

کتابیات

نام کتاب	مصنف
قرآن مجید	
صحیح بخاری	محمد بن اسماعیل بخاری
صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج النیشاپوری
سنن ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
سنن ابوداؤد	ابوداؤد بجستانی
سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن النسائی
تفسیر معارف القرآن	مولانا محمد شفیع
معالم العرفان فی دروس القرآن	مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی
تفسیر جواہر القرآن	شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان
تفسیر ابن کثیر	علامہ عماد الدین ابن کثیر
تفسیر روح المعانی	علامہ محمود آلوسی بغدادی
تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی
تفسیر الاتقان	علامہ جلال الدین السیوطی
تفسیر قرطبی	علامہ ابوعبداللہ قرطبی
تفسیر مدارک	علامہ ابوعبداللہ النسفی
کفایت المفتی	مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی
احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد لدھیانوی

العلم والعلماء — علامہ ابن عبد البر الاندلسی

ازالۃ الریب — امام اہلسنت محدث اعظم حضرت العلامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

جواہر الفقہ — مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع

فتاوی دار العلوم دیوبند — مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی

اختلاف امت اور صراط مستقیم — حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

سیرۃ النبی ﷺ — علامہ شبلی نعمانی

نور الایضاح — علامہ شرنبلالی

کتاب الروح — علامہ ابن القیم الجوزیہ

تحفۃ العلماء — حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

خطابات حکیم الاسلام — مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

شرح مسلم — مولانا غلام رسول سعیدی

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت — ڈاکٹر طاہر القادری

فتاوی رضویہ — احمد رضا خان بریلوی

انوار ساطعہ — مفتی عبد السمیع رامپوری

براہین قاطعہ — مولانا خلیل احمد سہارنپوری

تاریخ میلاد — مولانا حکیم عبد الشکور مزار پوری

حقیقت میلاد — حافظ نثار احمد اعوان

ترجمان السنۃ — مولانا بدر عالم میرٹھی

تفسیر مدارک — علامہ ابو عبد اللہ النسفی

میزان الاعتدال — علامہ محمد بن عثمان الذھبی

احکام شریعت — احمد رضا خان بریلوی

شرح فقہ اکبر — ملا علی قاری

مجموعۃ الفتاوی — مولانا عبد الحئی لکھنوی

بنایہ شرح ھدایہ	علامہ عینی الحنفی
فتاوی سراجیہ	علامہ سراج الدین الحنفی
فتاوی بزازیہ	محمد بن شہاب کردری
جامع الرموز	شمس الدین محمد خراسانی
بحر الرائق	علامہ ابن نجیم مصری الحنفی
مرقات شرح مشکوۃ	ملا علی قاری الحنفی
نفع المفتی والسائل	مولانا عبد الحئی لکھنوی
مدخل	ابن امیر الحاج
لسان المیزان	حافظ ابن حجر عسقلانی
فتاوی عزیزیہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
معالم العرفان فی دروس القرآن	مفسر قرآن صوفی عبد الحمید سواتی
المنجد	
تعلیم الاسلام	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ
تاریخ دعوت وعزیمت	مولانا سید ابو الحسن ندویؒ
مجموعۃ الافکار فی توضیح الاذکار	شیخ القرآن مولانا سعید الرحمن مدظلہ
عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین عینیؒ
فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ
تاج العروس	علامہ مرتضی الزبیدیؒ
جامع العلوم والحکم	حافظ ابن رجب حنبلیؒ
مختار الصحاح	علامہ محمد بن ابو بکر الرازیؒ
مکتوبات امام ربانی	مترجم: مولانا قاضی عالم الدین نقشبندیؒ
غنیۃ الطالبین (مترجم)	شیخ عبد القادر جیلانیؒ
تلبیس ابلیس (مترجم)	علامہ ابو الفرج ابن الجوزیؒ
اصول السنہ لرد البدعہ	شیخ القرآن مولانا محمد طاہرؒ

کتاب	مصنف
درمختار	علامہ محمد بن علی الحصکفیؒ
ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہؒ
مشکوٰۃ المصابیح	علامہ خطیب تبریزیؒ
مظاہر حق جدید	علامہ نواب قطب الدین خان دہلویؒ
الاعتصام للشاطبی	ابواسحاق شاطبی غرناطیؒ
راہ سنت	شیخ الحدیث حضرت العلام محمد سرفراز خان صفدر
سنت وبدعت	مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ
چالیس بدعتیں	مولانا مطیع الحقؒ
فتاویٰ رشیدیہ	علامہ رشید احمد گنگوہیؒ
مجالس الابرار	علامہ احمد رومیؒ
تحفۃ الہند	مولانا عبیداللہؒ (نومسلم)
تذکرۃ الابرار والاشرار	حضرت اخون درویزہ پشاوریؒ
المفردات	امام راغب اصفہانیؒ
القاموس	علامہ مجدالدین فیروزآبادیؒ
فیروز اللغات	فیروز سنز
مصباح اللغات	مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
حسن اللغات	
حکم الذکر بالجہر	امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر
نماز مسنون	مفسر قرآن صوفی عبدالحمید سواتی
فتاویٰ مفتی محمود	مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود
فتاویٰ رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاجپوری
جاء الحق	مولوی محمد عمر اچھروی